رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۴۶

مشک خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

سرسوتی بھنڈار

جلد ۷ نمبر ۴

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱ء

وید - ویدانگ - سدشاستر - درشن - پوران - اتہاس - اور آریہ - بودھ - جینیوں کے مقدس گرنتھ - داخلاتی - تواریخی و مذہبی کتابوں کا ماہوار رسالہ

ایڈیٹر بابو شیوبرت لال ورمن - ایم اے

[illegible] بنام منشی گوردی لال [illegible]

بویک کلپدرم (مکمل)

دیکھو سب جگ جات بہتا

دیکھ دیکھ میں گتی یا جگ کی	بار بار یوں برن
چاروں جگ چوراسی بیتے	اتی دکھ پایا
جنم جنم دکھ پاوت بیتے	یک چھن ناہیں
پاپ پنیہ بس بپتا بھوگی	نہیں ستگور کا چرن
اب کی چوک معاف نہیں ہوگی	کرو بھگتی جو کرم دہا
غفلت چھوڑ بھلاؤ جگ کو	نام امل اب گھوٹ پیا
من سے ڈرو کرو گورو سیوا	رادھا سوامی بھید دیا

ست پرش رادھا سوامی دیال

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور کے پرنٹر پالک رام نے چھاپا اور لالہ رام رکھا چوپڑہ پبلشر نے شائع کیا

دستور العمل

۱- سرسوتی بھنڈار کی اشاعت کی غرض ہندوؤں کے درمیان مذہبی و
لٹریچر پیدا کرنا ہے +

۲- اس کی قیمت سالانہ للعہ ہے جو محنت و خرچ کے لحاظ سے بہت

۳- جو صاحب مستقل خریدار بنیں گے - اور کوئی کتاب علیحدہ خرید
اُن کو وہ اُس قیمت پر ملیگی جو پُشت کتاب پر لکھی رہیگی +

۴- رسالہ سادھو (اُردو) تین روپے - تتودرشی (ہندی) تین روپے
(اُردو) دس آنے - لکشمی بھنڈار (ہندی) عہ - اور پنجابی سورما (گورمکھی) عہ
خریداروں کے ساتھ خاص قسم کی رعایت ملحوظ رہیگی - جو وقتاً فوقتاً اُن کے
میں مشتہر ہوتے رہیں گے +

۵- رسالہ ہر خریدار کے پاس صرف پیشگی قیمت آ جانے پر بھیجا جاوی
رسالہ کے ہر نمبر ار کے وی-پی کے ذریعہ بھیجے جاوینگے - تاکہ راہ میں کھوئے
نہ رہے +

۶- بیشتر کتابیں ایک ہی جلد میں نکالی جائینگی - اگر زیادہ ضخیم ہوئیں
دو جلدوں میں چھاپی جاوینگی - جن صاحبوں کو مجلد کتاب منگوانی ہو وہ
رائے سے مطلع کر سکتے ہیں - اُن کے لئے صرف برائے نام قیمت لاگت کے
سے لی جایا کریگی +

۷- آیندہ خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہو +

گوری شنکر لال اختر منیجر سرسوتی بھنڈ

یوگ کلپدرم (مکمل)

یعنی

زندگی کے سُراب کے چند عبرتناک نظارے

آپ آپ کو آپ پہچانو   کہا اور کا کبھی نہ مانو

ست پُرش رادھا سو

رباعی

سمجھا ہے جسے تو زندگی ہے وہ سُراب   کیوں ہوتا ہے دوڑ دوڑ کر آہ خراب
اے بوالہوس انجام بھی کچھ سوچا ہے   ہو جائیگا ایک دن تماشہ یہ خواب

منشی سورج نرائن جی مہر

از

بابو شیو برت لال ورمن۔ ایم اے

ایڈیٹر

سادھو۔ مارتنڈ۔ سرسوتی بھنڈار۔ لکشمی بھنڈار اور تتو درشی

لاہور

قیمت ۱۰/

انگریزی جلد

نذر

چونکہ یہ کتاب نور چشم گوری شنکر لال اختر جی مدعمرہ ناظر
کشنی ضلع سُلطانپور (اودھ) کے پڑھنے کے لئے لکھی گئی تھی
لئے یہ بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ اُنہیں کے نام سے معنون
کی جاتی ہے۔ اُمید ہے کہ وہ اس سے نفع اُٹھائیں گے۔
یوپک کلپدرم کے نظارے دکھاکر اوروں کو راہ راست
لائیں گے ۔

"شیو"

فہرست مضامین

	مضمون	صفحہ
	دیباچہ	۷
	زندگی کے سراب کے مختلف مناظر	۹
...نظارہ	من کا سراب	۱۵
	بندر کی مثال - من کی ضرورت - من کی خرابی - من کی خرابی - محمد تغلق کے کچھ حالات	
...نظارہ	سلطنت کا سراب	۲۳
	راجہ کی حیثیت - راجہ کی ذمہ داری راجہ کو فلاسفر ہونا چاہئے - راجہ گیان وبھگتی کی جھلکتی تصویر ہے جنک اور شکدیو کی مثال - اورنگزیب کے کچھ حالات	
...نظارہ	حسن کا سراب	۳۵
	حسن کی تعریف - سادھو کی لڑکی اور شہزادہ - ایک اور سادھو کی لڑکی کا قصہ حسن کی اصلیت اور حیثیت -	
	نور جہاں کے کچھ حالات	
چوتھا نظارہ	تکلف کا سراب	۴۲
	تکلف کی تعریف - کاشتھ اور جولاہہ اُمیدوار - عربی مدرسہ کے دو مولوی - خط وکتابت میں تکلف + وغیرہ وغیرہ	
پانچواں نظارہ	نمائش اور تزک و احتشام کا سراب	۴۷
	خیرات میں نمائش - دھرم میں نمائش - گیانیوں کی نمائش شاہجہان بادشاہ کے کچھ حالات	
چھٹواں نظارہ	فیشن کا سراب	۵۳
	رشیوں کا طرز تادیب فیشن کا نقص بوندی کی شہزادی کا قصہ ابوالحسن تانا شاہ کے کچھ حالات	
ساتواں نظارہ	حکومت کا سراب	۵۹
	حکومت کا پیار - اورنگزیب کی مثال یونیس و ٹیرسلیٹی کی حکومت پسندی کی حکومت کی خرابی بیرم خاں کے کچھ حالات	

نظارہ	مضمون	صفحہ
آٹھواں نظارہ	**عیش و عشرت کا سُراب** عیش پرستی سے نقصانات۔ عیش پرست بھگت نہیں ہوسکتا عیش پرستی سب کچھ ضائع کر دیتی ہے راون کی نظیر۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے کچھ حالات	٦٦
نواں نظارہ	**دولت کا سراب** دولت کا فریب۔ دولت کیضرورت ننانوے کا پھیر۔ نائی کا قصہ سات گھڑے۔ سکندر اور افریقہ کا بادشاہ۔ سکندر خالی ہاتھ گیا محمود غزنوی کے کچھ حالات	٧٣
دسواں نظارہ	**شراب کا سراب** شراب نوشی سے نقصان شراب انسان کو بالکل برباد کر دیتی ہے جہانگیر کے کچھ حالات	٨٦
گیارھواں نظارہ	**تدبری کا سُراب** تین طرح کی طاقتیں جسمانی۔ دماغی روحانی۔ پرنس بسمارک کی نظیر ایک بزرگ کا تذکرہ۔	٩٥

نظارہ	مضمون
بارھواں نظارہ	ابوالفضل کے کچھ حالات **شاعری کا سراب** شاعری کی تعریف۔ والمیکی اور تُلسی داس جی کی خوبیاں غالی اور کیفی کے مقولے۔ فیضی کے کچھ حالات
تیرھواں نظارہ	**جوانی کا سراب** جوانی دیوانی ہے۔ بنگال کی نوابی سراج الدولہ نے کھو دی۔ کیفیاز کے کچھ حالات
چودھواں نظارہ	**ہنسی مذاق کا سُراب** سید انشاء اللہ خان کے کچھ حالات
پندرھواں نظارہ	**عزیز و اقارب کی ماہتا کا سراب** شاہجہان کی عمر گت۔ اورنگزیب اور اس کے بھائی ہمایوں بادشاہ کے کچھ حالات
سولہواں نظارہ	**روحانیت کا سراب** معجزے و کرامات۔ ہمزاد منصور۔ سرمد وغیرہ کی مثالیں خاتمہ

ایک دن میں منشی سورج نرائن صاحب مہر دہلوی سے ملنے گیا تھا
ہوں نے انگریزی کی ایک بہت چھوٹی سی کتاب دکھلائی۔ جس کا نام
راب حیات تھا۔ فرمانے لگے۔ ہیں اِسی طرح کی ایک کتاب نظم
ں لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم نثر میں لکھو۔ مجھ کو یہ رائے پسند آئی
ادھو کے لئے ہیں نے مضمون نہیں لکھ رکھے تھے۔ سمجھا کہ اچھا ہے
لو۔ اس مرتبہ یہی لکھ ڈالیں۔ میں گھر پر آیا۔ لکھنا شروع کیا۔ کتاب
ا بڑی ہوگئی۔ اس لئے سادھو کے لئے موزوں نہیں سمجھی گئی۔ اس
سرسوتی بھنڈار میں جگہ ملی۔ تاکہ جو لوگ گیان کلپدرم اور وچار کلپدرم
ھ چکے ہیں۔ اور اس سلسلہ کے ویدانت کی دوسری کتابیں مثلاً ویدانت
پدرم اور وگیان کلپدرم وغیرہ پڑھینگے۔ وہ پہلے ہی سے ویراگ وغیرہ
لے مضمون کو اچھی طرح سمجھ رکھیں +

اس تحریر کو متذکرۃ الصدر انگریزی کتاب سے کوئی نسبت نہیں
ہے۔ وہ اور نقطہ نگاہ سے لکھی گئی ہے یہ اور کسی نقطہ نگاہ سے۔ ہاں
اس کے مطالعہ سے مجھ کو خیالات کا فائدہ ضرور ہوا ہے۔ اور اس کے
لئے میں منشی سورج نرائن صاحب اور اس کتاب کا مشکور ہوں +

اس کتاب کے پڑھنے سے ایک طرح عبرت کا نقشہ آنکھوں کے
سامنے آ جائیگا۔ لوگ زندگی کے اعلےٰ مقصد کو سمجھیں گے۔ نفسانی اور
دنیاوی ہی معاملات تک اپنی زندگی کو محدود نہ جانیں گے۔ اور اگر اس

کے پڑھنے والوں میں سے دو ایک شخص ہی اتنا خیال کرکے مالک
چرنوں کی طرف رجوع ہوئے ۔ تو میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ
اس کے لکھنے اور ترتیب دینے کا مقصد صرف اتنا ہے اور بس +

شیو

بویک کلپدرم

زندگی کے سُراب کے مختلف مناظر

سُراب

سُراب کیا ہے؟ ہندی زبان میں اُس کا ترجمہ "مروتھل کا جل" ہوگا یعنی ریگستان کے اُس طبقہ کو جس کے دیکھنے سے پانی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ مگر اصل میں وہاں پانی نہیں ہوتا۔ آنکھوں کو دھوکا ہی دھوکا ہوتا ہے۔ یہ دھوکا بہت ہی خطرناک ہوتا ہے اور انسان حیوان جہاں اُس کے اثر میں آ گئے۔ پھر اُن کی زندگی کی خیر نہیں ہے۔ وہ یقینی موت سے دو چار ہوتے ہیں اور تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہیں +

ہمارے ملک میں مارواڑ کے ریگستان میں اکثر سُراب کا دھوکا ہوا کرتا ہے۔ انسان صریحاً دیکھتا ہے کہ نگاہ کے سامنے دریا لہریں لے رہا ہے۔ صاف شفاف پانی کا چشمہ نظر آ رہا ہے۔ آسمان پر پرند منڈلا رہے ہیں۔ اُس کے کنارے ہرے بھرے درخت موجود ہیں۔ پیاس کے مارے وہ اُدھر رجوع ہوتا ہے۔ جیوں جیوں آگے بڑھتا جاتا ہے

دریا بھی بڑھتا جاتا ہے۔ بسااوقات وہ جھیل کی صورت میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ جس کے کنارے مکانات درخت بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ انسان نے سمجھا۔ اب وہ قریب آگیا۔ اب پیاس بُجھانے کا سامان ہاتھ آئیگا اب پانی ملیگا۔ مگر وہ کوسوں چلا جاتا ہے اور وہی نقشہ اُس کے سامنے رہتا ہے۔ آخر وہ تھک کر گر پڑتا ہے۔ زبان پیاس کی وجہ سے باہر نکل آتی ہے۔ ہونٹ سوکھ جاتے ہیں۔ آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔ اور وہ دیکھتے دیکھتے دُنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔ انسان تو پھر بھی بسااوقات اس بھرم سے بچ بھی جاتے ہیں۔ کیونکہ ریگستان کے رہنے والے اُس کی ہستی سے بیخبر نہیں ہوتے۔ ایک دوسرے کو بتاتے بھی رہتے ہیں۔ مگر افسوس ہے اُن چرندوں پر جن کی نگاہ اس پر پڑ جاتی ہے۔ اور پیاس کی شدت سے وہ اُس کی طرف راہی ہوتے ہیں۔ ان غریبوں کو کیا سمجھ کہ یہ سُراب ہے اور آخر چلتے چلتے تھک جاتے ہیں نظارہ آنکھوں کے سامنے سے غائب نہیں ہوتا۔ اور موت آکر اُن کا گلا دبوچ لیتی ہے۔ سنسکرت میں چرندوں کو "مرگ" کہتے ہیں۔ اور اس لئے سُراب کو کہیں کہیں مرگ ترشنا کا جل بھی کہا گیا ہے۔ اور ویدانت کی کتابوں میں بالخصوص اس کی مثال بار بار آتی ہے +

ہندوستان میں سُراب کا نقشہ پھر بھی اتنا گہرا نہیں ہوتا۔ ہم نے خود کبھی نہیں دیکھا۔ صرف سُنا ہے۔ اور جہاں تک سُننے سے تعلق ہے مارواڑ کی ریتلی زمین اکثر اس قسم کا دھوکا دیا کرتی ہے۔ عرب اور صحارا کے میدان میں یہ سُراب بہت صاف صورت میں نظر آتے ہیں عرب میں پانی بہت کم ہے۔ وہاں پانی کی قدر بہت ہے۔ اکثر مسافر

سفر کرتے وقت پانی ساتھ لیکر چلتے ہیں - چھاگل اور مشک ساتھ ہوتے ہیں
تاکہ ریگستان میں پیاس کی سختی سے نجات رہے - شامت اُس وقت آ
جاتی ہے - جب پانی ختم ہو جاتا ہے - اُسوقت پھر مرنے کے سوا غریب مسافر کو
کوئی چارہ نہیں نظر آتا - ایسی حالت میں کبھی کبھی جب اُس کی نگاہ
سُراب پر پڑ جاتی ہے - تھوڑی دیر کے لئے جان میں جان آ جاتی
ہے - جھیل - تالاب - دریا - سامنے ہے - لہریں اُٹھ رہی ہیں - وہ صاف
صاف دیکھ رہا ہے - آنکھیں خطا نہیں کر رہی ہیں - وہ خوشی سے
اُچھلتا ہُوا آگے بڑھتا ہے مگر افسوس دھوکا ہی دھوکا ہوتا ہے ٭
یہ سُراب کیوں ایسا ہوتا ہے - اس کا مفصّل جواب ہم اس وقت دینے
کے لئے تیار نہیں - ہماری فلسفہ کی کتابوں میں تو یُوں لکھا ہے - کہ
سورج کی کرنیں ریگستان میں اکثر ایسے نظارے دکھایا کرتی ہیں - خاص
قسم کے ملک ہیں - خاص موسم میں آسمان اور سمندر کے کنارے بھی شہر
قصبے - مکانات - باغ - بغیچے - پہاڑ - دریا - محلات - پُل - اور محراب وغیرہ
سب نظر آ جاتے ہیں - دیکھنے والا محوِ حیرت ہو جاتا ہے - اور مزہ یہ
ہے کہ بغور دیکھنے پر بھی وہ غائب نہیں ہوتے - بلکہ وہ اور بھی یقینی
صورت اختیار کرتے جاتے ہیں - دیکھنے والے کو سچا سچا اور پورا پورا وشواس
ہو جاتا ہے - اُس وقت ہزار کوئی سمجھا دے - مگر کم لوگ ماننے کو تیار ہوتے
ہیں - کیونکہ جب صاف صاف ایک چیز دکھائی دے رہی ہے اُس کی ہستی
سے کیسے اِنکار کیا جائے - اور تو اور - اونچے میناروں کی چوٹیاں صاف
اور واضح صورت میں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں
تاڑ کے لمبے لمبے درخت کھڑے ہیں - کبھی کبھی دریا پر عالیشان محراب دار

پُل کا گمان ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دھوکا کھاکر آدمی اُس کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتا ہے۔جو سیانے ہیں۔جنھوں نے کبھی کسی سے سُراب کے فریب دیکھنے والے تماشوں کا تذکرہ سُن رکھا ہے۔اُن کو فوراً یاد آ جاتی ہے۔ اور وہ سنبھل کر اپنی جان بچا لیتے ہیں۔اور اُس طرف سے اپنا رُخ ہٹا لیتے ہیں +

جس طرح ریگستان میں سُراب کی وجہ سے پانی کا بھرم ہوتا ہے ویسا ہی اس زندگی میں بھی ہزاروں قسم کے بھرم ہوتے ہیں۔کوئی شخص لذّات نفسانی کو مقصد زندگی سمجھ کر اُن کے دام میں پھنس جاتا ہے اور اپنے آپ کو ضائع کر دیتا ہے۔کوئی شعروسخن کے سُرابکے پیچھے جان دیتا ہے۔ کسی کو دولت کا سُراب مارتا ہے۔کسی کو تعلقات کے سُراب سے مصیبت میں پڑنا ہوتا ہے۔ حکومت۔اختیار۔عیش و نشاط۔مسخراپن دلگی۔دل کے وسوسات۔یہ سب زندگی کے سُراب کی مختلف صورتیں ہیں۔اور جو ان کی طرف مخاطب ہوا۔اُس کے لئے پھر خیریت نہیں رہتی +

گورو نانک صاحب کی بانی ہے:-

سب کچھ جیون کا بیوہار
مات پتا۔بھائی سُت بنتنا ۔ اور پھر گھر کی نار ؎۱ لڑکی
تن سے پران ہوت جب نیارے۔ ٹیرت ۲ پریت پُکار ؎۲ بھُوت
آدھ گھڑی کوئی نہیں راکھے۔ گھر سے دیت نکار
مرگ ترشنا۔یہ جگ رچنا ہے۔ دیکھا نین پسار
کہے نانک بھج ست نام نت۔ جا سے ہوت اُدھار

اور کیوں۔کیا اس کلام کے سچ ہونے میں کوئی شک ہے۔ہم صرکی

اور صاف دیکھتے ہیں کہ دُنیا ناپائدار ہے۔ اس کے تعلقات ناپائدار ہیں۔ اور پھر بھی اُسی میں رات دن پھنسے رہتے ہیں۔ آخر میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ نرا دھوکا ہی دھوکا تھا۔ یہ سمجھ اُس وقت آتی ہے جب بہت دیر ہو جاتی ہے۔ اور اِصلاح کا موقع ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے نکل جاتا ہے +

انسان سر دھنتا ہے۔ روتا ہے۔ پچھتاتا ہے۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ جیسا کیا ویسا آگے آیا۔ سنگ آمد سخت آمد۔ خود کردہ را علاجے نیست +

ایک راجہ کے دربار میں ایک جاہل مسخرہ رہتا تھا۔ ایک دن راجہ نے اُس کو ایک چھڑی دی کہ جب کوئی آدمی تجھ سے زیادہ نادان اور بیوقوف ملے اُس کو دے دینا۔ مسخرہ نے وہ لکڑی ہاتھ میں لے لی کچھ دنوں بعد راجہ سخت بیمار ہُوا۔ زندگی کی اُمید جاتی رہی۔ وزیر امیر ملنے کے لئے آئے۔ سب کے آخر میں یہ مسخرہ بھی آیا۔ اس نے پوچھا "حضور کا مزاج" کیسا ہے؟ جواب دیا گیا "سفر کی تیاری ہو رہی ہے"
مسخرہ "کتنی دور کا سفر ہے"۔

راجہ۔ افسوس۔ اتنا لمبا سفر ہے کہ اُدھر سے کوئی واپس نہیں آتا +

پھرا نہ مُلک عدم سے کوئی کہ میں پوچھوں
مسافرو کہو منزل پہ کیا گذرتی ہے

مسخرہ۔ حضور نے راہ کے لئے کچھ اسباب بھی لے لیا ہے یا نہیں

راجہ۔ افسوس! کچھ نہیں +

روزگارم بلشد بناداني من نکردم شما حذر بکنید

مسخرہ - بہت اچھا - یہ لکڑی ہاتھ میں لیجئے - آپ مجھ سے بھی زیادہ نادان ہیں - میں تو ایک دن کے لئے بھی سفر میں جاتا ہوں تو زاد راہ ساتھ لے لیتا ہوں اور واہ رہی آپ کی سادگی! مُدت کا سفر اور یہ بے پروائی +

راجہ رونے لگا - اور اس نے یاس وحسرت کے ساتھ جان دی +

اسی طرح ہم میں سے کتنے آدمی اس دُنیا میں آتے ہیں - اُس کے کاروبار میں پھنس جاتے ہیں - زندگی کا مقصد کچھ ہے اور اُس کو کچھ سمجھ لیتے ہیں - اور دوسروں کے لئے عبرت کے باعث ہوتے ہیں +

آؤ - ہم تم کو زندگی کے سراب کے مختلف مناظر دکھائیں - جن کو دیکھ کر کثیر التعداد آدمی موت کے مُنہ میں چلے گئے - اور اُن کا پتہ نہیں لگا +

پہلا نظارہ

من کا سُراب

من چنچل ہے - اس کی حالت ایک سی نہیں رہتی - کبھی یہ اوپر چڑھتا ہے - کبھی نیچے آتا ہے - کبھی ہمالیہ کی چوٹی کی خبر لاتا ہے - کبھی سمندر کی گہرائی میں غوطہ مار جاتا ہے - آدمی بیٹھا ہے - آنکھیں کھلی ہیں کوئی شخص اُس سے مخاطب ہوکر باتیں کرتا ہے - ابھی آنکھ بھی نہیں جھپکی کہ وہ پوچھتا ہے - آپ نے کیا کہا - میں نے نہیں سُنا - میرا من کہیں اور جگہ چلا گیا تھا - یہ اِس من کی کیفیت ہے - بات سُنتے سُنتے جھٹ پٹ کلکتہ چلا جاتا ہے - اور خبر نہیں کیسے جاتا ہے - کیسے آتا ہے - کس پر سوار ہوکر جاتا ہے - اور کس پر چڑھ کر واپس آتا ہے - بجلی سے زیادہ تیز - ہوا سے زیادہ گرم رفتار - روشنی سے زیادہ پھیلنے والا - گرمی سے زیادہ کسی چیز کے اندر دخل پانے والا - یہ من بلا کا پُتلا ہے - ایک حالت پر کبھی نہیں رہتا - کبھی کچھ کبھی کچھ +

بندر مزاج کا بہت چنچل بتایا جاتا ہے - اگر کہیں اُس کو شراب پلادی جائے اور بچھو سے کٹوا دیا جائے تب اُس کی حالت کا دیکھنا ہے وہ اُچھلیگا - کودیگا - شور مچاویگا - ہاتھ پاؤں ماریگا - اُس کی آنکھوں کو دیکھو واہ واہ کس طرح آنکھ کی پُتلیاں ناچتی ہیں - پیشانی کی شکن کیسے پھیلتی اور سکڑتی ہے - کیا تم نے کبھی یہ تماشا دیکھا ہے ؟ یہ چنچلتا کی دُنیا میں

سب سے بہتر نظیر ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان کا دل اس سے بھی کہیں زیادہ چنچل ہے۔ اُس کو لوگ پارہ سے مشابہہ کرتے ہیں یہ اُن کی غلطی ہے۔ پارہ بھلا اس انسانی دل کا کیا مقابلہ کریگا۔ ان کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے +

اس من کے تادیب اور تربیت کا قدرت میں ہر جگہ انتظام ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی ماں باپ کے ماتحت رہتا ہے۔ پھر اُستاد کی ماتحتی میں جاتا ہے۔ پھر افسر۔ راجہ۔ سادھو۔ فقیر کسی نہ کسی کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ ستری پُتر کے سنجوگ کو تم یونہی نہ سمجھو۔ قدرت نے کسی خاص غرض کو مدِ نظر رکھ کر یہ سامان بنایا ہے۔ یہ بندش یہ تعلقات یہ بند علایق کی ذمہ واری۔ یہ سوسائٹی کے ضابطوں کی پابندی۔ یہ قانون کے متابعت کی ضرورت۔ یہ مذہبی احکام کی تعمیل و تکمیل۔ یونہی نہیں ہے۔ اس کے کچھ معنی ہیں۔ اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ اس بندش میں رہ کر کسی اعلےٰ مقصد کا سادھن ہو سکے۔ جن کی نظر بلند ہے وہ اُس کو دیکھتے ہیں جن کی عقلی تکمیل ابھی تک اچھی نہیں ہوئی۔ وہ بیخبر ہیں۔ بندھن اس مقصد کی تکمیل کے ذریعہ ہیں۔ پرند کو دو پر ملے ہوئے ہیں جو روک تھام کرتے ہوئے آگے کی طرف حرکت کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ پتہ برابر رکھا گیا ہے تاکہ گرنے کا خوف نہ رہے۔ اور ماں باپ۔ ستری پُتر اور سارے تعلقات اسی طرح بندش کے ساتھ آزادی کی طرف لے جانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگر ڈوری نہ ہو تو پتنگ ہوا کی بلندی پر نہ چڑھ سکیگی اگر تادیب اور تربیت کا سلسلہ قطع کر دیا جائے تو آتما۔ آتمک اوستھا کو پراپت نہ کر سکیگا۔ قید میں آزادی۔ اور آزادی میں قید۔ یہ قدرت کے

انتظام کی خوبی ہے - اور وہ اِسی طرح آہستہ آہستہ اپنا کام کراتی جا رہی ہے - تم مانو یا نہ مانو - مجھ کو اس کی پروا نہیں - تم میری سُنو یا نہ سُنو - اس کی فکر کس کو ہے - مگر یہ صحیح ہے کہ قدم قدم پر قدرت میں تادیب کا سوال آتا ہے - اور انسان میں بالخصوص اُس کی اہمیت زیادہ دیکھی جاتی ہے - یقین نہ آوے تو ذرا کسی بچہ کو آزاد - مطلق العنان چھوڑ تو دو - پھر دیکھو - کیا حالت ہوتی ہے - اور تمہارا آزاد کرنا بھی بیمعنی ہے کیونکہ قدرت اُس کو کبھی آزاد نہ ہونے دیگی - کسی نہ کسی طرح کی بندش میں ضرور رکھیگی کیونکہ بغیر بندش کے اُس کا مقصد پورا نہیں ہوتا - جو راکشس شکتی ماتا کے انتظام کو درہم برہم کرنے کا حوصلہ کرتا ہے - اُس کو وہ کالی کا روپ دکھاکر برباد کر دیتی ہے - اور پھر کسی کو حوصلہ مقابلہ کا نہیں ہوتا - اس لئے انسان کو کس قدر تادیب اور تربیت کی ضرورت ہے نہایت اہم مسئلہ بن جاتا ہے +

قدرت کہتی ہے کہ من کی سنبھال کرو - اس کو آزاد نہ ہونے دو - اور نہ اس کو اپنی حالت پر کبھی چھوڑو - ورنہ یہ ہر چہار طرف بربادی مچادیگا - اِس من کو جو قابو میں لاتے ہیں وہ کوئی صاحب دل سادھو ہی ہوتے ہیں +

من کے متے نہ چائے - من کے متے انیک
جو من پر اسوار ہیں - سو سادھو کوئی ایک

ویدانت جو سادہن کیوں کراتا ہے - من کے قابو میں لانے کے لئے - یوگ کا عمل و شغل کیوں کیا جاتا ہے من پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے - آستک گورو اور ایشور کو کیوں پوجتے ہیں - من کو بس کرنے کے ارادہ سے -

ناستک ایشور سے منکر ہوکر کیوں گورو کا درجہ سب سے زیادہ مانتے ہیں من پر سوار ہونے کے لئے۔ سارا ڈھکوسلہ من ہی پر فتح پانے کے لئے کیا جاتا ہے +

من ہی کو پر بودھئے ۔ من ہی کو اُپدیش
جو یہ من بس آوھی ۔ تو شِشیہ ہوئے سب دیش

جس نے من کو جیت لیا۔ اُس نے سب کو جیت لیا۔ سارا برہمانڈ اُس کے قبضہ میں آگیا۔ جس کو من نے دھر کر پچھاڑ دیا۔ وہ رسائل کو چلا گیا +

من کے ھالے ھار ہے ۔ من کے جیتے جیت
من ہی راگ اور دویش ہے ۔ من ہی پریم پرتیت

من کے پارہ کو مار دو۔ یہ خالص سونا بن جائیگا۔ من کو ذرا سودھ لو پھر یہی وشی کرن منتر ہو جائیگا۔ سارا جگت اسی کا تماشہ ہے۔ اور اسی وجہ سے رُوحانی دُنیا میں اس من کے مغلوب کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے اس کے سوا اس کا اور کوئی مطلب نہیں ہے +

اگر من میں شانتی ہے تو جگت میں شانتی ہے اگر من اشانت ہے تو جگت اشانت ہے تب سمجھے کہ دُنیا جنجال ہے۔ سندری پُتر سب چھوڑ بیٹھے لنگوٹی لگالی۔ خاک رمائی۔ جنگل میں جا بیٹھے۔ مگر ٹائیں ٹائیں فش۔ من بندر کی طرح قلابازیاں کرنے لگا۔ پھر بستی میں آئے بھیک مانگنے لگے۔ چوری کر بیٹھے۔ دھرے گئے۔ اب جیلخانہ کی ہتھکڑیاں اور زنجیریں ہیں۔ اے من تو سچ مچ وچتر ہے اور تیری لیلا وچتر ہے +

من کے مارے بن گئے ۔ بن تج بستی مانہہ
کہیں کبیرا کیا کیجئے ۔ یہ من ٹھہرے نانہہ

اس من کا قابو میں آنا مشکل ہے - پہاڑ پر چڑھنا - سمندر کی تہاہ لے آنا سہل ہے - مگر من کا مردن مہا کٹھن کام ہے +

پڑھنا لکھنا چاتری - یہ تو بات سہل
کام دہن من بس کرن - یہی بات مشکل

اگر اس من کو تادیب کے زنجیر میں پھانس دیا - تو خیر - ورنہ وہ وحشی بنکر ہر چہار طرف اودہم مچا دیتا ہے - آپ تو دُکھی ہوتا ہی ہے - اپنے ساتھ ساری دُنیا کو دُکھی کر دیتا ہے - من جس وقت بغیر آنکس کے ہوجاتا ہے آدمی سمجھتا ہے میں آزاد ہوں - جو کرتا ہوں - اچھا ہی کرتا ہوں - وہ کسی کی نہیں سُنتا - کسی کا اعتبار نہیں کرتا - مست اور متوالے ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا جو سامنے آتا ہے اُس کو کُچل ڈالتا ہے - آخر قدرت کو خود اُس کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے +

ہندو تواریخ میں محمد تغلق کی زندگی اِس من کے فریب دھی کی سب سے مُؤثر مثال ہے - وہ جب تک جیا - من کے ہاتھوں پریشان رہا جدہر جیسا ناچ من نے نچایا ویسا ہی ناچنے لگا - اور آخر دُنیا سے حسرت اور بدنامی ساتھ لے گیا +

محمد تغلق کے حالات

محمد تغلق اپنے زمانہ کا نہایت زبردست عالم تھا - وہ خوش تقریر تھا - عبارت ایسی اچھی لکھتا تھا کہ باید و شاید - لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کا یکتاء روزگار تھا - ذہین تھا - علم ریاضی - اور علم طب کا ماہر تھا - تشخیص امراض میں طبیب او حکیموں کے کان کاٹتا

تھا - کبھی کبھی خود مریضوں کا علاج بھی کرتا تھا - یونانی فلسفہ سے بھی اچھی واقفیت تھی - اور علم عرفاں و علم الروح کی بابت بڑے بڑے دانا اور فلاسفروں سے بحث کیا کرتا تھا - حد درجہ کا پابند مذہب تھا - یہاں تک کہ شریعت کے رسم کو اُس نے کسی وقت نظر انداز نہیں کیا - یہ سب خوبیاں تھیں - اگر عیب تھا تو یہ تھا کہ من کا ہٹیلا اور ضِدی تھا - اور اس ایک عیب نے اُس کے تمام ہنروں پر پانی پھیر دیا تھا - کسی کی رائے نہیں مانتا تھا - اپنی کرتا تھا - جو من میں آیا وہی کر گذرا - پیاسا ہرن جس طرح سُراب کو دیکھ کر پانی کے تلاش میں دوڑتا ہے - ویسے ہی محمد تغلق من کے ترنگوں میں خوشی - کامیابی اور استحکام ڈھونڈھتا تھا - جب وہ ۱۳۲۵ء میں تخت پر بیٹھا - پچھتر لاکھ روپیہ اپنے امیر اُمرا کے درمیان ایک دن میں خرچ کر دئے لوگ اس فضول خرچی کو دیکھ کر اُس کو باولا اور مخبوط الحواس کہنے لگے +

اُس نے مشکل سے ابھی تخت پر قدم رکھا تھا کہ مغلوں نے شمال مغرب کی جانب سے حملہ کیا - اُن کے بلا ٹالنے کی کئی تدبیریں تھیں مگر بادشاہ نے رعیت پر بہت محصول بڑھا دیا - اور اُن کو کثیر مقدار روپیہ دیکر ٹال دیا - اس سے اُن کی لالچ اور بڑھ گئی - اور دوسرے سال حملے کرنے کی ٹھہرا دی - وزیر امیر ڈرتے تھے - اُن کی نہیں سُنی جاتی تھی - محمد تغلق اپنے آپ کو بہت مضبوط دل کا آدمی سمجھتا تھا - اور اس میں شک نہیں کہ اُس کی قوت ارادی زبردست تھی - مگر تلون مزاجی کی وجہ سے وہ خر دماغی کے درجہ کو پہنچ گئی تھی - مغلوں کو دفعہ کرکے اُس نے دکن کو مغلوب کیا - لکھنو اور چٹاگانو کو اپنی سلطنت میں ملایا - مگر اندرونی انتظام ملک کا

کبھی نہیں سنبھلا - اِدھر تو سلطنت میں خرابیاں ہونے لگیں دوسری طرف مفتوح صوبے باغی ہو گئے - خزانہ میں روپیہ نہیں رہا - آپ نے چاندی کے عوض تانبہ کا سکہ رائج کر دیا - یہ حکم ہوا کہ بادشاہ کا تانبا اوروں کے چاندی کے برابر ہے - اس کے بعد کاغذ کا سکہ جاری ہوا - جس سے رعایا میں سخت پریشانی پھیل گئی - جب لین دین نہ رہا - زراعت اور کاشتکاری کون کرنے لگا تھا - ملک ویران ہوتا گیا - اس کے بعد بادشاہ نے فارس کے فتح کرنے کے ارادہ سے تین لاکھ ستر ہزار سوار نوکر رکھے - تنخواہ کا جھگڑا پڑا - سپاہی بگڑ کھڑے ہوئے - اور لوٹ پاٹ مچاتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس گئے +

۱۳۳۷ء تک یہی حالت تھی - اس پر بھی وہ کسی کی کب سننے لگا تھا - ایک لاکھ سپاہ پھر اکٹھا کیا اور ہمالیہ کی راہ سے چین فتح کرنے کے لئے اس کو روانہ کیا - فوج چین کی سرحد پر پہنچی - چینیوں نے رستہ روک دیا - وہ واپس آنے لگے - کچھ تو جنگل اور پہاڑوں میں برباد گئے جو بچے کھچے دہلی پہنچے - بادشاہ کے حکم سے سب کے سب قتل کر دئے گئے +

پہلے محمد تغلق دل کا اتنا بُرا نہیں تھا - مگر رفتہ رفتہ جس قدر اُس کی ضبط بڑھتی گئی - وہ بیرحم اور ظالم ہوتا گیا - دکن کا صوبہ دار بہاؤالدین باغی ہو گیا تھا - بادشاہ نے لڑائی میں اُس کو گرفتار کیا اور اُس کی زندہ کھال کھینچ لی گئی +

ایک مرتبہ اُس کو یہ خبط سوجھا کہ دیوگڈھ کو اپنی راجدھانی بنادے حکم دیا سب لوگ دیوگڈھ میں چلکر آباد ہوں اور اس کا نام دولت آباد

رکھا - دہلی کے باشندے شاہی حکم سُنکر اُس طرف روانہ ہوئے - مگر ہزاروں مرد و عورت لڑکے راہ میں جان بحق تسلیم ہوئے - دولت آباد تو آباد نہیں ہوا مگر دہلی اُجڑ گئی - ملتان کی بغاوت فرو کر کے ۱۳۴۴ء میں بادشاہ دہلی آیا - دو برس وہاں رہا اور اپنے خاندان کو معہ ہزاروں آدمی کے ساتھ لیکر دولت آباد گیا - یہ من کے ہاتھوں کچھ ایسا بک گیا تھا کہ عقل بالکل رُخصت ہوگئی تھی - گنگا اور جمنا کے دوآبہ کے درمیان کے باشندوں کو زراعت ترک کرنے کی وجہ سے اِس نے جنگلوں میں بھگا دیا - اور سب کو بیرحمی سے قتل کر ڈالا - اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس نے خود ہاتھ میں تیر و کمان لیکر اُنھوں کا شکار کیا تھا اور اُن سب کے سر دہلی کے میناروں پر لٹکائے گئے تھے +

دکن سے واپس آکر اس نے حکم دیا کہ جو لوگ چاہیں دولت آباد چھوڑ کر دہلی جاکر آباد ہوں - مگر اس عرصہ میں ملک میں سخت قحط نازل ہوا اور لاکھوں آدمی مر گئے +

چونکہ اس کو اپنے من کی غلامی سے کبھی نجات نہیں ملی - نہ اس نے کسی کی بات مانی - اس کی سلطنت میں کبھی تسلط نہیں ہوا - دکن تو بالکل آزاد ہوگیا - اِس خبر کو سُنکر اُس کی بیرحمی اور بھی بڑھ گئی +

اس کی بیرحمی کے حالات اس قدر عبرتناک اور شرمناک ہیں کہ اُن کے بیان کرنے کو جی نہیں چاہتا - اس نے ستائیس برس تک راج کیا - اور اس طرح اپنی رعایا کو ستایا گیا - کہ دہلی کی تواریخ میں اس سے زیادہ بیرحم بادشاہ اور کوئی نہ ملیگا +

یہ صرف من کی غلامی کا نتیجہ تھا - اور جو لوگ اس طرح من کے

ہاتھوں پھنس جاتے ہیں۔ جیتے جی پھر وہ نہیں چھوٹتے۔ سنہ ۱۳۵۱ء میں اس نے بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ جان دیا +

دوسرا نظارہ

سلطنت کا سُراب

سلطنت دُنیا میں جیسے عزّت و اِقتدار کی انتہا ہے۔ ویسے ہی حکومت و اختیار کی حد ہے۔ اس سے زیادہ کسی کو یہاں اور کیا ملیگا۔ مگر سلطنت کی اہمیت یہاں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ جو اِس کا ولی وارث ہوتا ہے وہ قوم و ملک کا سردار کہلاتا ہے۔ وہ باپ ماں ہے اور رعیت اُس کی اولاد ہے۔ اگر راجہ اس طرح اپنی رعیت کے ساتھ سلوک کرے۔ تب تو وہ سچ مچ راجہ ہے۔ ورنہ اگر کہیں وہ راج کے مرگ ترشنا میں پڑ گیا نئے نئے ملک ہی کے فتح اور دُشمنوں کے زیر و زبر کرنے کی فکر میں رہا۔ تو پھر اُس میں طرح طرح کی خرابیاں واقع ہونگی۔ مُلک فتح کر کے اپنے راج میں ملانا راجہ کا دھرم ہے۔ قناعت کی خوبیاں بہت بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن اُس کا مطلب کوئی نہیں سمجھتا۔ راجہ میں اگر بڑھنے اور مملکت بڑھانے کی طرف سے آسودگی آجائے تو پھر اُس کا ٹھکانا نہ رہیگا۔ کیونکہ دنیا میں کوئی حالت ایک طرح پر نہیں رہتی یا تو وہ بڑھیگی یا گھٹیگی۔ اس لئے اگر راجہ ترقی نہیں کرتا تو پھر اُس کو تنزلی کا خطرہ ہر وقت رہیگا۔ اور جلد اُس کی سلطنت زوال پذیر

ہو جائیگی - اسی طرح طالبعلم گیانی - دھیانی اور یوگی کے لئے سنتوش کرنا غلطی ہے - ان کا معراج زندگی بھر آگے ہی کی طرف بڑھتے رہنا ہوا چاہئے - لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جو قبضہ میں آوے - اُس پر پورا پورا تسلط بھی ہونا چاہئے ورنہ بالعوض فائدہ کے اُن سے نقصان پیدا ہوگا - وہ طاقت کے بڑھانے میں مددگار نہ ہونگی بلکہ اُلٹے کمزور کر دینگی اور خرابیاں واقع ہونے لگینگی +

اگر اسی ایک بات پر اچھی طرح غور کر لیا جائے تو بہ آسانی سمجھ میں آ سکیگا - کہ راجہ کا کام نہایت نازک ذمہ واری کا ہے اور اِس کی جوابدہی کا کیا ٹھکانا ہے - ایشور نے اُس کو سب سے زیادہ اہم - سب سے زیادہ پاک اور سب سے بڑا کام سپرد کیا ہے - اُس کا دھرم سب سے بڑا دھرم بھی ہے " کشاتر دھرم پرم دھرمہ " ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں آ جاتے ہیں اُسی طرح سے راجہ کے دھرم میں سب کے دھرم آ جاتے ہیں +

یہ بات تو ہے لیکن راج کے بیوہار میں بھرم اور دھوکے بھی بہت ہیں - اگر کوئی راجہ راج کے سُراپ میں آ گیا اور اپنے اور جوابدہیوں کو نظرانداز کر کے سلطنت کے کسی ایک کام ایک خیال یا ایک مقصد کی پیروی میں لگ گیا تو وہ دھرم سے پتت ہو جائیگا - مثال کے طور پر یہ سمجھو یہ تمہارا جسم ایک سلطنت ہے - اس میں اندریاں - من - پران پیام وغیرہ سب کچھ ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ بہ حیثیت راجہ جہاں تم من کو حرکت دیتے ہو - ساتھ ہی پران اور اندریاں وغیرہ سب کام کرتے رہتے ہیں - اگر کہیں غلطی سے کسی ایک میں اٹک رہے تو پھر جسمانی نظام درہم برہم ہو جائیگا - جیسے جیو سارے جسم میں ویاپک رہکر سب کو متحرک رکھتا ہے

ویسے ہی راجہ کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی سلطنت کے تمام محکموں کی روح رواں بنا ہوا سب میں ویاپک اور سب کا متحرک رہے۔ اور سب کو قاعدہ میں چلاوے +

اس راج کے ریگستان میں ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں سُراب ہیں اور لطف یہ کہ پورب۔ پچھم۔ اُتر۔ دکن۔ ہر چہار طرف ہیں۔ کوئی جگہ۔ کوئی سمت اُن سے خالی نہیں ہے۔ نظر چُوکی نہیں کہ وہ مارا گیا نہیں اور اُس کے ساتھ اُس کی ساری رعیت اور ملک و منال سب پامال ہو جائیں گے جس طرح روح کی پریشانی سے سارا جسم پریشان ہو جاتا ہے۔ ویسا ہی راجہ کی پریشانی سارے ملک کو پریشان کر دیتی ہے۔ شخصی سلطنت جمہوری سلطنت اور محدود اختیارات والی سلطنتوں میں کچھ تھوڑا تھوڑا سا فرق رہتا ہے۔ ان سب کے فرمانروا غلطی کی وجہ سے بربادی مچا دیتے ہیں +

دُنیا کی تواریخ کے مطالعہ سے صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ بعض بعض بادشاہوں نے کس طرح لغزشیں کھائیں۔ اُن سے سلطنت کو استحکام ہونا تو درکنار۔ بلکہ اُس کی بنیاد ہل گئی۔ رعیت پر تو جو بلا آنی تھی آ گئی۔ اِن کی اولاد در در بھیک مانگنے لگی اور وہ اپنی غلطیوں پر پچھتاتے ہوئے حسرت کے ساتھ دُنیا سے کوچ کر گئے +

جن لوگوں نے اُپنشدوں کو پڑھا ہے۔ اُن کو اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ سلطنت کے حکمران کو فلاسفر ہونا چاہئے۔ اور وہ فلاسفر نرا زبانی جمع خرچ کرنے والا نہ ہو۔ بلکہ اس کی زندگی سے فلسفہ کی مراد قدم بہ قدم ظاہر ہوتی رہے۔ وہ اس طرح تخت پر جلوس فرما ہو جیسے کنول کا درخت پانی میں رہتا ہے۔ پانی اُس کو تر نہیں کرتا۔ باہمہ و

بے ہمہ زندگی بسر کرنا صرف راجہ کا کام ہے۔ وہ محل میں عیش و عشرت
بھوگتا نظر آتا ہے۔ میدان جنگ میں توپ کے گولوں کا مقابلہ کرتا ہے
محل میں وہ نازک بدن ہے۔ جنگل میں شکار کے وقت وہ شیر سے لڑتا
ہے۔ شاہزادے اور شاہزادیاں سمجھتے ہیں وہ اُن کو پیار کرتا ہے۔ لیکن اگر
اُن میں کسی قسم کی خرابی دیکھی گئی۔ وہی راجہ اُن کو فوراً جلاّد کے سپرد کر دیتا
ہے۔ گیانیوں کے درمیان گیانی۔ بھکتوں کے درمیان بھگت۔ جواریوں میں
جواری۔ شراب نوشوں میں شرابی ہر شکل۔ ہر جگہ اور ہر حالت میں وہ
اپنی سلطنت کے جسم میں محیط کل بنا رہتا ہے۔ لوگ اُس کو ظلِّ الٰہی سمجھتے
ہوں۔ اور وہ اپنے افسروں کے رگ و ریشہ سے واقف ہوتا ہے۔ نرمی کی جگہ
نرمی۔ گرمی کی جگہ گرمی۔ راجہ کی حیثیت واقعی کچھ وچتر ہے۔ اور سچا برہم
گیانی سچا اودھوت۔ سچا موکش جیو اگر کوئی ہو سکتا ہے تو صرف راجہ ہی
ہو سکتا ہے۔ یہاں گیان کا سچا امتحان ہوتا ہے۔ ویدانت یا برہمہ گیان
صرف راجاؤں کی ملکیت ہے۔ یہ جنگلی فقیروں کے لئے نہیں ہے اور
نہ کبھی اُن کی جائداد تھی۔ تخت پر بیٹھنے والے راجے اس کے عالم
ہوتے تھے اور بڑے بڑے رشی اُن سے جاکر سیکھتے تھے۔ مگر پھر بھی
راجہ کی طرح گیانی ہونے کا دعوے نہیں کر سکتے تھے۔ تم ممکن ہے ہماری
بات کو نہ مانوگے۔ نہ مانو۔ مجھ کو کوئی اعتراض نہیں۔ اُپ نشدوں کے
صفحوں کو پڑھو وہ خود تمہارے ذہن نشین کر دینگی۔ خاک رمانے والے
سادھو کو تیاگ کی ضرورت کیا ہے۔ اُس فاقہ مست کے پاس سامان ہی
کیا ہے جو وہ چھوڑیگا۔ اور اُس میں سچ مچ شاید گرہن اور تیاگ کے سمجھنے
کی مشکل سے تمیز ہوگی۔ یہ تمیز صرف راجاؤں میں ہوتی تھی۔ وہ اپنی

عملی مثال سے گرہن اور تیاگ کا نقشہ دکھا سکتے تھے۔ گیان دراصل کچھ اور چیز ہے
وہ نہ گرہن ہے نہ تیاگ ہے وہ کنول کے پتے کے موافق ہے۔ اور یہ حالت
کیا تم کبھی جھونپڑوں میں دیکھ سکتے ہو؟ نہیں۔ یہ اُمید نہ کرو۔ ننگی کیا
نہائیگی کیا نچوڑیگی یہ حالت راجاؤں میں نظر آویگی۔ جہاں سب کچھ ہے اور کچھ
بھی نہیں۔ جنک کا ایک پاؤں رانیاں دبا رہی ہے دوسرا آگ میں ہے
یہ گیان کی جھلکتی ہوئی تصویر ہے نہ بندھن میں بندھن نہ موکش میں مُکتی
یہ برہمہ کا سروپ ہے اور اس کا ساکشاتکار صرف راجاؤں کی ذات میں
ہو سکتا ہے۔ راجہ کا تیاگ اور گرہن کچھ معنی رکھتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں
ہے جیسا لوگ سمجھتے ہیں وہ تو برہمہ کی ساکشات مورتی ہے۔ گلے میں
نولکھا ہار پڑا ہے۔ خوش ہوئے ایک فقیر کو مالا مال کر دیا۔ ملک کو دولت
کی ضرورت ہے۔ ایک ایک محتاج سے ایک ایک پیسہ لے لیا۔ ایسے
شخص کو پاپ پُن نہیں لگتا۔ کیونکہ وہ آزاد مطلق ہے۔ جس کو برہمہ کا
دیدار کرنا ہو۔ وہ ایسے راجہ کا درشن کرے۔ وہ برہمہ کی اصلیت سمجھ جائیگا
اور اسی وجہ سے ہندوؤں میں بالخصوص راجہ کے درشن کا بڑا مہاتم بیان
کیا گیا ہے۔ جس وقت ولی مادر زاد شُک دیو جنک کے دربار میں گیا
اُس کی آنکھیں کُھل گئیں۔ ویاس نے برہمہ کے درشن کرنے کے لئے اُس
کو جنک کے یہاں بھیجا تھا۔ جنک نے کہا بیٹے! جو کچھ تیرے باپ
نے سکھایا تھا وہ سب صحیح۔ لفظ بلفظ صحیح ہے۔ میں بھی تجھ کو یہی
اُپدیش دیتا ہوں۔ شُکدیو کو ویاس کی باتوں سے اطمینان نہیں ہُوا تھا
کیونکہ وہ صرف ویراگ کے ایک پہلو کو دکھاتا تھا۔ ایک پہلو ہمیشہ ناقص
ہوا کرتا۔ جنک میں دونوں تھے۔ تیاگ بھی تھا۔ گرہن بھی تھا۔ اُس نے

نہ ویدوں کے منتروں کا حوالہ دیا نہ اُپ نشدوں کے پرمان سُنائے ۔ صرف اپنا عملی برتاؤ دکھا دیا ۔ اور شاگرد کرِتیہ کرتیہ ہو گیا ایک مثال ہزاروں نصیحت سے بہتر ہوتی ہے ۔ جو کچھ اس نے کتابوں میں پڑھا تھا ۔ یہاں صاف صاف دیکھا ۔ برہمہ کی جھلکتی ہوئی تصویر جنک میں نظر آئی +

اے نور خدا در نظر از روئے تو مارا
بگذار کہ در روئے تو بینم خدا را

اور اسی وجہ سے برہمہ ودّیا کو راج ودّیا کہا جاتا ہے ۔ وہ گیانی کب ہے جو سب سے الگ تھلگ زندگی بسر کرتا ہے وہ تو بزدل اور ڈرپوک ہے مصروفیت سے گھبراتا ہے ۔ یوگ اور دھیان کا بہانہ تلاش کرتا ہے ۔ جہاں سنسار کی لہروں کے چکّر میں آیا ۔ اس طرح پاش پاش ہو جائیگا ۔ جیسے سمندر کے تہہ کی رہنے والی آرام طلب مچھلیاں تموّج کے وقت اوپر آکر لہروں کے تپانچوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں ۔ گیانی وہ راجہ ہے جو تخت پر جلوس کرتا ہے ۔ اُس کا سب پر قبضہ ہے اور پھر کسی پر نہیں عیش کے وقت عیاش اور آزمائش و مصیبت کے وقت ثابت قدم! گیانی کی ورتی شیر کی طرح ہوتی ہے ۔ اُس کو کسی کا خوف نہیں چاہیئے مصروفیت ہو یا بیکاری ۔ خلوت ہو یا جلوت ۔ سب میں ایک سی حالت ہے ۔ اس کے دل میں سارا برہمانڈ معہ اپنے پرپنچ کے بستا ہے سب کے لئے اُس کے دل میں گنجائش ہے ۔ وہ بُرے سے بُرے ۔ بدمعاش سے بدمعاش سب کی حفاظت کرنے والا اور سب کو قاعدہ میں چلانے والا ہے اگر راجہ اپنے ملک سے بدمعاشوں کی جڑ کھود دے تو وہ راجہ نہیں نکمّا اور نالائق ہے ۔ وہ کسی کی جڑ کھودنے کو نہیں آیا بلکہ سب کی رکشا

کرنے آیا اور قاعدہ میں چلانے آیا ہے تاکہ نظام سلطنت میں فرق نہ آنے پاوے ۔ میں اُس شخص کو مُرتد ۔ گمراہ ۔ بیدین اور ملحد کہونگا جو جسم میں رہتا ہوا کام کرودھ کی بیخکنی کرتا ہے ۔ اُس نادان کا جسم کب رہیگا ۔ وہ ان سے کام لینا کیوں نہیں سیکھتا ۔ ان کو قاعدہ میں رکھکر نظام جسمانی کی ضرورتوں کو رفع کرنا چاہئے اسی طرح راجا بدمعاش ۔ جواری ۔ نیک ۔ بد سب کی رکشا کرتا ہے اور سب کو قاعدہ میں چلاتا ہے ۔ اگر وہ ایک طرف جُھکتا ہے تو پھر راجہ نہ کہا جائیگا ۔ اور کچھ اُس کو کہہ لو ۔ وہ راجہ نہیں ہے ۔ جسم کی خوبصورتی اور بہتری اس بات میں ہے کہ اس میں کام کرودھ ۔ لوبھ ۔ موہ ۔ اہنکار سب رہیں ۔ کیونکہ یہ زندگی کی مختلف صورتیں ہیں ۔ وہ جنگل کس کام کا جس میں شیر ۔ بھیڑئے ۔ درندے ۔ ہرن ۔ پاڑھے سب ہی نہ رہیں ۔ وہ دریا کونسا ہے ۔ جس میں مچھلی ۔ کچھوے گھڑیال اور سونس نہیں رہتے ۔ قدرت کی زندگی ہی اختلاف حالت ہے ۔ گلدستہ کی خوبصورتی اسی بات میں ہے کہ اُس میں ایک طرح کے پھُول نہ ہوں ۔ بلکہ پھولوں کے ساتھ کٹیلے پتے ۔ اور گھاس بھی لگے رہیں ۔ اگر تم کام کرودھ ۔ لوبھ ۔ موہ وغیرہ کو مارتے ہو تو میں کبھی تمہاری عزت کرونگا اور کوئی چاہے تمہاری بڑائی کرے ۔ مگر ہاں ۔ جب میں دیکھونگا کہ یہ سب قاعدہ میں رہکر خوبصورتی کا تماشہ دکھاتے ہیں تو گردن جھکاکر میں تم کو راج رشی کہہ کر نمسکار کرونگا ۔ یہ وصف راجاؤں کا ہے +

لیکن اس قسم کا راجہ ہونا آسان نہیں ہے ۔ سلطنت میں قدم قدم پر گڑھے ہیں ۔ قدم قدم پر ٹھوکر کھانا پڑتا ہے ۔ اگر ٹھوکر کھاکر سنبھل جائے تب بھی خیریت رہتی ہے لیکن اگر کہیں سلطنت کے فریب دینے

والے سُراب کی طرف نظر مایل ہوئی تو پھر نتیجہ جانکاہ ہو جاتا ہے +

"اورنگ زیب بادشاہ کے کچھ حالات"

جس شخص کو سلطنت کے سُراب نے دھوکا دیا - اور جسنے اُسکے ذیر میں آکر حسرت کے ساتھ جان دی وہ مغلیہ خاندان کا اورنگ زیب بادشاہ تھا - اُس کو لالچ کے سُراب نے مارا - اس کو مذہب کے سُراب نے مارا اس کو وسعت سلطنت کے سُراب نے مارا - اُس کو خودرائی اور بے اعتباری کے سراب نے مارا - اس کا کام خودغرضی کے سُراب نے تمام کر دیا +

یہ شاہجہان بادشاہ کا لڑکا تھا - جب شاہجہان بیمار ہوا - اس نے حکمت عملی سے لڑتے جھگڑتے ہوئے اُس کو اپنے قبضہ میں کر لیا بادشاہ پر قبضہ پانے سے پہلے اُس نے مُراد اپنے چھوٹے بھائی کو خط لکھا کہ "دارا شکوہ کافر ہے - میں مکے جانا چاہتا ہوں - خوف ہے کہیں تم کو دھوکہ دیکر جبر نہ کرے - اس لئے میں تم کو تخت پر دیکھنا پسند کرتا ہوں - اور جہاں تم تخت پر بیٹھے میں حج کو چلا جاؤنگا" - چھوٹے بھائی کو اس طرح پھانسا اور دھوکہ دھڑی سے قید کر کے پا بزنجیر گوالیر کے قلعہ میں بھیجا اور وہاں قتل کروا دیا - شجاع دوسرا بھائی اُس کے ڈر سے کُتوں کی طرح پھرتا ہوا مفقودالخبر ہو گیا - داراشکوہ کو شکست دیکر پہلے بے جھول والے ہاتھی کی پیٹھ پر بٹھاکر شہر میں تشہیر کرایا پھر سر کٹواکر اپنے روبرو منگوایا - تم اُس چھوٹے بھائی کو کیا کہوگے جو اپنے بڑے بھائی کو اس بعزتی کے ساتھ قتل کرے - یہ داراشکوہ بہت نیکبخت آدمی تھا - اُپنشدوں کا ترجمہ فارسی میں اسی نے کرایا تھا - سب لوگ اس کو پیار کرتے تھے - مگر اورنگ زیب نے اس کو کافر کا خطاب

دیکھ مسلمانوں کی ہمدردی حکمت عملی سے اپنی طرف کر لی تھی۔ حالانکہ وہ بھی اس کے بدعادات سے متنفر تھے +

ایک طرف اُس نے تمام وارثان سلطنت کو تہہ تیغ کیا۔ دوسری طرف اُن معتمد علیہ افسروں کا جن کی طاقت سے وہ ڈرتا تھا حکمت عملی کے ساتھ یا تو زہر سے کام تمام کرایا۔ یا لڑائیوں میں بھیجکر مروا دیا مسلمانوں کے خوش کرنے کے لئے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم جاری کیا۔ گاؤں کے گاؤں اُس کے وقت میں یونہی مسلمان کئے جانے لگے تھے۔ مندروں کو نہ صرف مسمار کرایا۔ بلکہ مورتوں کے ناک کان کٹوائے ان کی کثیر تعداد اِس وقت تک اُس کے ظلم و ستم کی بدیہی یادگار ہیں کتنے مندروں کو مسجدوں کی شکل میں تبدیل کرادیا۔ جزیہ جاری کیا۔ ہندوؤں کی محبت سے تو وہ یوں محروم رہا۔ مسلمان اُس کا اعتبار نہیں کرتے تھے کیونکہ اُس کو خود کسی پر اعتبار نہیں تھا۔ مسلمان فقیر تک گو وہ بے قصور تھے اُس کے حکم سے مارے گئے +

دہلی میں ایک فقیر سرمد شاہ نامی رہا کرتا تھا۔ وہ برہنہ مادرزاد تھا المست۔ نہ کسی سے لینا نہ کسی سے دینا۔ بادشاہ نے اُس کو دیکھ لیا۔ اپنے آدمی کے ہاتھ کپڑے بھیجے کہ پہن لو ننگا رہنا شرع کے خلاف ہے سرمد نے ایک کاغذ پر یہ رباعی لکھ کر خلعت لانے والے کے حوالہ کیا اور کپڑا پہننے سے انکار کر دیا +

آنکس کہ ترا کلاہ سلطانی داد
مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کہ را عیبے دید

بے عیباں را لباس عُریانی داد

بادشاہ اس جواب سے ناراض ہُوا حکم دیا۔ دُرّے لگائے جائیں۔ اور معصوم سرمد شاہ اُن کے صدموں سے جانبر نہیں ہُوا +

گورو تیغ بہادر سکھوں کے نویں بادشاہ حد درجہ کے مسکین مزاج تھے۔ بادشاہ نے مسلمان ہو جانے کو کہا۔ اِنہوں نے جواب دیا تبدیل مذہب منظور نہیں۔ پھر کیا تھا۔ اِن کا سر بُھٹّے کی طرح دھڑ سے اُڑا دیا۔ الغرض اس قسم کی کتنی نظیریں اس کے ظلم و ستم کی اب تک زمانہ کو یاد ہیں +

قول کا جھوٹا۔ بات کا کچّا۔ کسی کو اس کا اعتبار نہیں تھا +

جب ہندو سخت عاجز آ گئے۔ دکن میں سیواجی اُٹھ کھڑا ہوا۔ پنجاب میں سکھ لوٹ مار کرنے لگے۔ آگرہ کے قریب جاٹ بگڑ گئے۔ جسونت سنگھ کے ساتھ بدسلوکی دیکھ کر مارواڑیوں میں دُرگا داس نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ راجپوت سب بدظن ہو گئے۔ دیکھئے۔ ایشور کی قدرت۔ اکبر نے راجپوتوں کی وفاداری پر اپنی سلطنت کی بنیاد قائم کی تھی۔ اور اُس کے پڑپوتے نے اُن کو ناراض کر کے وہ بُنیاد کھود وادی +

سیواجی کے ساتھ مہربانی کا وعدہ کر کے دہلی بلوایا۔ وہاں اُس کو دھوکے سے قید کر لیا۔ مگر ایشور نے اُس کو کسی مقصد کے لئے پیدا کیا تھا وہ بھاگ نکلا۔ اور جیتے جی اورنگ زیب کو لوہے کے چنے چبواتا رہا +

دکن میں گولکنڈہ وغیرہ کی مسلمانی ریاستیں تھیں۔ تانا شاہ بالخصوص اس کی اطاعت میں تھا۔ وہ ہمیشہ صدق دل سے عہد و پیمان پر قائم رہا

مگر اورنگ زیب نے جان بُوجھ کر ایک خاص ایلچی روانہ کیا اور سمجھا دیا کہ اُس کو اس طرح سے چھیڑنا کہ جس میں مجھ کو لشکر کشی کا بہانہ ہاتھ آوے مگر واہ رے تانا شاہ اس اخلاق کے ساتھ برتاؤ کرتا رہا کہ کبھی کسی کو موقع شکایت کا نہیں دیا - اس مکار ایلچی نے بارہا گستاخیاں کیں - مگر وہ ہمیشہ ٹالکر اپنے آپ کو اورنگزیب کا مطیع فرمان مانتا رہا - مگر اس سے نہ رہا گیا - فوج کشی کر دی - کئی مرتبہ تانا شاہ کے ہاتھ ذلیل ہوا شکست پر شکست کھائی - تانا شاہ نے بارہا کہلایا کہ میں جادۂ اطاعت سے منحرف نہیں ہوں - کیوں میرے ساتھ ایسی بد سلوکی ہوتی ہے - مگر بادشاہ نے ایک نہیں سُنی ناحق لڑتا رہا - اور در پردہ اُس کے مکار و نمکحرام آدمیوں سے بل ملاکر اُس کا کام تمام کر دیا - سچ ہے جو اپنے باپ کا نہیں ہُوا وہ دوسروں کا کب ہونے لگا تھا +

اورنگ زیب کی زندگی ہی میں سلطنت کی بربادی کے آثار نمایاں شکل میں نمودار ہوگئے تھے - مگر جیتے جی اس نے سب کو سنبھال رکھا تھا - لیکن آخر تا کجے +

رقعات عالمگیری نامی کتاب اس کی تصنیف اُس کی قابلیت کی سند ہے - اس کے پڑھنے سے اُس کی اندرونی حالت ظاہر ہوتی ہے - وہ لکھتا ہے - موت نزدیک آ رہی ہے - میں نہیں جانتا - کس طرح خدا کے سامنے حاضر ہونگا - ہر چہار طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے +

دریں دریاء بے پایاں دریں طوفان موج افزا
سر افگندیم بسم اللہ مرسٰیہا و مجریہا -

اپنے ایک شاہزادے کام بخش کو وہ لکھتا ہے کہ "میں نے جو کچھ کیا تمہارے

لئے کیا"

ایک اور خط کا اقتباس یہ ہے جو اُس نے اپنے لڑکے اعظم شاہ کو لکھا تھا:-

"خدا تم کو سلامت رکھے۔ میں ضعیف و زار نزار ہوں۔ میرے عضو سُست ہیں۔ پیدائش کے وقت میرے ارد گرد بہت آدمی تھے۔ اب میں تن تنہا جا رہا ہوں . . . . میری تمام عمر ضائع ہو گئی۔ خدا میرے دل میں تھا۔ مگر میری آنکھوں نے اس کو نہیں دیکھا۔ زندگی کا اب کوئی بھروسہ نہیں۔ دل کو ذرا بھی چین نہیں ہے۔ دنیا میں کچھ نہیں لایا تھا مگر گناہوں کا بارگراں سر پر لادے چلا۔ نہیں معلوم مجھ کو کیا سزا ملیگی میں سخت اپنے گناہوں پر نادم ہوں" وغیرہ وغیرہ +

الغرض بادشاہ کی دلی حالت اتنی جانکاہ تھی کہ اُس کا اندازہ کرنا ہی عبرتناک ہے۔ ساری زندگی اُس کی جوڑ توڑ میں گذری۔ مکر و فریب سے کام رہا۔ آخرکار ۱۷۰۶ء میں احمد نگر کے قریب مرہٹوں کے ہاتھ سے اُس کی بڑی دُرگت ہوئی۔ اور اس واقعہ نے اُس کو اتنا نا اُمید کر دیا۔ کہ رہی سہی آس جاتی رہی اور ۲۱ فروری ۱۷۰۷ء کو اُس نے ناکامی اور یاس کے ساتھ اِس دُنیا سے کوچ کیا۔ جو اِس بادشاہ کی حالت کی مکمل تصویر دیکھنی چاہے وہ خفی خاں کی تواریخ مطالعہ کرے +

یہ سلطنت کے سُراب کے پیچھے دوڑنے کا نتیجہ تھا +

تیسرا نظارہ

حُسن کا سُراب

جو لوگ حسین ہیں وہ اپنے حُسن پر غرور کرتے ہیں جو حسن پرست ہیں - وہ بسا اوقات گمراہ ہو کر جان و مال سے ہاتھ دھوتے ہیں - حُسن کا سُراب اس لئے کم مہلک اور کم خوفناک نہیں ہے اور اس وجہ سے اُن لوگوں کو جو اس کے جادو کے چھری سے ذبح ہونے کے خطرہ میں ہیں - واقف اور خبردار کرنا - غلطی نہ ہوگی +

حسن کی مشابہت ایک روشن شمع سے دی جا سکتی ہے جو آپ تو دیکھتے دیکھتے جل جاتی ہے اور کتنے پروانے اور پتنگے اُس پر مر جاتے ہیں جنہوں نے اس حُسن کو خوشی اور شادمانی کا ذریعہ سمجھا - وہ سخت نادان ہیں - اور اُن کی زندگی کا انجام قابل رحم ہوتا ہے +

کسی سادھو کی لڑکی بہت خوبصورت تھی - ساتھ ہی وہ بڑی پارسا اور عابد بھی تھی - ایشور نے اُس کو اعلےٰ درجہ کا دل و دماغ بھی عطا کیا تھا کئی دولتمندوں نے اُس کے ساتھ شادی کرنے کا خیال ظاہر کیا - مگر وہ اُن کی طرف متوجہ نہ ہوئی - اور اپنی زندگی مالک کی یاد میں گذارنی چاہی اُس ملک کا راجہ بڑا انصاف والا تھا - کسی امیر و دولتمند کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ سادھو کے ساتھ سختی کرے - راجہ خود اُس سادھو کا معتقد تھا - اس لئے اور بھی کسی کو ہمت یا حوصلہ نہیں ہوا کہ اُس کی لڑکی کے لینے کے لئے جبر و سختی کی تدبیریں عمل میں لاوے - باپ د

بیٹی دونوں اپنا وقت بھگتی کی کمائی میں صرف کرتے تھے - رفتہ رفتہ اُس
ملک کے راجکمار کی نگاہ اُس پر پڑ گئی - عشق نے اُس کو باولا کر دیا - کچھ
دنوں تو وہ یونہی جھونپڑے کے اردگرد چکّر لگاتا رہا - آخر نہ رہا گیا - سادھو
کے قدموں میں گر کر اُس سے اپنی فرزندی میں لینے کی درخواست کی - سادھو
ہکّا بکّا ہو گیا - کہاں راجہ کہاں سادھو - اُس نے راجکمار کو دنیا کے نشیب
فراز سمجھائے - مگر یہ کب ماننے لگا تھا - سادھو بولا - بیٹے! تو راجہ ہے
لوگ تجھ کو کیا کہیں گے - راجہ سے اور فقیر سے کیا نسبت ہے - اس
کے سوا یہ بھی ممکن ہے - فقیر کی لڑکی کسی وقت تیرے کراہیت اور حقارت
کی باعث نکلے - ایک اور راجہ نے اِس قسم کی حرکت کی تھی - ایک فقیر کی
لڑکی سے شادی کر لی تھی - آخر وہ سخت پشیمان ہوا - راجکمار نے پوچھا
وہ قصّہ کیونکر ہے - سادھو نے جواب دیا - وِندھیاچل کے دکن میں ایک
ندی کے کنارہ کوئی فقیر رہتا تھا - اُس کی لڑکی بڑی خوبصورت تھی - فقیر
کے ساتھ وہ بھی بھیک مانگنے جایا کرتی تھی - اُس کی عادت بھیک مانگنے
کی پڑ گئی تھی - ایک راجکمار نے اُس لڑکی کو دیکھ لیا - ہزار جان سے اُس
پر موہت ہو گیا - فقیر سے کہا - اپنی لڑکی مجھ کو دیدے - میں اس کو محل
میں لیجا کر اپنی رانی بناؤنگا - اندھا کیا چاہے دو آنکھیں - فقیر کی لڑکی راجہ
کے گھر جائے - اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی تھی - وہ اُس کو اپنے
گھر لے گیا - اُس کے ساتھ بیاہ کر لیا - اور محل میں رہنے لگا - لیکن اُس
لڑکی میں ایک عیب تھا - وہ محل میں کسی کے سامنے کھانا نہیں کھایا کرتی
تھی - بلکہ علیحدہ کمرہ میں چاروں طرف سے دروازہ بند کر کے تب کھاتی
تھی - لوگ حیران تھے - اس معمہ کا حل کسی کو نہیں سوجھتا تھا - آخر راجہ

نے خود اس گتھی کے سلجھانے کی کوشش کی ۔ ایک دن وہ شکار کا بہانہ کرکے باہر چلا گیا اور پھر کسی طرح محل میں آکر اس رانی کے کمرہ میں چھپ رہا جب نوکر چاکر اس کا کھانا لے آئے ۔ رانی نے پہلے تو دروازہ بند کر دیا پھر موقع کے ساتھ کوٹھڑی کے مختلف طاقچوں پر جا بجا کھانے کو چن کر ایک طاق کے پاس آئی ۔ اور کہا ” داتا کلیان کرے ۔ ایک نوالہ فقیرنی کو بھی دے دو“ اور جھٹ ایک لقمہ منہ میں ڈال کر کھا گئی ۔ پھر دوسرے طاقچہ کے سامنے آئی اور ایسی ہی حرکت کی اور جب تک سارا کھانا نہ کھا لیا ۔ اسی طرح مانگ مانگ کر برابر کھاتی رہی ۔ راجہ چپکے چپکے سب دیکھتا رہا ۔ اس کے دل میں سخت کراہیت آئی ۔ سوچنے لگا ۔ یہ میں نے کیا کیا ۔ فقیرنی اپنی پرانی عادت کو نہیں چھوڑ سکتی ۔ اس کے ساتھ شادی کرنا سخت غلطی تھی +

خوے بد در طبیعتے کہ نشست

نہ رود جز بوقت مرگ از دست

اب وہ رانی کو نہ گھر سے نکال سکتا تھا نہ گھر میں رکھ سکتا تھا ۔ آخر زہر دیکر اس کا کام تمام کر دیا ۔ اور اسی میں اپنی عزت کے حفاظت کا ذریعہ دیکھا اسی طرح اے راجکمار ! میں سادھو ہوں ۔ میری لڑکی سادھو کی لڑکی ہے تو اس کے حسن پر نہ جا ۔ یہ تیرا خیال خام ہے ۔ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا ہر شخص کو اپنی حیثیت و رتبہ کا لحاظ رکھنا چاہیئے ۔ اس میں تیرے لئے سبکی اور ہمارے لئے شرم ہے ۔ ہم لوگ اپنی لڑکیوں کو رانیاں بنانی نہیں چاہتے ۔ کیونکہ جھونپڑوں کی رہنے والی محل کے لئے وضع نہیں ہوتی ہیں ۔ سادھو نے ہزار سمجھایا ۔ مگر راجکمار نے ایک نہیں سنی ۔ مجبور اس نے کہا ۔ میں اپنی لڑکی سے پوچھ لوں تب تجھ کو جواب دوں ۔ شہزادہ

اس پر راضی ہو گیا +

سادھو اپنی لڑکی کے پاس آیا - لڑکی نے کہا - راجکمار سے پوچھو - وہ کیوں میرے ساتھ بیاہ کرنا چاہتا ہے - راجکمار بولا - تیرے حُسن نے مجھ کو دیوانہ کر دیا ہے - لڑکی نے کہا آپ کل صبح تشریف لائیے - میں اپنے حُسن کی اصلیت آپ کو دکھاؤنگی - اور اگر اس وقت آپ ثابت قدم رہے تو میں ضرور شادی کرونگی - مگر ساتھ ہی آج کئی ایک بڑی بڑی نادیں بھجوا دیجئے - راجکمار نے ایسا ہی کیا - اور اپنے گھر چلا گیا +

سادھو کی لڑکی نے کیا کیا؟ اُسی وقت جمال گوٹہ کثیر مقدار میں کھا لیا اُس کو دست آنے لگے - ساری مٹی کی نادیں اُس سے بھر گئیں - صبح کا وقت ہوا - راجکمار کو کہاں صبر؟ "نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال" صبح کا تڑکا نمودار ہوا - وہ سادھو کی کوٹی میں داخل ہوا - تھوڑی دیر تک اُس کو درخت کے سایہ میں بیٹھ کر سوچنے کے لئے کہا گیا - جب روز روشن ہوا - سادھو کی لڑکی نے اُس کو اندر بلا بھیجا - اور کہا - مجھ کو دیکھ اور فیصلہ کر کہ تو اب میرے ساتھ شادی کریگا یا نہیں؟ اُس نے نگاہ غور سے دیکھا - آنکھیں دھنسی ہوئیں - چہرہ کا رنگ فق - پیشانی پر اُوداسی - ہاتھ پاؤں اینٹھے ہوئے - عجیب صورت تھی - اُس نے نگاہ پھیر لی - لڑکی بولی - آنکھ نہ چُرا - مجھ کو دیکھ کر جلد فیصلہ دے - اس نے کہا - کیا تو وہی لڑکی ہے جس کو میں نے کل ایسی خوبصورت دیکھی تھی؟ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں - اس نے سوال کیا - تیرا حُسن کہاں چلا گیا - اس نے کہا چل میرے ساتھ میں تجھ کو اپنا حُسن دکھا دوں - دونوں جھونپڑے کے دوسری طرف چلے گئے - پردہ اُٹھا دیا گیا - کئی ناند غلاظت سے بھری ہوئی نظر

پڑیں - جن سے تعفن آ رہی تھی - یہ بولی - دیکھ یہ وہ سامان ہے - جس سے میرا حُسن بنا تھا - میرے چہرہ پر جو رونق تھی وہ پانی کی تھی - پانی میں مل گئی - میرے جسم کی موٹائی اور گداز پنا مٹی کی تھی - وہ مٹی میں مل گئی - مجھ کو دیکھ - آیا - میں تیرے شادی کے قابل ہوں یا نہیں - راجکمار خاموش - زبان بند - چُپ چاپ کھڑا ہوا سوچنے لگا - سادھو کی لڑکی نے موقع دیکھ کر کہا جو ظاہری حُسن کو دیکھ کر اُس کے پیچھے دوڑتے ہیں اُن کی حالت ویسے ہی ہوتی ہے - جیسے سُراب میں پانی کا گمان کر کے ہرن دوڑتا ہے اور مر جاتا ہے - یا آگ کو کوئی اچھی چیز جان کر پتنگا آتا ہے اور جل بھُن کر خاک ہو جاتا ہے - جا - اب اس طرح کی حرکت نہ کر - یہ سبق تجھ کو زندگی بھر یاد رہیگا - راجکمار شرمندہ ہو کر چلا گیا +

رج بیرج کی کوٹھڑی تا پر رما جو رُوپ

ستّ نام بن ڈوبسی کنک کامنی کُوپ

یہ قصہ اچھا نہیں ہے - لوگ کہیں گے کیسی بُری مثال دی ہے مگر یہاں بُرائی بھلائی سے کام نہیں یہاں تو مقصد کی طرف توجہ دلانی منظور ہے اور اس نظر سے وہ بُری نہیں ہے +

حُسن دو دھاری چھُری ہے - ایک طرف وہ نادان چاہنے والوں کو مار دیتا ہے - دوسری طرف جس میں حُسن ہے وہ بھی مصیبت سے بچنے نہیں پاتا - اس لئے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ لوگ اس سے بچ کر رہیں - اور اس کے دام میں نہ آئیں +

نور جہان کے حالات

نور جہان بہت حسین عورت تھی - اس کا باپ ہندوستان میں اکبر کے

زمانہ میں آیا ۔ اور کسی طرح شاہی محل میں اس کی بی بی آنے جانے لگی ۔ نور جہاں
ابھی لڑکی تھی ۔ جب وہاں آئی تھی ۔ اس کا اصلی نام مہرالنسا تھا ۔ محل کی بیگمیں
اس کے حسن کو دیکھ کر کہا کرتی تھیں ۔ کون جانے یہ بجلی کس پر گریگی +
ایک دن کا ذکر ہے ۔ شہزادہ سلیم کی اس سے نگاہ لڑ گئی ۔ اور اس نے
اس کے ساتھ بے تکلفی کرنا چاہا ۔ مہرالنسا کی ماں نے بادشاہ بیگم سے شکایت
کی ۔ اس نے اکبر سے کہا ۔ بادشاہ نے بیٹے کو بلا کر ڈانٹا "یہ کیا حرکت ہے!
بھلے مانس ایسا نہیں کرتے" مگر سلیم کب ماننے لگا تھا ۔ مجبور بادشاہ نے
مہرالنسا کی شادی علی قلی خان کے ساتھ کرا دی ۔ جس کا بعد میں شیر مارنے کی
وجہ سے شیر افگن خان نام پڑا تھا ۔ اور اس کو ڈھاکہ کا صوبہ دار کر دیا +
مہرالنسا اس کے ساتھ چلی گئی ۔ مگر سلیم دل ہی دل میں سخت پریشان
تھا ۔ جب اکبر مرا ۔ اور وہ جہانگیر کے خطاب کے ساتھ تخت پر بیٹھا ۔ مہرالنسا
کو محل میں داخل کرنے کی نیت سے بہانہ بہانہ بیچارے شیر افگن کو جان سے
مروا ڈالا ۔ اور مہرالنساء کو محل میں لا کر اس کا نام نور جہاں رکھا ۔ اور وہ اسی
نام سے تواریخ میں مشہور ہے +
جہانگیر نور جہاں کے حسن پر مرتا تھا ۔ ایک دم کی جدائی گوارا نہیں
تھی ۔ نور جہاں چونکہ جانتی تھی ۔ وہ حسن کی وجہ سے مر رہا ہے ۔ روز بروز
اپنے حسن کے بھڑکانے میں لگی رہتی تھی اور بادشاہ کو اپنا غلام بنا رکھا تھا
جہانگیر کی اور بھی بیگمات تھیں ۔ جن کی طرف سے نور جہاں نے
بادشاہ کا دل پھیر دیا تھا ۔ نور جہاں کی وجہ سے بادشاہ کے خانگی معاملات
میں کیا کیا خرابیاں نازل ہوئیں ان کا بیان فضول ہے ۔ باپ بیٹے لڑ گئے
شاہجہان مارا مارا پھرا ۔ ساتھ ہی شاہی افسر بھی اس کے رسوخ کو سخت

ناپسند کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مہابت خان نے پانچہزار راجپوتوں کی رفاقت میں بادشاہ کو اُس کے سلطنت ہی کے زمانہ میں ایک طرح پر قید کرلیا اور نورجہاں سے علیحدہ رہنے کے لئے مجبور کیا۔ اور ایک مرتبہ تو نورجہاں بیگم کے قتل کے پروانہ پر اُس کے دستخط تک کروائے تھے۔ مگر نورجہاں بڑی چالاک عورت تھی۔ جانتی تھی۔ بادشاہ جب مجھ کو دیکھیگا۔ قول و قرار بھول جائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جب آخری دیدار کے بہانہ سے وہ بادشاہ کے پاس چلی آئی۔ جہانگیر کے آنسو نکل پڑے اور مہابت خان سے منت کرکے اُس کی جان بخشی کرائی۔ اور نورجہان نے پھر اُس کے دل پر اپنا سکّہ جما لیا +

نورجہان کی ساری زندگی اسی طرح کے سازشوں ہی میں گذری اور اُس کو چین و آرام نصیب نہیں ہوا۔ آخر جس وقت جہانگیر مرگیا۔ نورجہان کے رسوخ کا دام ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا اور اُس کی آنکھوں میں دُنیا تاریک ہوگئی۔ بہت کچھ ماتم کیا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ اُس نے اپنے بھائی آصف جاہ سے مدد لینی چاہی۔ یہ خود اپنے فکر میں تھا بہن کو قید کر لیا۔ اور حکم دیا۔ کوئی اُس سے ملنے نہ پاوے۔ مجبور سنگ آمد سخت آمد۔ بہتیری کوششیں اس نظر بندی سے نکلنے کی کیں مگر کچھ پیش نہ گئی اور چارناچار اپنی قسمت پر راضی ہونا پڑا +

شاہجہان اس سے سخت نفرت کرتا تھا۔ گو آخری عمر میں اُس نے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ پنشن مقرر کردی تھی۔ اور ظاہری عزت بھی بہت کرتا تھا مگر پسند نہیں تھی نورجہان نے چاہا۔ کہ جہانگیر کے مقبرہ ہی میں مرنے کے بعد اُس کی لاش دفن کی جائے۔ مگر اِس کو گوارا نہیں تھا۔ لاہور کے شاہ در

نامی مقام میں دیسی جگہ اُس کا مقبرہ بنایا گیا جو جنگلوں سے گھرا تھا - اور بالکل معمولی حیثیت کا تھا +

نورجہان کی آخری زندگی کا اندازہ کون کر سکتا ہے وہ یاس و نااُمیدی کی مجسم تصویر تھی - شوہر کے مرنے کے بعد بارہ برس تک زندہ رہی - کبھی رنگین کپڑے نہیں پہنے - یہ زمانہ تنہائی میں بسر ہوا - جب مرنے لگی - یہ وصیت کر گئی کہ میری قبر پر یہ شعر کُتبہ کرا دینا +

بر مزارِ ما غریباں نے چراغ نے گُلے
نے پرِ پروانہ سوزد - نے صدائے بُلبلے

اس ایک شعر سے اُس کے حرمان و بدنصیبی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اُس کا مقبرہ اب تک موجود ہے - اور اُس پر یہ شعر لکھا ہوا ہے - مقبرہ بالکل بوسیدہ ہو گیا تھا - ہندو - مسلمانوں نے چندہ کر کے اُس کی مُرمّت کرائی تھی +

یہ ایک نہایت حسین عورت کا حال ہے +

چوتھا نظارہ

تکلّف کا سُراب

ایک اُردو کے شاعر کا کلام ہے :-

دیکھا تو تکلّف میں ہے تکلیف سراسر -
اے ذوق ! جو عاقل ہیں تکلّف نہیں کرتے

معلوم نہیں - ہم ہندوستانیوں میں اس طرح تکلّف کی باتیں کیوں

آگئیں۔ ہماری مذہبی کتابوں میں کہیں اس کا نام و نشان نہیں جو بات ہے صاف صاف اور سچی سچی۔ ہمارا بیوہار بھی پہلے خراب نہیں تھا۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر بات میں جھوٹ کا کام ہو رہا ہے۔ جب ہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ مزاج شریف پوچھنے پر شکریہ کے ساتھ اپنی خیریت اور پوچھنے والے کی مہربانی کا اقرار کرتے ہیں۔ چاہے ہم اصل میں خوش نہ ہوں اور مزاج پُرسی کرنے والا ہمارا دشمن ہی ہو۔ مگر ہمارے سلوک میں بناوٹ مکاری اور ریاکاری آگئی ہے۔ اسی طرح ہمارے ہر کام میں تصنع ہے ایک ہندی کا مقولہ ہے "اہارے بیوہارے لجیا نہ کارے"۔ یعنی بیوہار میں اور کھانے پینے میں شرم نہ ہونی چاہئے۔ مگر ہم میں سے جب کوئی شخص کسی کے یہاں کھانا کھانے جاتا ہے تو شرم اور حجاب سے کام لیتا ہے۔ کاروبار میں بھی وہی تکلف! ایک چیز کی قیمت کہیں گے چوگنی۔ اور لینگے کم بعض اوقات تو ہمارے دوکاندار یہاں تک غضب کرتے ہیں کہ جب آپ کسی کے یہاں سودا مول لینے جائیے تو وہ اپنے مال کی قیمت زیادہ بتا کر کہینگے کہ قیمت تو اتنی ہے۔ مگر آپ سے ہم کم لے لینگے۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ یا تو دوکاندار حد درجہ کا بیوقوف اور مکار ہے یا وہ دوسرے کو بیوقوف اور سادہ لوح سمجھتا ہے۔ تجارت کا یہ اُصول ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہاتھ نقصان اُٹھا کر سودا نہیں بیچتا۔ یہ سب جانتے ہیں۔ کہتے بھی ہیں۔ اور ساتھ ہی بیوقوف بنانے کے لئے اُن کے ہاتھ سستا اور اصلی لاگت سے کم قیمت پر دینے کا اقرار کر رہے ہیں +

اس قسم کی باتیں اب ہمارے یہاں معمولی ہو گئی ہیں۔ اور کوئی ان کا نوٹس نہیں لیتا۔ بلکہ یہ تکلف۔ اور اخلاق کے شعبے سمجھے جاتے ہیں

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ عادت نہایت مکروہ اور بُری ہے ۔ اعلیٰ اخلاق کا معیار سچ بولنا ہے اور ہندو تہذیب کا دار و مدار اسی سچ پر تھا ۔ سچ سے بہتر کوئی مذہب نہیں ۔ سچائی سے بڑھ کر اور کوئی تہذیب نہیں ہے اور یہ تکلف جہاں انکساری اور فروتنی کی غلط شکل اختیار کرتی ہے وہاں تو یہ اور بھی مکروہ ہو جاتی ہے ۔ اور بسا اوقات نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے لوگ جانتے ہیں تکلف کرنا اچھا ہے ۔ یہ تہذیب اور لیاقت کی بات ہے مگر کبھی کبھی جب اس کی بدولت اُن کا نقصان ہو جاتا ہے تب بہت پچھتاتے ہیں ۔ افسوس کا ہاتھ ملتے ہیں ۔ مگر کیا عادت چھوٹتی ہے ۔ پشیمانی اور حیرانی بھی اُن کو راہ راست پر نہیں آنے دیتی +

مرزا پور کے صاحب کلکٹر کے یہاں ایک اسامی خالی ہوئی تھی ۔ دو اُمیدوار آئے ۔ ایک تو قوم کے کائستھ تھے دوسرے جولاہے تھے ۔ گو تکلف و ظاہرداری مسلمانوں میں زیادہ ہوتی ہے ۔ مگر اِن کائستھ صاحب نے اُس کی حد کر دی تھی ۔ جولاہے صاحب نے برخلاف اس کے ابھی تک اپنی قومیت کے عادات کو فراموش نہیں کیا تھا ۔ اُن میں ایک طرح کی جُرأت تھی جو گاؤں کے رہنے والوں سے مخصوص ہے ۔ صاحب کلکٹر نے پہلے کائستھ صاحب کو بلایا +

صاحب ۔" وِل ! تم مساحت جانتا ہے ؟ +

کائستھ ۔ حضور ! بندہ ہیچمدان ہے ۔ بندہ کچھ نہیں جانتا ۔ مگر ہاں حضور کے اقبال سے سب کچھ کر لیگا ۔ (حضرت مساحت سے بہت واقف تھے ۔ مگر غلط انکساری کی وجہ سے انکار کر بیٹھے) +

صاحب ۔ بہت اچھا ۔ سلام ۔ اب تم جاؤ ۔ ہم ایسا آدمی رکھیگا

جو مساحت جانتا ہو +

بیچارے چُپ۔ اپنا سا مُنہ لیکر باہر آئے۔ اب صاحب جولاہے سے مخاطب ہوئے +

صاحب۔ تم مساحت جانتا ہے؟ +

جولاہا۔ ہاں حضور! خوب جانتا ہے۔ تختہ مسطح۔ اقلیدس۔ منسوریشن جریب۔ سب جانتا ہے +

صاحب۔ بہت اچھا۔ تم آج سے نوکر ہو گیا۔ جاؤ سر دفتر تم کو پروانہ دیگا +

جولاہے کو مساحت نہیں آتی تھی۔ دو چار روز کے بعد سر دفتر نے کہا یہ کچھ نہیں جانتا۔ مگر پہلا اُمیدوار زیادہ واقفکار معلوم ہوتا ہے۔ صاحب بولے۔ پھر اُس نے جھوٹ کیوں کہا۔ سر دفتر نے جواب دیا۔ اس نے تکلّف کے ساتھ اپنی انکساری ظاہر کی تھی۔ صاحب بہت دیر تک مُسکراتے رہے +

یہ ہمارے بیوہار کی خوبیاں ہیں۔ اور جو لوگ اس تکلّف کے بھرم میں پڑتے ہیں۔ وہ تکلیف بھی اُٹھاتے ہیں +

دو مسلمان صاحب کہیں سفر کو جا رہے تھے۔ اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی آئی۔ ایک صاحب، کہتے ہیں۔ قبلہ آپ تشریف لے چلئے۔ دوسرے کہتے ہیں نہیں۔ میں ایسی گستاخی کبھی نہ کرونگا۔ آپ تشریف لے چلئے۔ غرضیکہ اس تکلّف کے برتاؤ میں گھنٹی بجی گاڑی چل نکلی اور دونوں مُنہ دیکھتے رہ گئے

یہ مبالغہ نہیں بلکہ صحیح ہے اور جہاں کہیں اب بھی اُن مزاج کے لوگ ملتے ہیں۔ تکلّف میں کمال ہی دکھاتے ہیں +

ایک قصہ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے - جس زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے بنگال میں اپنا تسلط جمایا - مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایک عربی مدرسہ بنوایا - جہاں طالبعلموں کی بہت بڑی تعداد پڑھتی تھی - کالج میں داخل ہونے کا زینہ ایک ہی تھا - دو مولوی صاحبان ایک ساتھ تشریف لائے - وہ کہتے ہیں قبلہ آپ چلئے - یہ کہتے ہیں نہیں قبلہ آپ تشریف لیچلئے - اسی تکلّف میں سارا وقت گذر گیا دو میں سے ایک صاحب بھی کالج کے اندر تشریف نہیں لیگئے - جب انگریز پرنسپل کو خبر معلوم ہوئی اور اُس نے سارا حال من و عن سُنا - خوب ہنسا اور دوسرے دن ایک دوسرا زینہ قائم کرنے کا حکم دیا - اور مولوی صاحبان سے کہا - آیندہ آپ صاحبان ایک ہی زینہ سے تشریف نہ لائیں - علیحدہ علیحدہ زینے بنوا دئے گئے ہیں +

ہم میں تکلّف کمال درجہ کا ہے - ایک شخص جب دوسرے کی تعریف کے پُل باندھتا ہے - تو دوسرا بھی وہ دُون کی لیتا ہے کہ واہ رے واہ ،، "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" - جہاں کہیں اب بھی تکلّف کا برتاؤ ہوتا ہے - وہاں کی گفتگو سُننے کے لائق ہوتی ہے +

خط و کتابت میں سارا کاغذ آداب و القاب سے بھرا رہتا تھا - جب سے سرکار نے پوسٹ کارڈ جاری کیا ہے - اُس میں سادگی آنے لگی ہے +

اسی طرح کھانے پہننے میں سب جگہ تکلّف ہے - زمانہ اس پچیس تیس برس کے عرصہ میں بہت کچھ بدل گیا - مگر ہندوستانیوں کے تکلفات میں اب تک اتنی تبدیلی نہیں آئی - لوگ تکلّف کے بھرم میں تکلیفیں سہتے ہیں - اُس کو زندگی کا مقصد سمجھ رکھا ہے اور طرز معاشرت کا معیار خیال

کر لیا ہے - تکلیف اُٹھاتے ہیں مگر سنبھلتے نہیں - اِس سے بدتر ثمراب اور کیا ہو سکتا ہے! +

پانچواں نظارہ

نمائش اور تزک احتشام کا ثمراب

دُنیا نمود کی شائق ہے - ہر شخص کو نمائش پسند ہے - ہر شخص چاہتا ہے کہ لوگ اُس کے رہن - دولت - عزت حُرمت - قدر و منزلت کو دیکھیں اور اس کے دکھانے کے وہ نئے نئے ڈھنگ سوچتا ہے - اُس کی خوشی اس دکھلاوے میں رہتی ہے - لیکن یہ دکھلاوا دراصل خوشی نہیں بخشتا حد درجہ کی قید کی زنجیر ہو جاتی ہے اور نمود و شہرت کے شائق کی آنکھ پھوڑ دی جاتی ہے اور وہ بُری طرح سے جان دیتا ہے +

کاش! اگر اِس نمائش کا بیوہار نہ ہوتا تو زندگی کے مقصد کی تکمیل میں اس قدر خرابی نہ واقع ہوتی - اور نہ انسان انسانیت سے گرتا +

ایک شخص خیرات اس لئے نہیں کرتا کہ وہ مذہبی فرض ہے بلکہ وہ اُس کو نمود حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے اور وہ اس کی بدولت مشہور ہو جاتا ہے - اب اگر اِس شخص کو کوئی دُکھ ہو تو وہ یہ کہیگا کہ ہائے میں نیکی کرتا ہوں ایشور مجھ کو دُکھ دیتا ہے - اس نادان کو معلوم ہونا چاہئے تو نے نیکی کب کیا تھا - وہ کہیگا دیکھو - میں نے دھرم سالے بنوائے کنوئیں کھُدوائے - سدابرت جاری کیا اور تم کہتے ہو - نیکی کب کیا تھا - میں اس کو جواب دونگا - دوست! تم نے یہ سب کام ضرور کئے تھے - مگر شہرت

ونمود کی خواہش کے ساتھ کئے تھے - تم کو اُس کا پھل مل گیا - جو خواہش تھی پوری ہوئی - اب اس سلسلہ میں شکایت کیا کرتے ہو - تمہارے کام کے جزا کی حد ہے وہ حاصل ہوگئی - اس سے زیادہ اب اُس سے کیا اُمید رکھتے ہو - تم کو جو دُکھ سُکھ ملتے ہیں وہ اور کرم کے نتیجے ہیں - کیونکہ اس کا نتیجہ تو تم کو مل گیا - وہ کسی اور کرم کے پھل ہیں - نیکی دراصل وہ ہے جو غرض سے خالی ہو - نشکام کرم ہو - ایک ہاتھ خیرات دے دوسرا نہ جاننے پاوے - تب تو وہ نیکی ہے ورنہ وہ دُنیا کا معمولی کرم ہے - اس کی بڑائی اور عظمت کے گیت کیا گایا کرتے ہو - نادان اس کی تعریف کیا کریں - ہم تو اس کو ذرا بھی وقعت نہیں دیتے +

الغرض دھرم کرم سب جگہ نمائش ہے - زندہ ماں باپ کو تو چاہے کھانے تک کو بھی نہ دیں - مگر اُن کے برسی اور شرادھ کے دن ہزاروں خرچ کرتے رہتے ہیں - اس کو تم نیکی کہوگے - یہ نیکی نہیں بلکہ ایک قسم کا بیوپار ہے +

اگر یہ بیوپار ایک حد تک محدود رہے تو مضائقہ نہیں - مگر مشکل یہ ہے کہ یہ جہان بھوت کی طرح گردن پر سوار ہُوا - پھر روز بروز اس کا سلسلہ بڑھتا ہی جاتا ہے - آج ایک طرح کا نمود ہے کل دوسری طرح کا ہے - آج یہ نام کیا - کل وہ نام ہوا - آسودگی نہیں ہوتی - اور سُراب کے ہرن کی طرح اس کی خواہش بڑھتی ہی جاتی ہیں - اور آخر ناکامی و ناکامیابی اور مایوسی کے ساتھ یہ جان دیتا ہے +

یہ نہ سمجھو کہ یہ نمائش صرف دُنیاداروں یا اوسط درجہ ہی کے آدمیوں میں ہوتی ہے - عالم علمیت کو اپنے نمود کا ذریعہ بناتے ہیں - صاحب

تصانیف اپنی تصنیف سے شہرت حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں بھگت بھگتی کا چمتکار دکھلاتا ہے۔ گیانی گیان کی کتھائیں اس انداز سے کہتا ہے کہ لوگ موہت ہوں۔ اُس کا دربار خوب لگے۔ اور دور دور تک کے لوگ اُس کے درشن کو آویں۔ میری دانست میں ایسے عالم کو عالم ایسے مصنف کو مصنف۔ ایسے بھگت کو بھگت اور ایسے گیانی کو گیانی کہنا ہی غلطی ہے۔ نہ اُس نے علم کا مقصد سمجھا۔ نہ اِس نے تصنیف کی غرض سے واقفیت پیدا کی۔ نہ بھگت نے بھگتی کے مآل کار کو جانا۔ نہ گیانی نے گیان کے سروپ کو پہچانا۔ یہ سب مرگ ترشنا کے جل کے پیاسے بنے اور اُس کے پیچھے جان دی۔ کیا غرض تھی اور کدھر یہ بھگ گئے۔ یہ نمائش قریب قریب سب میں ہے۔ اور سب کے کام میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ سب کے گلے کی زنجیر بنی ہوئی ہے +

ہائے۔ یہ نمائش ہی مایا ہے جس نے سب کو بھرم میں پھنسا دیا اور کوئی اصلیت کی طرف نہیں جاتا۔ بات بات میں پھنسا ہوا نمود و شہرت چاہتا ہے کبیر صاحب فرماتے ہیں :-

اور بھُولے شٹ درشن بھائی۔ پاکھنڈ بھیس رہا لپٹائی

جینی۔ دھرم کرم نہیں جانا۔ پاتی تور دیو گھر آنا

ترجمہ و شرح۔ کس کس کو کہئیں۔ چھ درشن والوں نے گمراہ ہوکر پاکھنڈ کا بھیس دھارن کیا۔ اُن کو یہ خیال نہیں کہ درشن کی غرض کیا ہے۔ انہوں نے اُن کو بحث، مباحثہ اور مکر و فریب کا ذریعہ بناکر نمائش حاصل کرنی چاہی اسی طرح جینی نے اھنسا کا جو پرم دھرم ہے اُس کی سمجھ نہیں حاصل کی۔ درخت کے پتے توڑ کر دیوتا کو پوجتا ہے۔ اُس سے کوئی پوچھے تو یہی

کما یتا توڑنے سے رہنسا نہیں ہوتی - ورشن اس لئے پڑھے جاتے ہیں
لوک فلاسفر مشہور ہوں اور جینی دھرم کرم اس لئے کرتا ہے کہ وہ دھارمک
اور اہنسک بتایا جاوے اور لوگ اُس کی عزت کریں +
الغرض یہ نمائش زندگی کے تمام محکموں میں اپنا ناقص زہر پھیلایا
کرتی ہے - اور جس نے بھول کر اِس کو زندگی کا مقصد سمجھ لیا - اُس کے
حال پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جائے +

شاہجہان بادشاہ دہلی کے کچھ حالات

شاہ جہان بادشاہ مزاج کا نیک تھا - اس میں شک نہیں کہ وہ خون
میں پاؤں رکھتا ہوا تخت پر چڑھا تھا - تاہم کسی حد تک اُس کو معاف کیا
جا سکتا ہے - اِس کا نام شہزادہ خورم تھا - شاہجہان خطاب تھا - پورا نام
شہاب الدین شاہ جہان صاحبقران تھا - رعایا اکبر اور جہانگیر کے زمانہ سے
خوشحال چلی آتی تھی - اس لئے اس کے زمانہ میں بہت کچھ تسلط تھا۔ اس
لئے اُس کو عیش و عشرت کی بہت سوجھنے لگی - اور سلطنت میں تزک
احتشام اور نمود کی طرف حد سے زیادہ توجہ کی +
عمارت کا بڑا شوق تھا - عمارت کی نفاست کی تمیز میں وہ نہ صرف
اپنے زمانہ کا وحید العصر تھا - بلکہ اِس وقت تک اُس کی بنوائی ہوئی عمارتیں
لاثانی سمجھی جاتی ہیں +
بادشاہ کی سواری جب کبھی نکلتی تھی بڑے ہی دھوم دھام سے نکلتی
تھی - جشن کچھ ایسے اہتمام سے کئے جاتے تھے کہ شاید جمشید اور فریدوں
کے خواب و خیال تک میں نہ آیا ہوگا - ہر بات اپنے طرز کی نرالی - جو کام
کیا اُسی میں کمال دکھلا دیا - اس سے زیادہ نمائش کا سامان دُنیا کے کسی

بادشاہ کے یہاں اب تک نہیں ہے ۔ دل بادل کا شامیانہ ۔ سہانا منڈل کا خیمہ ۔ برسوں میں جاکر تیار ہوئے تھے اور جب یہ میدان میں کھڑے کئے جاتے ہیں ۔ طلسم کا منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا تھا ۔ چاندی سونے کے کھمبے ۔ جن کے ہر چہار طرف طلائی اور نقرئی چوبیں ۔ اُن پر غضب کا مینا کاری کا کام کیا ہوا +

محلوں کو دیکھئے تو ان میں عالم خواب کا تماشا نظر آتا تھا ۔ دُنیا میں اُن کی نظیر کہیں نہ ملیگی ۔ ہزاروں محل بنے ۔ اب تک بنائے جاتے ہیں ۔ مگر شاہ جہاں کی بات شاہ جہاں کے ساتھ گئی ۔ اُس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے +

تخت طاؤس عجیب و غریب چیز تھا ۔ اُس کی لاگت کروڑ روپیہ بتائی جاتی ہے ۔ اِس زمانہ میں تو وہ دس کروڑ میں بھی نہ بن سکیگا ۔ جس وقت بادشاہ اُس پر جم کر بیٹھتا تھا ۔ راجہ اِندر کے سبھا کا نظارہ ہوتا تھا ۔ مور کے پر کچھ ایسے انداز سے بنے تھے گویا وہ ناچ رہے ہیں ۔ چونچ جڑاؤ اور اُس سے موتیوں کی خوبصورت مالا لٹکتی ہوئی ۔ دربار میں راجا مہاراجا امیر و وزیر کے نشست کا وہ معقول انتظام کہ جس کا حد و حساب نہیں ۔ ہر بات سے خوش سلیقگی ۔ خوشنمائی اور نفاست برستی تھی ۔ سپاہی سنہری وردیاں پہنے ہوئے موقع موقع پر کھڑے ہوئے ۔ امیر وزیر بادشاہ کے دہنے بائیں ادب کے ساتھ نیچے سر کئے منتظر حکم ۔ کیا مجال ۔ ذرا کوئی دم تو مارے ۔ اِس کا دربار کیا ہوتا تھا ۔ ایک تصویر کا عالم ہوتا تھا +

عمارات میں دہلی کا سُرخ پتھر کا قلعہ ۔ موتی مسجد ۔ تاج محل ۔ اعتماد الدولہ

سب اِس کی یادگار ہیں - اور سب ایک سے ایک بڑھ کر - تاج محل کا روضہ
دُنیا کی لاثانی عمارت ہے - وہ عجائبات زمانہ میں سے ایک سمجھا جاتا ہے
اور ایسے موقع کے ساتھ بنایا گیا ہے - کہ نگاہ پڑتے ہی انسان ششدر
ہو جاتا ہے - اور خدا کی قدرت یاد آنے لگتی ہے +

الغرض اس بادشاہ نے اپنی زندگی کا کثیر حصہ اسی قسم کے نمائش و
دکھاوے کے کام میں صرف کئے - اس میں شک نہیں عمارتوں کے لحاظ
سے وہ ہندوستان کو عجائب خانہ بنا گیا - مگر خاص اُس کی زندگی پر اُن
سب باتوں کا اثر کیا ہوا +

ممتاز محل اس کی چاہتی بیوی آصف جاہ کی لڑکی تھی - چاروں
دارا - شجاع - مُراد - اورنگ زیب - اُسی کے پیٹ سے تھے - جب
حمل کی وجہ سے قریب المرگ ہوئی - بادشاہ سے کہا - میرے پیچھے اب
شادی نہ کرنا - ورنہ اولاد میں رقابت پیدا ہوگی اور میرا مقبرہ عجیب و
بنوانا - بادشاہ نے اس کی نصیحت قبول کی - مگر ممتاز محل کا مرنا تھا کہ
اُس کی زندگی تاریک ہو گئی - تمام پہلے کی چہل پہل جاتی رہی - اس
رنج ہوا کہ سر کے بال جلد سفید ہو گئے +

جب یہ بیمار پڑا - لڑکوں کے درمیان ناچاقی ہوئی - اورنگ زیب
ان سب میں چالاک تھا - جوڑ توڑ کر کے باپ کو قید کر لیا - کوئی اس
کے پاس آجا نہیں سکتا تھا - قید میں اُس کی زندگی بدتر از موت
تھی - اولاد کے ہاتھ سے سواء شاہجہان کے اس قسم کی ذلت اور مصیبت
شاید ہی کسی نے اُٹھائی ہو - اور دُنیا میں اورنگ زیب کی طرح شاید ہی
کسی لڑکے نے اپنے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہوگا +

شاہجہان نے چونکہ نمائشی باتوں کی طرف بہت دھیان دیا تھا۔ آخری وقت میں اُس نے اورنگ زیب سے تاج محل کے ایک نظر بھر کر دیکھ لینے کی درخواست کی۔ یہ کب ماننے والا تھا۔ مگر خیر۔ کہنے سننے کی وجہ سے باہر تو نہیں جانے دیا۔ قیدگاہ سے تاج محل کے دیکھنے کا حکم دیا۔ شاہجہان نے اُس کو حسرت اور افسوس کے ساتھ دیکھا۔ یہی عمارت اُس کے زندگی کی مقصد بنی تھی۔ دل میں بہت کچھ افسوس کیا۔ اور روتے روتے بڑی مصیبت کے ساتھ اس دُنیا سے کوچ کیا۔ لوگ کہتے ہیں۔ تاج محل کے نظارہ دیکھنے کے بعد اورنگ زیب نے بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھرا کر اندھا کرا دیا تھا۔ کون جانے یہ صحیح ہے یا غلط ہے کیونکہ صرف روایتوں ہی سے اس کا پتہ لگتا ہے۔ چاہے جو کچھ ہو۔ شاہجہان کی زندگی کا انجام نہایت حسرتناک تھا۔ وہ نمائش و احتشام کے سُراب کی دلدل میں پھنس گیا اور اُس سے جانبر نہ ہو سکا +

چھٹواں نظارہ

فیشن کا سُراب

نوجوانوں میں بالعموم فیشن کا جنون زیادہ ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ان کی پیروی میں سُکھ و آرام ہے۔ مگر یہ غلطی ہے +

قدیم زمانہ کے رشی جانتے تھے کہ یہ عادت انسان کو بہت خود آرائی اور خود رائی کے خندق میں گرانے والی ہے۔ اس لئے انہوں نے اس قسم کا انتظام پہلے سے ہی کر رکھا تھا کہ اس کی جڑ ہی نہ رہنے پاوے۔ جہاں

لڑکا پانچ سات برس کا ہوا - وہ گورو کی خدمت میں جاکر ریاضت اور نفس کُشی کی زندگی بسر کرنے لگتا تھا - اور چونکہ سب کی وضع ایک طرح کی ہوتی تھی - اُن میں شوقینی اور تکلف کا خیال تک نہیں پیدا ہونے پاتا تھا - انسان ہمیشہ اپنے ہمجنسوں کو دیکھ کر اُسی وضع پر چلنے اور کاربند ہونے کا شائق رہتا ہے - جہاں بالکل وضعداری کا خیال ہی نہیں ہو - نہ تن آسانی کی طرف دھیان جانے پاوے اور نہ سامان و سامان ہو وہاں کیسے کوئی خوش وضعی اور تکلفات کا غلام بنے - یہ زمانہ فیشن کا ہے - اگر کسی کے پاس اچھے کپڑے نہ ہوں تو وہ شرم کے مارے باہر نہیں نکلتا اور جیسی پوشش کا رواج ہو جاتا ہے - اُسی کو سب پسند کرنے لگتے ہیں - تہذیب کا معیار ہی یہ مان لیا گیا ہے کہ آدمی فیشن کو نظر انداز نہ کرے - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ فیشن کا بھوت اُس کو سخت عاجز کر دیتا ہے - گاڑھے کی کمائی کپڑے لتے اور تکلفات کے نذر ہو جاتی ہے - دن میں پانچ پانچ دفعہ بلکہ دس دس دفعہ کپڑوں کے بدلنے کا خیال آتا ہے - مانا - یہ وقت پورانے وضع قطع کی پابندی کا نہیں - اور نہ ہم اُس زمانہ کو اس آسانی کے ساتھ واپس لا سکتے ہیں - بغیر اچھی لباس کے سرکار دربار تک میں جانے کا موقع نہیں ملتا - شرافت کی پہچان تک اچھے کپڑوں تک محدود ہو گئی - یہ سب سچ ہے اور اس کی موجودگی میں انسان مجبور ہے کہ وہ موجودہ وقت کے طرز معاشرت کی پیروی کرے - تاہم یہ ممکن ہے کہ انسان اپنی وضع کو سادہ رکھے - کپڑے صاف ستھرے اچھی طرح پہ سئے ہوں - یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قیمتی ہوں - اور خواہ مخواہ سب ہی نئی تراش و خراش کے موافق ہوں - دنیا میں فرانس ایک ایسا ملک ہے جہاں نت نئے فیشن کی چیزیں ایجاد ہوتی رہتی

ہیں - یورپ اور امریکہ رہنے والے اس کی تقلید کا دم بھرتے ہیں - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دولت کی کثیر مقدار انہیں بیہودہ مزخرفات میں ضائع ہو جاتی ہے سُکھ تو ملتا نہیں - بلکہ چت کی ورتی اس طرح کی ہو جاتی ہے کہ ہر وقت اوروں کی نکتہ چینی کا خوف رہتا ہے - خوف میں دُکھ ہے - اور اس نئے فیشن اور تکلفات کی دُنیا میں رہنے والوں کو سُکھ شاذ ہی نصیب ہوتا ہے - جہاں وہ کسی صحبت میں گئے - سب سے پہلے اُن کی توجہ لباس پوشش عطریات کے استعمال - اور وضع قطع ہی کی طرف جاتی ہے - اگر انسان ذرا ادھر توجہ کرتا - اور اس کے فریب اور دھوکے کو دیکھ لیتا تو شاید بھول کر بھی اُدھر مایل نہیں ہوتا - مگر افسوس یہ ہے کہ بہت کم آدمی ایسے ملیں گے جو اس کی طرف غور کرتے ہونگے - ورنہ کثیر التعداد پڑھے لکھے نوجوان اپنی زندگی کو اس ناپاک زہر سے مسموم کر لیتے ہیں - اعلےٰ صحبت اور اعلےٰ طبقہ کا نام اُس جماعت کو دیا جاتا ہے جو نئی سے نئی تراش وخراش پہ مفتون ہو - اور وہاں اُن کے درمیان رہ کر انسان میں جو جو خرابیاں آ جاتی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں - لوگ ایسے آدمیوں میں ملتے ہیں اُن کی رائے کی وقعت کرتے ہیں - اُن کی تقلید کا دم بھرتے ہیں - مگر اس کا صلہ کیا پاتے ہیں جب کبھی موقع آتا ہے - گنوار - بھدے - بدوضع دقیانوسی اور دہقانی کہے جاتے ہیں - یہ انسان کی سخت غلطی ہے - جہاں اپنی حقارت ہو - وہاں بھول کر بھی نہ جانا چاہیئے - اور نہ اپنے آپ کو اس فیشن کے مذبح پر قربان کرنا چاہیئے +

جے پور کے ایک راجہ کے یہاں بوندی کی شہزادی بیاہ کر آئی - اُس کی پوشش راجہ کو پسند نہیں تھی - جب زیادہ خلا ملا ہو گیا - وہ وقتاً فوقتاً

بوندی والوں کی وضع پر پھبتیاں اُڑانے لگا - رانی بیچاری برداشت کرتی گو
ایک دن راجہ نے ہاتھ میں قینچی لیکر کہنے لگا کہ لاؤ - میں تمہاری پوشا
کو کاٹ چھانٹ کر درست کر دوں - رانی نے اُسی وقت میاں سے تلوا
کھینچ لی اور کہنے لگی - خبردار! تم میں خودداری نہیں ہے - تم نے قینچی میر
کپڑوں میں لگایا نہیں کہ میں یہ تلوار کلیجے میں بھونک دونگی - تم نے مغ
کے دربار کی وضع پسند کر لی ہے تم پسند کیا کرو - بوندی کے محلات کی وض
داری اور طرح کی ہے - وہ مغل دربار کی وضع کو نہیں پسند کرتے تم کو ا
کیا ہے کہ تم ناحق دخل در معقولات کرو اور اُن پر پھبتیاں اُڑایا کرو ہر شخص کو اختیار ہے جیسا
چاہے ویسا لباس پہنے - آج سے میں وصیت کر جاؤنگی کہ بوندی کی لڑکیاں کبھی تمہا
خاندان میں نہ بیاہی جائیں" اور ایسا ہی ہوا - راجہ دنگ رہ گیا +

ہر شخص ہر قوم اور ہر مُلک کی وضع قطع جداگانہ ہے - حتیٰ الامکان اُس کو
سادہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے - نہ کہ اوروں کی وضعداری کی خواہ مخ
پیروی کی جائے - آج کل ہمارے ملک میں کئی طرح کے فیشن ہیں - اور سا
ملک آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا ہوا ہے - کوئی کوٹ پتلون ڈانٹتا ہے - کوئی
اچکن پہنتا ہے - کوئی کُرتہ دھوتی کو پسند کرتا ہے - ایک ہی ملک ایک ہی
قوم اور یہ اختلافات ! میں نے اکثر نوجوانوں کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ کوٹ
پتلون پہننے سے ریل کے سفر کے وقت ریلوے ملازم ڈر جاتے ہیں - اور بد
سلوکی نہیں کرتے - یہ بات کسی حد تک صحیح ہے - مگر ان نوجوانوں کا دل
کس قدر چھوٹا اور کمینہ ہے - جو ذرا سے مفاد کے لئے اپنی قومیت اور اپنی
وضعداری کی تحقیر کرتے کراتے ہیں - آخر ان سے کیا اُمید کی جا سکتی ہے
عزت اور حرمت فیشن پر نہیں ہے - یہ کوئی چیز ہی اور ہے اور ہم لوگوں

کو بھول کر بھی اُس کے ٹُہراب میں مُبتلا نہ ہونا چاہیئے +

جو شخص تکلفات اور فیشن کا دلدادہ ہوتا ہے ۔ اُس کا انجام بخیر نہیں ہوتا +

ابوالحسن تانا شاہ کے کچھ حالات

ابوالحسن تانا شاہ حیدر آباد گولکنڈے کا بادشاہ تھا ۔ یہ نہایت نیک بخت اور خوش اخلاق آدمی تھا ۔ اس کی ذات میں خوبیاں بہت تھیں ۔ اگر عیب تھا تو یہ تھا کہ طبیعت صد درجہ کی نفاست پسند اور لطافت پسند بن گئی تھی ۔ اور اسی نفاست اور لطافت کو وہ سب کچھ سمجھ کر اسی میں تفریح اور خوشی تلاش کرنے لگا ۔ قاعدہ کی بات ہے ۔ انسان جدھر زیادہ توجہ کرتا ہے اُسی طرف وہ کچھ نہ کچھ عجیب وغریب کام کر گذرتا ہے ۔ تانا شاہ بہت بڑا خوش وضع اور فیشن کا دلدادہ تھا ۔ گانے بجانے میں کمال تھا ۔ یہاں تک کہ اگر اُس کو اُس زمانہ میں اس علم کا یکتاء روزگار کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا ۔ اس کے درباری سارے خوش پوشاک اور خوش وضع تھے ۔ بادشاہ کو اس بات کا سب سے زیادہ خیال رہتا تھا ۔ ساتھ ہی وہ ایسے نئے نئے سامان ایجاد کیا کرتا تھا جس سے اس کو اور بھی تقویت ملتی تھی +

ایک مرتبہ کا ذکر ہے ۔ اورنگ زیب نے اُس کے عادات و اطوار سے واقفیت پیدا کر کے اُس کو سب سے قیمتی اور اچھا عطر بھیجا ۔ شاہی ایلچی خود اُس کو لیکر تانا شاہ کے پاس گیا ۔ اور بڑے تپاک کے ساتھ پیش کیا ۔ چونکہ دہلی کا بادشاہ کل ہندوستان کا شہنشاہ سمجھا جاتا تھا ۔ تانا شاہ نے اُس کے تحفہ کو بڑی تعظیم کے ساتھ ہاتھ میں لیا ۔ مگر جس وقت سونگھنے کے ارادہ سے اُس کو ناک کے پاس لے گیا ۔ طبیعت سخت مکدّر ہوگئی ۔ اپنی

کراہیت کو ضبط نہ کر سکا - اور اُس کے منہ سے نکل گیا - کہ اس سے گھوڑے کی بُو آتی ہے - دہلی کے سفیر کو اس بات کا سخت رنج ہوا - اُس نے اورنگ زیب کو لکھ بھیجا - کہ آپ کے تحفہ کے ساتھ اس طرح کا سلوک ہوا ہے - اورنگ زیب کو سخت تعجب معلوم ہوا - تحقیقات کی گئی کہ یہ عطر کہاں کا بنا ہوا ہے - جس سوداگر نے اس کو فروخت کیا تھا وہ بلایا گیا اور عندالتحقیقات اُس نے کہہ دیا کہ یہ وہ عطر ہے جو تانا شاہ کے اصطبل کے گھوڑوں کو مَلا جاتا تھا - اور اصطبل ہی کے داروغہ نے لاکر میرے ہاتھ فروخت کیا تھا +

اس بات کا سننا تھا کہ اورنگ زیب نے تانا شاہ کے متعلق طرح طرح کے خیالات دل میں سوچنے شروع کئے - اُس نے سمجھا کہ جو شخص اس قسم کا دماغ رکھتا ہے وہ سواء اس کے کہ رات دن عیش و تکلف میں زندگی بسر کرے اور کچھ نہ کرتا ہوگا اور ایسے آدمی کا مار لینا آسان شکار ہے - یہ اورنگ زیب کی غلطی تھی - تانا شاہ اس میں شک نہیں کہ تکلف پسند حد درجہ تھا - مگر دلیر اور شجاع بھی تھا - تاہم بادشاہ نے نہیں مانا - اور اُس کے فتح کرنے کا ارادہ کر ہی لیا - اور خود دکن گیا - تانا شاہ کے آدمی بڑی دلیری سے لڑے - بادشاہ کو کئی موقعوں پر شکست ہوئی - مگر اُس نے باوجود تانا شاہ کے متواتر اصرار کے صلح نہیں کی - کیونکہ وہ جانتا تھا - تانا شاہ میں یہ سخت کمزوری ہے اور وہ اس کی وجہ سے ضرور مغلوب ہوگا +

قصہ کوتاہ بار بار لڑائی ہوئی - تانا شاہ شکست کھا گیا - اور دہلی والوں نے اُس کو پا بزنجیر کر لیا - فوج کے سپہ سالار نے پوچھا "حضور

تانا شاہ کی نسبت کیا حکم ہوتا ہے۔ وہ قید کیا جائے یا قتل کیا جائے"!
اورنگ زیب نے تھوڑی دیر تک غور کیا۔ پھر کہنے لگا۔"اس کو دولت آباد کے قلعہ میں لیجاکر قید کر دو۔ اور ایک دن کسی جگہ کھڑا کرکے اُس کے ہر دو طرف سے گنوار اور میلی کچیلی کپڑے پہنے ہوئے دیہاتی عورتوں کو گذار دو۔ یہی اُس کی سزا ہے"! فوج کے سردار نے لفظ بہ لفظ اِس حکم کی تعمیل کی۔ جس وقت گنوار میلی کچیلی عورتیں اُس کے پاس سے گذریں وہ اُن کی بدبو اور بدوضعی کو برداشت نہ کر سکا۔ اور اُسی وقت دیکھتے دیکھتے گر پڑا۔ اور مر گیا +

انسان دُنیا میں کسی خاص غرض کے لئے آیا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ اپنی زندگی فیشن اور تکلفات کے پیچھے برباد کردے اور یہ نہ سوچے کہ میں اِس کے سوا اور بھی کسی کام کے لئے وضع کیا گیا ہوں +

ساتواں نظارہ

حکومت کا سراب

حکومت سے پیاری کیا چیز ہے؟ اختیارات سے زیادہ مٹھاس کس میں ہے؟ دس بیس سو پچاس آدمی اپنے زیر اثر ہوں۔ اُن پر دباؤ ہے وہ اشاروں پر کام کرتے ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے + شاہجہان بادشاہ کو اُس کے بیٹے اورنگ زیب نے قید کر لیا۔ اور قید بھی ایسی بُری طرح کہ ایشور کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ پوچھا گیا کہ آپ کو ایک غلہ کھانے کو اور ایک کام دل بہلانے کو دیا جائیگا۔ سوچ

لیجئے ۔ جو پسند ہو ۔ ویسا انتظام کیا جائے ۔ شاہجہان نے غور کے بعد
جواب دیا ۔ کھانے کے لئے چنے اور پڑھانے کے لئے لڑکے ملیں ۔ انگریز
ہنسا ۔ کیوں نہ ہو ۔ چنا تمام غلّوں کا بادشاہ ہے ۔ اُس سے چھتّیس طرح کے
کھانے بنتے ہیں ۔ اب تک خوش ذائقگی کا خیال بنا ہوا ہے اور اب تک
حکومت کی بُو بھی نہیں گئی اور نہیں تو لڑکوں ہی پر حکومت سہی ۔ اور
افسوس اپنے بدنصیب باپ کو یہ کام بھی سپرد نہیں کیا +

یہ حکومت انسان کے دل میں اس قسم کی دیوانگی پیدا کر دیتی ہے
جو ہم پروانہ میں دیکھتے ہیں ۔ آدمی اس کے لئے جل مرتے ہیں اور پھر
بھی ہوس کو نہیں چھوڑتے ۔ راجہ رانی تو حکومت کے غلام ہی ٹھہرے
اُن کا تو کہنا ہی کیا ہے ۔ مگر جن کو ذرا ذرا سے اختیارات ملے ہوئے
ہیں ۔ وہ اُسی کو سب کچھ جان رہے ہیں اور اُن پر فدا ہیں ۔ ایک آدمی
پولیس میں دس روپیہ کا نوکر ہے ۔ سمجھتا ہے میں بہتوں پر حکومت کرتا
ہوں ۔ اور یہ خیال اُس کو فرعون بے سامان بنا دیتا ہے ۔ اور جب اُس
کی نوکری چھین لی جاتی ہے ۔ تب اس کی نانی مر جاتی ہے " اُترا شحنہ
مردک نام " بچہ بہت اودھم جوتتے تھے ۔ اب ذرا دیکھئے کیا حال ہے شہروں
کی میونسپلٹی کی ممبری میں بھی یہی حکومت کے پیار کا تماشہ نظر آتا ہے ۔ ممبر
کیا ہو گئے گویا خدائی مل گئی ۔ جھوٹ سچ باتیں بنانے لگے ۔ ایک مرتبہ یہ
سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے ۔ ممبری کے لئے اتنی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں
سر ٹوٹتے ہیں ۔ جائز و ناجائز ذریعہ برتے جاتے ہیں ۔ جواب ملا ۔ کچھ
تھوڑی بہت حکومت گھر میں آ جاتی ہے ۔ رسوخ بڑھ جاتا ہے ۔ لوگ
دونوں وقت حاضریاں دیتے ہیں اور نہ سہی تو یہ کیا کم ہے کہ میونسپلٹی

کے لیمپ جلانے والوں کا ہجوم گھر پہ رہتا ہے - جس سے چاہا جو کام لے لیا - جہاں جی چاہا بھیجدیا - اگر ممبری نہ ہوتی تو اتنے نوکر کہاں نصیب ہوتے - یہ لوگ میونسپلٹی میں اس غرض سے شامل نہیں ہوتے کہ وہ شہر والوں کے آرام و آسائش کا خیال کرینگے - بلکہ ذاتی رسوخ اور حکومت کا خیال اُن کو اُدھر لے جاتا ہے - وہ اُس کو اتنا اہم جانتے ہیں کہ رشوت تک دیدیتے ہیں اور جائز ناجائز دباؤ ڈال کر رائیں لے لیا کرتے ہیں - تم جانتے ہو - اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اخلاقی موت - روحانی موت - مذہبی موت - نہ ان میں اخلاق رہتا ہے نہ روحانیت رہ جاتی ہے اور دینداری کی طرف سے بالکل کورے ہو جاتے ہیں - ایسے آدمی کو تم کیا کہوگے؟ جو اختیار کا بھوکا ہے - اُس سے آدمی کو ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے - یہ وہ سگ دُنیا ہے جو ایک لقمہ کے لئے لوگوں کی ٹانگوں کو کاٹ کھائیگا اور کاٹتے ہوئے ذرا بھی تمیز نہ کریگا کہ آیا وہ حلال ہے یا حرام ہے - درباروں میں اسی کے لئے سازشیں ہوتی ہیں - خوشامدیں کی جاتی ہیں - رشوتیں دی جاتی ہیں - سرگوشیاں ہوتی رہتی ہیں - رقابت کی گرم بازاری رہتی ہے - اپنے جتھا کے مضبوط کرنے اور رقیب کی طاقت پائمال کرنے کا ہمیشہ خیال رہتا ہے - سب کچھ چلا جائے - مگر اختیار نہ جانے پاوے اگر حکومت نہیں تو کچھ بھی نہیں - یہ الفاظ ہمیشہ زبان پر رہتے ہیں + مگر اس حکومت سے ملتا کیا ہے؟ کیا اس سے خوشی نصیب ہوتی ہے؟ کیا یہ انسان کو شانتی بخشتی ہے؟ جواب ملیگا - نہیں - اور پھر جب خوشی نہیں - شانتی نہیں تو کیوں اُس کے پیچھے لوگ جان دیتے ہیں دل کہتا ہے - ہوس اندھا کر دیتی ہے +

بھونرا لوبھی پھول کا - کلی کلی رس لے
کانٹا لاگا پریم کا - تڑپ تڑپ جیا دے

ان کو حکومت کا پیار ہے - پیار اندھا کر دیتا ہے - نشیب و فراز - نیک و بد - نفع و نقصان سمجھنے کی تمیز نہیں رہتی - جیسے پروانہ شمع پر جلتا ہے ویسے ہی حکومت پسند طبیعتیں حکومت کے لئے جان دیتی ہیں - اور اُس کے پیچھے مٹ جاتی ہیں - تواریخ میں حکومت پسندی کی نظیریں بہت ملینگی۔ ہم تم کو یہاں بیرم خان خان بابا کے حالات سناتے ہیں - جس کی جان تک اسی کے پیچھے چلی گئی +

بیرم خان کے حالات

بیرم خان ترکمان اکبر بادشاہ کا اتالیق تھا - جس وقت ہمایوں مرا - اکبر صرف تیرہ برس اور تین مہینہ کا تھا - اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ بیرم خان اس کی اتالیقی کرے اور سلطنت کا کوئی انتظام اُس کے مشورہ کے بغیر نہ ہوا کرے ۱۵۵۶ء میں اکبر تخت پر بیٹھا تھا - بیرم خان کو خان خاناں کا خطاب ملا اور وہ اُس کا وزیر اعظم اعلان کیا گیا +

بیرم خان میں حکومت پسندی کا نقص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا - شروع میں تو اکبر نے اس کا خیال کمتر کیا - اور اُس کے کسی کام میں دخل نہیں دیا - مگر رفتہ رفتہ اُس کو سمجھ آتی گئی کہ مجھ کو جوانی کے خوشیوں کے حوالہ کرکے بیرم خان خود راج کرنا چاہتا ہے اور بات بھی سچی تھی - کمسن لڑکے کی کون سنتا تھا - دوسرے سردار منتظر وقت تھے اور چونکہ محمد شاہ سور - اور سکندر شاہ عدلی کے لڑائیاں ہو رہی تھیں - کسی نے دم مارنے کی مصلحت نہیں دیکھی - بیرم خان کو اِن کے مقابلہ کے لئے ضروری

خیال کیا +

محمد شاہ سور عدلی کا وزیر اعظم ہیموں بقال تھا وہ لڑنے کے لئے آیا۔ یہ شخص ہمت و جوانمردی میں کسی سے کم نہیں تھا۔ بیرم خان کی صلاح ہوئی کہ اکبر کو بذات خاص میدان میں حصہ لینا چاہئے۔ اکبر نے اس کو پسند کیا اور اپنے اتالیق کے ساتھ اُس کو بھی ہیموں سے لڑنے کی ضرورت محسوس کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہیموں کے آنکھ میں تیر لگی۔ لوگوں نے سمجھا وہ مارا گیا۔ فوج بددل ہوگئی۔ ہیموں کی شکست اور اکبر کی فتح ہوئی۔ اور ہیموں گرفتار ہوا۔ بیرم خاں نے اکبر سے کہا کہ آپ اس کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیجئے تاکہ غازی کا خطاب ملے۔ اکبر کو یہ بات پسند نہیں تھی وہ ایک عالیشان انسان کا دل و دماغ لیکر آیا تھا اور ایک ہاتھ پاؤں سے بندھے ہوئے قیدی کو مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس لڑائی میں اُس نے بارہا بیرم خان کی سخت مزاجی اور حکومت پسندی دیکھی تھی۔ مجبوراً روتے ہوئے میان سے تلوار نکالی اور ہیموں کے سر کو چھو دیا۔ بیرم نے دیکھا کہ اکبر اُس کو مارنا نہیں چاہتا طیش میں آکر اُس نے اس زور سے تلوار ماری کہ بدنصیب قیدی کا سر دور جا پڑا +

اس واقعہ کے بعد ان دونوں کے دلوں میں کدورت آگئی۔ اکبر بیرم کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ ہمایوں (اس کے باپ) کے زمانہ میں اُس کی خدمات قیمتی تھیں۔ مگر ساتھ ہی وہ شطرنج کا بادشاہ بھی نہیں بنا رہنا چاہتا تھا۔ بدفعات متواتر اُس نے اُس کی غلطیوں کی طرف سے چشم پوشی کی۔ مگر آخر یہ حالت کب تک رہ

سکتی تھی +

بیرم نے جانا اکبر اُس سے ڈرتا ہے اور اس کا مزاج اور بھی بگڑتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ حد درجہ کا انتقام کش ہو گیا۔ طاردی بیگ خان ہمایوں کا معتمد علیہ دوست تھا۔ اور اُس کے چال چلن پر ذرا بھی دھبہ نہیں تھا۔ سب اُس کو اچھا سمجھتے تھے بیرم خان نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ اکبر دیکھتا رہ گیا۔ انتظام سیاست میں مخل ہونا مصلحت نہیں سمجھا مگر اُس کے دل کو سخت رنج پہنچا۔ ایک دفعہ اکبر نے لوگوں کو انعام دیا۔ چونکہ اُس سے رائے نہیں لی گئی تھی۔ سخت ناراضی ظاہر کی۔ ایک موقعہ پر بادشاہ کا ہاتھی اُس کے خیمہ کے اندر چلا گیا۔ بیرم نے سمجھا اُس کی ہتک کی گئی۔ مگر اکبر نے سمجھایا کہ ہتک کرنے سے کسی کو کیا مل سکتا تھا۔ تب جاکر وہ خاموش ہوا۔ اس قسم کے کئی واقعات ہوئے۔ جہاں کوئی بات بغیر اُس کے حکم کے کی جاتی تھی وہ ناراض ہو جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی حیثیت بھول گیا اور بادشاہ کو بالکل اپنے ماتحت سمجھنے لگا۔ اکبر بڑا موقع بین تھا جب ایک مرتبہ بیرم نے کسی تاتاری امیر کو قتل کرا دیا۔ چغتائی تاتار بہت بگڑے۔ کسی طرح اُن کو راضی کیا گیا۔ مُلّا پیر محمد اکبر کا اُستاد تھا۔ بیرم اُس پر ناراض ہُوا۔ اور اس کو جلاوطن کر کے اُس کی جگہ اپنا آدمی نوکر رکھا۔ الغرض اس قسم کی باتیں کچھ ایسی ہوتی گئیں کہ بادشاہ و بیرم کے دلوں میں شگاف آ گئے۔ آگرہ میں شاہی ہاتھی بگڑ کھڑا ہوا۔ اور وزیر کے ہاتھی کو مار ڈالا۔ بیرم کو اتنا غصہ آ گیا کہ شاہی ہاتھی اور اُس کے مہاوت دونوں کا خاتمہ کرا دیا۔ دوسرے موقع پر بادشاہ کا ہاتھی وزیر کی کشتی کی طرف جا نکلا تھا اس نے سمجھا۔ میرے مارنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اور جب اُس

نے اکبر سے ہاتھی اور مہاوت کو سزا دینے کے لئے مانگا۔ اکبر خاموش رہ گیا۔ یہ بیرحمی اُس کو پسند نہیں تھی +

آخر جس وقت بیرم خان بیانا کی طرف چلا اور شاہ عبدالمعالی نامی باغی کو رہائی دی اکبر کے کان کھڑے ہوئے۔ اُس نے اپنی قوت ارادی سے کام لیا اور بیرم کو خط لکھا کہ آج کی تاریخ سے ما بدولت خود عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ بہتر ہے اب تم مکہ کی طرف چلے جاؤ۔ اور عبادت الٰہی میں اپنی زندگی بسر کرو +

بیرم ہکا بکا ہو گیا۔ کیا کرتا۔ مکہ کی طرف راہی ہُوا۔ مگر بیکانیر پہنچتے پہنچتے نیّت میں فتور آ گیا۔ "حکومت چھین لی گئی۔ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے" وہ ١٥٦٠ء میں فوج بھرتی کرنے لگا۔ اکبر کو خبر ملی۔ شاہی فوج اُس کے پیچھے روانہ ہوئی۔ شکست کھا کر وہ پہاڑوں کی طرف روپوش ہُوا۔ مگر ١٥٦٠ء میں روتا ہوا اکبر کے تخت کے قریب پگڑی گلے سے باندھے ہوئے زمین پر گرا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اُس کو اُٹھایا۔ خلعت و انعام و اکرام دیئے قصور معاف کئے۔ اور اپنی مہربانی کا یقین دلایا۔ اکبر نے کہا چاہے تم کالپی کا صوبہ لو۔ یا دربار میں رہو۔ یا مکہ چلے جاؤ۔ بیرم نے دیکھا کہ اب اُس کو حکومت و اختیار ملنے کی اُمید نہیں ہے۔ کہنے لگا۔ اب میرا اعتبار مشکل سے ہوگا۔ جو نظروں سے ایک مرتبہ گرا وہ ہمیشہ کے لئے گرا۔ یہی کافی ہے کہ میرا قصور معاف کر دیا گیا۔ بادشاہ نے پچاس ہزار روپیہ سال کی پنشن مقرر کر دی اور وہ مایوس اور بیدل ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہُوا۔ جس وقت وہ گجرات پہنچا ایک جھیل کے کنارے سیس ناگ کے مندر کے پاس سیر کر رہا تھا۔ مبارک خان نامی ایک پٹھان جس کے باپ کو بیرم خان نے مارا تھا۔ ملا۔ بیرم بھول

گیا تھا۔ مسلمان امیرزادہ سمجھ کر اُس سے ہم آغوش ہونے کو چلا۔ نوجوان پٹھان کی تلوار خون کی پیاسی تھی۔ پلپلاتی ہوئی۔ میان سے نکلی اس کے دل میں سما گئی۔ بیرم کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ آہ آہ کرتے ہوئے اُس نے جان دی +

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

یہ ایک حد درجہ کی حکومت پسند زندگی کا انجام ہوا۔ کیسی عبرتناک کہانی ہے۔ انسان حکومت و اختیار کے ہوس میں اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اور اُس کو وہ ٹھوکر دیجاتی ہے کہ چھٹی کا دودھ یاد آجاتا ہے۔ جن کو عقل ہے اس سُراب سے بچ کر نکل جائیں۔ ورنہ اُن کا بھی انجام اچھا نہ ہوگا +

آٹھواں سُراب

عیش و عشرت کا سُراب

کیا عیش و عشرت کی پیروی میں سُکھ ملتا ہے؟ رام رام کہو۔ یہ بہت بڑا سُراب ہے۔ یہ سُکھ تو کیا دیگا۔ سب کچھ چھین کر دُکھ سے بھر دیتا ہے۔ یہ کیا چھین لیتا ہے؟ سُنو عیش پسند انسان خود غرض ہو جاتا ہے۔ خودغرضی سے کوئی پاپ بدتر نہیں ہے۔ انسانیت چھین لی جاتی ہے۔ اور کمینہ پن کی عادت آجاتی ہے۔ آنکھوں کا پانی ڈھل جاتا ہے نہ کسی کی عزت نہ کسی کا ادب۔ شرم و حیا چھین لی جاتی ہے اور بے حیائی۔ بے لحاظی اور بے اُس کے عوض میں دی جاتی ہے۔ تندرستی جاتی رہتی ہے۔ آدمی کمزور

جاتا ہے - بیمار رہتا ہے - چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگتی ہیں - رنگ روپ سب چلا جاتا ہے - جو عیش پسند ہیں وہ کبھی اعتدال کے راہ میں نہیں چل سکتے افراط کے مجرم ہوتے ہیں - نتیجہ بیماری ہوتی ہے - اُن سے تندرستی چھین لی جاتی ہے اور اُس کے بدلے بیماری دے دی جاتی ہے - عزت جاتی رہتی ہے - انسان ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے - ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی اُس کو بُرا سمجھنے لگتا ہے - وہ خود اپنے آپ کو بے آبرو جاننے لگتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں اپنی نگاہ سے آپ گرا - اوروں کی بیعزتی کے خیال اُس کو کچل ڈالتے ہیں - اور پھر وہ نہیں اُٹھ سکتا - اس طرح اُس سے عزت لے لی جاتی اور بیعزتی دے دی جاتی - دولت کو عیش پسندی سے چڑھ ہے - جہاں انسان کا رُخ عیش پسندی کی طرف مایل ہُوا - وہ کوتاہ بین ہو جاتا ہے - اُس میں سوچنے سمجھنے کی لیاقت نہیں رہتی - انجام کی طرف غور نہیں کرتا - اور سب کچھ یونہی برباد کر دیتا ہے - موقع بین لُٹیرے دوست وآشنا کی صورت میں اُس کے گرد ہو جاتے ہیں دن دہاڑے اُس کو لوٹ لیتے ہیں - وہ سب کچھ کھو دیتا ہے - اور مفلس قلاش بنکر بے بسی اور بیکسی کے کنوئیں میں گر کر جان دے دیتا ہے - عیش پسندی دولت کو چھین کر انسان کو مفلسی دے دیتی ہے - اگر یہاں ہی تک ہوتا تو بھی خیریت ہوتی - سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ ایشور بمکھہ ہو جاتا ہے +

جہاں کام تہاں نام نہیں جہاں نام نہیں کام
دونوں کب ہوں نا رہیں - ربی رجنی یک ٹھام

(دن - رات)

رات اور دن ایک ساتھ نہیں رہتے - اسی طرح عیش پسندی اور روحانیت کا باہمدگر ضد ہے - انسان کثیف باطن بن جاتا ہے - اس کے دل میں دماغ

میں سڑاہندہ بھر جاتی ہے۔ صورت اور شکل سے نفرت برسنے لگتی ہے عقل اور تمیز کی طاقت تو پہلے ہی رُخصت ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایسا مُنہ کے بل گرتا ہے کہ پھر نہیں سنبھل سکتا۔ سچا۔ ایماندار۔ اور حق پرست آدمی جس نے اپنے حواس کو قابو میں کر رکھا ہے۔ چاہے وہ غریب ہو۔ جہاں جائیگا عزت پاویگا۔ مگر عیش پسند وناحق پرست شخص جس پر اندریوں کا اختیار نہیں چاہے بہت بڑا دولتمند ہو۔ جہاں جائیگا ذلیل اور بیعزت سمجھا جائیگا ممکن ہے۔ اُس کے مُنہ پر کوئی کچھ نہ کہے۔ مگر پیٹھ پیچھے سب بُرائی کرتے ہیں اور اُن کا بُرائی کرنا ہی اُس کے لئے یقینی موت ہے۔ "زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" +

اصلی زندگی وہاں ہے۔ جہاں انسان اپنے آپ کو دُنیا کا مرکز سمجھ کر سب پر اپنا عکس ڈالتا ہے اور پرماتما سے خود منعکس ہوتا رہتا ہے۔ موت وہاں ہے جہاں دوسرے کی ہستی کا اپنے اوپر عکس پڑنے لگتا ہے۔ عیش پسند اپنی آزادی دوسروں کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اور اس لئے اُس کی اپنے ذات کی کچھ ہستی نہیں رہتی۔ بلکہ دوسروں کی ہستی اُس پر اثر انداز ہوکر اُس کو کھا لیتی ہے اور وہ کچھ نہیں رہتا۔ اور دیکھتے دیکھتے مر جاتا ہے۔ اصلی طاقت صرف اپنے دل سے آتی ہے۔ دل کا چشمہ نہ صرف گندہ بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور یہ گندگی اور خشکی موت کی دلیل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ جہاں کسی چیز میں گندگی اور خشکی آئی۔ وہ مر جاتی ہے۔ اور قدرت کی طاقتیں اُس کے منتشر اور تتر بتر کرنے کا اہتمام کرنے لگتی ہیں اور دیکھتے دیکھتے اُس کو تحس نحس کر دیتی ہیں ؟ عیش پسند آدمی سمجھتا ہے۔ اُس کو اوروں سے سُکھ ملتا ہے۔ اور میں سُکھ کہاں۔ سُکھ تو اپنے دل کے ایک حالت کا نام ہے۔ سُکھ اپنے ذات

میں ہے - اور اُس کی کیفیت بالکل اُس ہرن کی ہو جاتی ہے جو سُراب کے پیچھے دوڑتا ہوا چلا جاتا ہے - اور آخر تھک کر جان دے دیتا ہے +

عیش پرستی موت کا پیغام ہے - جہاں یہ حالت دیکھو - سمجھ لو - اب یہاں خیریت نہیں - اپنے اِردگرد کے حالات و واقعات دیکھو تم کو پتہ لگ جائیگا - تواریخ کے صفحات پڑھو - تم اسی نتیجہ پر پہنچوگے - اسی وجہ سے کبیر صاحب نے یہ صدا دی ہے +

پرناری - پینی چھُری - مت کوئی کرو پرسنگ

دس مستک راون گئے (تیز چاقو سے گئے) - پرناری کے سنگ

عیش پسندی تیز چاقو ہے - خبردار - بھولکر بھی اُس کو ہاتھ نہ لگاؤ - تم نے سنا ہوگا - دس سروالا راون اسی چاقو کی دھار سے مارا گیا اور اُس کا ایک سر بھی محفوظ نہ رہ سکا اگر تم ہزار جان رکھتے ہو - تب بھی بھُول کر اس منزل میں قدم نہ رکھو - ورنہ نہ صرف سب کچھ کھو بیٹھوگے - بلکہ بُری طرح مروگے - یہ سُراب اپنے ساتھ خوف - ذلّت - ناپاکی - مفلسی - بیدینی اور موت رکھتا ہے - اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دھوبی کا کُتّا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا یونہی مارا مارا پھرتا ہے اور کوئی اپنے پاس اُس کو بیٹھنے تک نہیں دیتا - اوسط درجہ کے آدمی کی تو حیثیت ہی کیا ہے - اِس موذی نے سلطنتیں درہم برہم کردی ہیں - آؤ - ذرا محمد شاہ رنگیلے کا حال سُنو +

محمد شاہ - بادشاہ دہلی کے حالات

محمد شاہ سنہ ۱۷۱۹ء میں تخت پر بیٹھا - سلطنت کی ذمّہ واریاں نازک ہوتی ہیں - اِس ناداں نے اُن کو تو اپنے وزیروں اور مشیروں کے حوالہ کیا

اور آپ رات دن عیش و عشرت میں چُور رہنے لگا - دربار بھانڈ بھگتیوں کا اکھاڑا بن گیا - شراب کباب کا وہ عالم کہ جس کی کوئی حد نہیں - ہر قسم کے بدمعاش اور بدتماش آدمی بادشاہ کے اِرد گرد جمع ہو گئے - انتظام و سیاست کے حالات کے جاننے کی کس کو خواہش - اس کے یہاں تو مُجرے ہُوا کرتے تھے - اور شاعروں کی عشقیہ تُک بندیاں سنائی جاتی تھیں - نظام الملک آصف جاہ اس بادشاہ کے وزیروں میں سے تھا - وہ بڑا دانشمند - اور تجربہ کار تھا - وہ اپنے آپ کو اس طوفان بدتمیزی سے دور رکھنا چاہتا تھا - تماش بین مشیروں نے چاہا کہ اُس کو بھی اپنا ہمخیال بنالیں - مگر وہ ان کے پھندے میں نہیں آیا - آخر یہ نوبت آگئی کہ کُھلے دربار میں اُس کی ہنسی کرنی شروع کی - ایک موقع پر درباریوں نے اُس کو بندر کہہ دیا - اس کے کان کھڑے ہوئے - اس نے سمجھا - اب یہاں رہنا اچھا نہیں - بہانہ بہانہ اپنے صوبہ حیدرآباد کو چلا گیا اور سلطنت دہلی کی نمکحرامی پر کمر باندھ لی - گو نظام الملک کے نام پر نمکحرامی کا دھبہ ہمیشہ رہیگا - مگر حقیقت یہ ہے کہ اُس کو محمد شاہ رنگیلے کی بدسلوکی اور اس کے مشیروں کے ہنسی مخول نے نمکحرام کے درجہ تک پہنچا دیا تھا - اُس زمانہ میں ایران میں نادر شاہ کا بڑا زور تھا - اس نے خفیہ طور پر اُس کو بُلا بھیجا +

نادر قہر خدا کی صورت میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوا - بادشاہ اپنے عیش و عشرت میں اتنا مست تھا کہ اُس کو خبر تک نہیں تھی کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے اور اُس کے اپنے فرائض کیا ہیں - یہاں تو کچھ اور ہی سوجھی تھی - نادر شاہ نے خطوط لکھے - اُن کا جواب نہیں دیا گیا - آخر

نادر آ ہی تو گیا۔ آصف جاہ بھی دکن سے بلایا گیا۔ لڑائی ہوئی۔ راجہ کی عیش پرستی نے رعایا کو بھی عیش پرست بنا دیا تھا۔ جیسا راجہ ویسا پرجا۔ تمام ملک کا اخلاق بگڑ گیا تھا۔ شکست کھائی اور آخر صلح کی ٹھہرائی اور نادر کو دو کروڑ روپیہ جرمانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ وہ اس ہی سے خوش ہو گیا۔ دونوں بادشاہ ملے۔ یہاں یہ گُل کھلا کہ بادشاہ آصف جاہ کی باتوں میں آ گیا تھا۔ اُس کی قدردانی ہوئی اور اُس کو امیرالامرائی کا خلعت عطا کیا۔ بُرہان الملک دوسرا وزیر اُس کا رقیب تھا۔ اس بیچارے نے اب تک دہلی کے محفوظیت کا سارا کام کیا تھا۔ یہ حالت دیکھکر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اُس کو بھی نمکحرامی کی سوجھی۔ اور اس طرح محمد شاہ کی نادانی نے دو قابل آدمیوں کو ناحق نمکحرام بنا دیا +

برہان الملک نے موقع پاکر نادر شاہ سے کہا۔ یہ آپ نے کیا کیا دو کروڑ روپیہ پر کیوں رضامند ہو گئے۔ اس قدر تو میں ہی دے سکتا تھا۔ دہلی کا خزانہ بھرا ہے۔ امیر اُمرا۔ مہاجن مالا مال ہیں۔ آپ کو تو یہاں سے بہت کچھ ہاتھ آ سکتا تھا۔ نادر شاہ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اُس نے موقع کے ساتھ محمد شاہ کو اپنے پاس بُلا لیا۔ اور قلعہ دار سے کُنجی لیکر تمام خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ اور بُری طرح سے امیروں سے مال و دولت وصول کرنے شروع کئے۔ جب اچھی طرح وصول کر چکا۔ پانچ چار دن کے بعد عید کا زمانہ آ گیا۔ بادشاہ بے اصول تھا۔ رعایا بھی بے اُصول تھی۔ کسی اپیچی کے منہ سے نکل گیا کہ رنگیلے بادشاہ نے نادر شاہ کو دھوکے سے مار دیا۔ سارے شہر کے آدمیوں نے اس پر یقین کر لیا۔ نادر شاہ کے بہت آدمی مارے گئے۔ اور جب وہ

خود فساد رفع کرنے کے لئے شہر میں آیا۔ اُس پر بھی حملہ ہونا شروع ہوا
اب تو اُس کے غصہ کی آگ بھڑکی اور قتل عام کا حکم دیا۔ شہر والے قتل
ہونے لگے۔ بہت سے مکانوں میں آگ دے دی گئی۔ یہ قتل عام بہت دیر
تک رہا۔ آخر جب کثیر التعداد آدمی مارے جا چکے۔ محمد شاہ کے کہنے پر
نادر شاہ نے اُس کو موقوف کیا +

اب نادر کو لوٹ کا خیال آیا۔ محل سے لیکر درباری اور عام آدمی لوٹے
جانے لگے۔ جس طرح ان پر مصیبت آئی اُس کو بیان کرتے ہوئے رونگٹے
کھڑے ہوتے ہیں۔ آدمیوں کی مشکیں باندھ دی جاتی تھیں۔ اُن سے گڑے
ہوئے مال و اسباب کا پتہ پوچھا جاتا تھا۔ اُن پر کوڑے پڑتے تھے۔ بہت
سے شریفوں نے خود کشیاں کر لیں۔ سب کی بے آبروئی ہوئی۔ پورے
اٹھاون دن تک سارا شہر اس طرح لُٹتا رہا۔ فارسی مُورخ کہتے ہیں کہ
پندرہ کروڑ کی دولت نادر لوٹ لے گیا۔ اس میں تخت طاؤس کا شمار
نہیں ہے جس کی مالیت تین کروڑ کی تھی۔ سعادت خاں برہان الملک کو
بھی نمکحرامی کی سزا ملی۔ نادر نے اُس سے دو کروڑ روپے لئے۔ اُس
سے بھی اوروں کی طرح سختی کی گئی تھی اور بےعزتی ہوئی تھی۔ آخر اُس
نے زہر کھاکر اپنی زندگی ختم کر لی۔ اور اس طرح دہلی ایسی غارت ہوئی
کہ پھر وہ نہ سنبھل سکی +

یہ خرابی محض محمد شاہ کی عیش پسندی کا نتیجہ تھا۔ جس کو یہاں تک
بھی خبر نہیں کہ ہم کو کس طرح کام کرنا چاہئے۔ اسی کے زمانہ میں احمد شاہ
ابدالی کے بھی حملے ہوئے۔ مرہٹوں نے زور باندھا۔ سکھوں کی سلطنت
کی بنیاد پڑ گئی۔ راجپوتوں نے مغلیہ خاندان سے بے تعلقی کر لی۔ اور

دہلی کی سلطنت بالکل بربادی کے کنارہ آگئی - اور ایشور نے ایک دانشمند قوم کو ہندوستان پر حکومت کرنے کے بھیجا +

محمد شاہ نے ۱۷۴۸ء میں وفات پائی - مرتے دم تک اس شخص کو عیش پرستی کی دُھن تھی - مُورّخ کہتے ہیں کہ وہ سخت بیمار ہوکر مرا جو اُس کی بداعتدالیوں کا نتیجہ تھی - مگر روائتیں کہتی ہیں کہ وہ سرجوبائی نامی ایک معمولی مرہٹہ سپاہی کے لڑکی کے ہاتھ سے مارا گیا - جس کے ناموس کے برباد کرنے کا اس نے ارادہ کیا تھا - اس سے زیادہ حسرتناک موت اور کیا ہو سکیگی ! +

نواں نظارہ

دولت کا سراب

مولانا روم کہتے ہیں :-

بند بگسل باش آزاد اے پسر
چند باشی بند سیم و بند زر

دولت سے زیادہ کوئی چیز انسان کو فریفتہ کرنے والی نہیں ہے یہ وہ زبردست سراب ہے جو بغیر جان لئے ہوئے انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا اگر دولت سے داد دہش اور رفع ضروریات کا کام لیا جائے تو دولت اتنی بُری نہیں ہے - لیکن اگر اُسی کو سب کچھ سمجھ لیا جائے اور وہی زندگی کا مقصد بن جائے تو اس سے بدتر کوئی لعنت کا طوق بھی دنیا میں نہیں ہے - یہ نہیں کہا جاتا کہ تم دولت نہ حاصل کرو - اور اُس کے حاصل کرنے کی کوشش نہ

کرو - ضرور دھن کماؤ - بغیر دھن کے دُنیا کے کاروبار نہیں چلتے - اس نظر
دولت بڑی ضروری چیز ہے - مگر اُسکو اپنے بندھن کا کارن کیوں بناتے ہو
اُس کی حیثیت پہچانو - اپنی حیثیت کو جانو - دولت تمہارے لئے ہے
تم دولت کے لئے نہیں ہو - اور اگر ایسی سمجھ لیکر تم دولتمند ہو - تو تم دولت
سے اپنا اور دوسروں کا بھلا کر سکتے ہو - اور اگر دولت صرف گھر میں رکھنے
لئے ہے تو وہ لعنت اور شر و فساد کی چیز ہے - جیتے جی تم تو اُس کے اُلجھن
میں خود پڑے ہی رہو گے - تمہارے بعد جو اُس کے وارث ہونگے اُن کو
لڑائی جھگڑے سے کام رہیگا +

بہت کم آدمی دُنیا میں ملیں گے - جو دھن دولت کا مناسب استعمال
کرتے ہونگے - ورنہ سو میں ننانوے تو ایسے ہیں جو اُس کی وجہ سے برباد
ہی ہو جاتے ہیں - اور لطف زندگی سے اپنے آپ کو بالکل محروم کر لیتے ہیں
کہتے ہیں آگرہ کے کسی محلہ میں ایک بنیا رہتا تھا - اُس کے پاس بڑی
دولت تھی - مگر وہ دُکھی تھا - پاس ہی ایک منشی کا گھر تھا - جس کی دیوار بنئے
کی دیوار سے ملی ہوئی تھی - بنئے کا گھر تو ماتم کدہ بنا ہوا رہتا تھا - مگر منشی
خوب رنگ رلیاں منایا کرتا تھا - بنیانی نے اپنے شوہر سے پوچھا - یہ کیا سبب
ہے کہ باوجود اس ثروت اور دولت کے ہمارے یہاں خوشی نہیں - مگر یہ غریب
شخص خوش رہتا ہے - اور جب دیکھو اس کے یہاں ہنسی خوشی کی باتیں
سنائی دیتی ہیں وہ بولا - اب تک یہ ننانوے کے پھیر میں نہیں آیا - اُس
نے کہا ننانوے کا پھیر کیا ہے ؟ جواب ملا - میں تم کو اس کا تماشہ ابھی دکھاتا
ہوں - یہ کہہ کر بنئے نے ایک چیتھڑے میں ننانوے روپے باندھے اور جب
منشی کچہری گیا ہوا تھا - چپکے سے کھڑکی کی راہ سے اُس کے مکان میں پھینک

دیا - منشی جب گھر واپس آیا - پوٹلی پر نگاہ پڑی - کھولا تو ننانوے روپے مل گئے - بہت خوش ہوئے روز اُن کا دستور تھا کہ کچھ نہ کچھ بازار سے کھانے پینے کی چیزیں لے آتے تھے - آج روپے دیکھ کر سوچنے لگے یہ صرف ننانوے ہیں - ایک ہی روپیہ پاس ہے - چلو اس میں شامل کردیں - تاکہ یہ پورے سو ہو جائیں - اور اُس دن بیچارہ بھوکا ہی سو رہا ہنسی خوشی اور چہل دلگی کی ساری بات بھول گئی - بنیاین نے کہا آج منشی جی گاتے بجاتے نہیں - بنیا بولا ننانوے کے پھیر میں پڑ گیا - دوسرے دن جو کچھ آمدنی ہوئی - منشی جی نے اُس کا کثیر حصہ پوٹلی کی نذر کیا - صرف معمولی کھانے سے کام رکھا - اور اس کی ساری خوشی کی عادتیں چلی گئیں - اور وہ اپنے پڑوسی بنئے کی طرح بن گیا - جیسے سُراب کو دیکھ کر پیاسا ہرن پانی کے لالچ میں چلا جاتا ہے اور آخر دور دراز پہنچ کر - پانی نہ پاکر ماندگی اور تھکاوٹ سے جان دیتا ہے - ویسے زر پرست انسان ہوس کے دام میں پھنس کر روپے کے بڑھانے اور جوڑنے میں اپنے دل کی ساری طاقت کو خرچ کر دیتا ہے - نہ اُس کو اُس سے خوشی ہوتی ہے نہ سیری ہوتی ہے اور اسی طرح اسی دُھن میں بُری طرح مر جاتا ہے اور کچھ اُس کے ہاتھ نہیں آتا +

اسی طرح ایک اور قصہ بیان کیا جاتا ہے - کسی راجہ کا ایک نائی خوش مزاج تھا - جب دیکھو وہ خوش نظر آتا تھا - آمدنی کافی تھی - ضرورتیں رفع ہو جاتی تھیں - اور صبر و قناعت کی وجہ سے اُس نے کبھی راجہ سے کسی قسم کا سوال نہیں کیا - اتفاق وقت وہ کہیں کو جا رہا تھا - ایک باغ کے قریب پہنچا - وہاں کوئی آدمی نہیں تھا - مگر آواز آئی - کیا تو

اشرفیوں سے بھرے ہوئے سات گھڑے لیگا؟ اس نے چاروں طرف
پھر کر نگاہ کیا۔ کوئی نظر آوے تو اس سے پوچھے۔ پھر دوسری دفعہ وہی
آئی۔ یہ حیران۔ ہکا بکا کھڑا ہوکر دیکھنے لگا۔ تیسری مرتبہ پھر اُس سے
گیا۔ لالچ بُری بلا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے آدمی سوچ بچار بھی نہیں
سکتا۔ اس نے جلدی میں کہہ دیا۔ ہاں میں لونگا آواز آئی۔ فلاں درخت
کے نیچے وہ گھڑے موجود ہیں۔ تُو دیکھ لے وہ خود بخود تیرے گھر میں
دئے جاوینگے۔ اُس نے دیکھا۔ خوش ہوگیا۔ مال ماریا۔ اب بڑا دولتمند
بنونگا۔ وہ سفر سے واپس آیا۔ دیکھا ساتوں گھڑے اُس کے گھر میں
ہیں۔ چھ تو بالکل بھرے ہوئے تھے۔ ساتواں ذرا خالی تھا۔ حجام نے
سوچا اس کے بھرنے کی فکر ہونی چاہئے۔ اُس کے پاس جو کچھ روپیہ پیسہ
تھا سب کی اشرفیاں لیکر اُس نے اس میں بھردیں۔ مگر گھڑا نہیں
کھانے پینے کپڑے لتے میں کفایت کرکے گھڑا بھرنے لگا مگر گھڑا! نہیں
اور وہ سخت متفکر رہنے لگا۔ ایک دن راجہ نے پوچھا۔ تیری کیا حالت
تُو یا تو اتنا خوش رہتا تھا۔ یا اب ماتمی صورت بنائے رہتا ہے۔ اس
کہا میری گذر نہیں ہوتی۔ لڑکے بالے کھانے والے ہیں۔ اس لئے
دُکھی ہوں۔ راجہ اب تک اُس کو تیس روپے مہینہ دیا کرتا تھا۔ اب
کے ساٹھ کر دئے۔ مگر حجام کو خوشی کہاں! وہ تو گھڑا بھرنے کی فکر
رہتا تھا۔ محنت مزدوری کے سوا اب وہ رات کو بھی بھیک مانگنے لگا
گھڑا نہیں بھرا۔ راجہ نے ایک مہینہ بعد پھر اُس کی مُردنی صورت کو
کہا۔ تیرا دُکھ معلوم نہیں ہوتا۔ اب تجھ کو دُونی تنخواہ ملتی ہے اور بھی
کاج کرتا ہے۔ اور میں نے سُنا ہے تو بھیک بھی رات کو مانگتا ہے۔

ں طرفس کا کیا سبب ہے۔ کہیں تجھ کو سات گھڑے تو نہیں مل گئے۔ یہ چونکا۔
عہ وہی المنصور نے کیسے سُن لیا۔ راجہ بولا۔ ایک دن فلاں باغ سے میرا گذر ہُوا۔
س سے مجھ سے بھی یہی سوال کیا گیا۔ میں نے اُسی وقت پوچھا کہ گھڑوں کی اشرفیاں
بھی نہیں اپنے خرچ کرنے کے لئے ہیں یا رکھنے کے لئے۔ پھر وہ آواز بند ہو گئی
ں ورخستر ہے تو اُن کو واپس رکھ آ۔ ورنہ وہ تیری جان لے لیں گے۔ اور تو بھوکا
ر میں مرجائیگا۔ حجام ڈرا۔ چاہا کہ ساتویں گھڑے میں سے اپنی کمائی کی اشرفیاں
بڑا دو لتمال سے۔ مگر وہ گھڑے سب دیکھتے دیکھتے غائب ہو گئے۔ اور جو کچھ اس
ر میں میرے پاس پونجی تھی وہ بھی چلی گئی۔ مگر خیر اُس غریب کی جان بچ گئی
۔ حجام سا ہے ہے۔

..... چشم تنگ دُنیا دار را
یا قناعت پُر کند یا خاک گور

نہیں محض بناوٹی اور فرضی قصّہ ہے۔ مگر کیسی اچھی نصیحت سکھاتا ہے جو
حالت حرص دولت کو دولت کی غرض سے کماتا ہے وہ بدنصیب ہے۔ جو رفع
حاجت کے لئے کماتا ہے وہ خوش نصیب ہے۔ اس میں وہ جادو ہے
۔ اس کے لئے حرص کا مارا ہوا کبھی نہیں جی سکتا۔ تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے اور
۔ اب تیاری عمر دُکھی رہکر فکر و تردّد سے مر جاتا ہے۔ اور دولت گلے کا ہار
کی فکر میں ہوئی اُس کے لئے پھانسی ثابت ہوتی ہے۔

کھالے۔ خرچ لے۔ کھلائے لے۔ کرلے اپنا کام
چلتی بیریاں۔ رہے نرا۔ سنگ نہ چلے چھدام
گانٹھی ہوئے سو ہاتھ کر۔ ہاتھ ہوئے سو دیہہ
آگے ہاٹ نہ بانیا۔ لینا ہوئے سو لیہہ

سکندر نے دُنیا کو فتح کیا - بےشمار دولت ہاتھ آئی - جب افریقہ کے
کی سلطنت میں پہنچا - اُس کی دعوت کی گئی - جب تھال کے اوپر سے
اُٹھایا گیا اُس میں بالعوض کھانے کے سونے چاندی کے سیب اور
قسم کے ہیرے جواہر موتی رکھے ہوئے تھے سکندر متعجب ہُوا - پر
تم ان کو کھاتے ہو - افریقہ کے راجہ نے جواب دیا - کھانے پینے کا
تو تیرے یہاں بھی ہے مگر تو اِن کے لئے مارا مارا پھرتا ہے - اِن
وہ شرمندہ ہوا - جب اُس کی موت آئی - اُس نے حکم دیا اُس کے
ہاتھ تابوت کے باہر رہیں تاکہ لوگ دیکھیں اور عبرت کریں +

مُٹھی باندھے آیا بندے - خالی ہاتھ تو جاویگا
دھن دولت اور ہاتھی گھوڑا کوئی کام نہ آوے گا

مُٹھی باندھ کر آنے سے یہ غرض دکھائی گئی ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ
ساتھ رُوحانیت لیکر آتا ہے مگر یہ ننانوے کا پھیر ایسا ہے کہ
گنوا کر خالی ہاتھ روتا ہوا جاتا ہے - دولت کی ہوس انسان کو بُری
مارتی ہے اور وہ تفکرات کا آماجگاہ بن جاتا ہے +

یہ تو تم نے سُن لیا کہ دولت سے ہوس بڑھتی ہے - سو کے
ہزار کے بعد لاکھ - لاکھ کے بعد کروڑ کی خواہش ہوتی ہے - سیری
نصیب نہیں ہوتی - دوسری بات یہ ہے کہ اس خیال کے آدمی دو
کے عذاب میں مُبتلا ہو جاتے ہیں - ایک تو وہ ہوس کی وجہ سے
کو بھوگ نہیں سکتے دوسرے خوف میں رہتے ہیں کہیں کوئی چھین
لے جائے - چور کا ڈر - حاکم کا ڈر - بھائی بند کا ڈر - پولیس کا ڈر +
دو گونہ رنج و عذاب ست جان مجنوں را - بلائے صحبت لیلی و فرقت

زاروں قسم کی بندشیں کرنی پڑتی ہیں۔ انسانیت کو ہاتھ سے دینا ہوتا ہے
ر دولت کے شراب کا مارا ہوا آدمی اتنی نیچے گر جاتا ہے کہ پھر اُس کے
ھرنے کی اُمید نہیں ہوتی۔ اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قاروں معہ
اپنے خزانہ کے زمین کے تلے گڑ گیا۔ وہ بہت سچ کہتے ہیں ؎

قاروں ہلاک شُد کہ چہل خانہ گنج داشت
نوشیرواں نمُرد کہ نامِ نکو گذاشت

یہ نہ سمجھو کہ یہ دولت صرف دُنیاداروں کو دھوکا و فریب دیتی ہے
ر نام کے سادھو سنیاسی بھی ایسے مارے جاتے ہیں کہ اُن کی حالت
یاداروں سے بھی بدتر ہوتی ہے یہ بیچارے کوڑی کوڑی مایا جوڑتے
ں۔ آخر اوروں کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ اِن سے کوئی پوچھے تو سہی
لو! تم کو کس نے صلاح دی تھی کہ گھر بار چھوڑو۔ گھر میں رہ کر
م کرتے تو اس سے پھر بھی اچھا تھا +

آج کل کی تہذیب کا مذہب زرپرستی ہے۔ جس کا معبود روپیہ ہے
رے ملک کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ یورپ۔ امریکہ کے کروڑپتی جس طرح
سو کے پریشان حال اور دُکھی ہیں۔ ہم سے نہ پوچھو۔ اُن کی حالت ناگفتہ بہہ ہے
سیری رض اگر انسان دھن دولت کے اصلی رُوپ کو سمجھ کر اُس کا مناسب
آدمی دو عمال نہیں کرتا اور اُس کی ہوس میں رات دن پڑا رہتا ہے وہ کُتوں
جہ سے موت مرتا ہے بلکہ کُتوں سے بدتر موت پاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ
ئی چھین صاحب کمال صوفی نے جس کا شعر اوپر آچکا ہے اس خوفناک شراب
کا ڈر ۔ بچنے کی صلاح دیتا ہے +

دولت کے مارے ہوئے کی حالت کیا ہوتی ہے وہ تم کو محمود غزنوی

کے حالات سُننے سے معلوم ہوگی - اور اس لئے ہم یہاں اُس کی زندگی
حالات تم کو سناتے ہیں +

محمود غزنوی کے حالات

محمود غزنوی - سبکتگین کا لڑکا تھا اور سنہ ۹۶۷ء میں پیدا ہوا تھا
ہی سے اس میں اولعزمی تھی - ہر مہم میں باپ کے ساتھ رہتا تھا
بسا اوقات اس دلیری اور جانبازی سے کام کرتا تھا کہ فوج کے سپ
دنگ رہ جاتے تھے - یہ باپ کے مرتے وقت نیشاپور کا حاکم تھا
کی قابلیت کا اُس وقت کوئی آدمی سبکتگین کے متعلقین میں سے نہ
باپ کے وفات کے وقت یہ تیس برس کی عمر کا تھا - اِس میں جہ
بہت سی خوبیاں تھیں - ساتھ ہی عیب بھی کئی ایک تھے اور منجملہ اُ
ایک مکروہ عیب یہ تھا کہ یہ حد درجہ کا زر پرست تھا +

سبکتگین کے مرنے پر محمود کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت پر بیٹھا
محمود کنیزک زادہ تھا مگر اس نے اُس کو قید کر دیا - بڑی خونریز
بعد غزنی کے تخت پر خود مسند آرا ہوا - پہلے سامانیہ خاندان سے
تعلق پیدا کیا - مگر آخر میں منصور ثانی کو اندھا بنا کر اپنے آپ کو
مشتہر کیا اور سنہ ۹۹۹ء میں خلیفہ بغداد کی اجازت سے اپنے آپ کو
کے خطاب سے مخاطب کیا - پہلے اس نے اپنے ملک کی حالت کو در
کیا - پھر ہندوستان کی طرف اپنی توجہ دی - کیونکہ اس نے بچپن
سُن رکھا تھا - کہ ہندوستان دولت کی کھان ہے - سنہ میں پائی
آیا تھا - ہوشیار جاسوس مختلف بھیسوں میں بھیجے - ہندوؤں کی
کا اچھی طرح سے پتہ لے لیا - پھر بڑے زور شور کے ساتھ - اِن

پر حملہ آور ہوا - اور علے التواتر اِس بدنصیب ہندوستان پر اُس کے گیارہ
حملے ہوئے - اور ہر حملے میں نہ صرف کروڑوں کی دولت یہاں سے لے گیا
بلکہ لاکھوں کی تعداد میں عورت و مرد و لڑکوں کو لونڈی غلام کی حیثیت میں پکڑ
لے گیا - جو برائے نام قیمت پر غزنی کے بازاروں میں فروخت ہوئے ان
کا پہلا حملہ سنہ۱۰۰۱ء میں ہُوا - جس میں جے پال لاہور کا راجہ ہوگیا تھا
چھٹے حملہ میں جو تھانیشر کے برخلاف تھا - سنہ۱۰۱۱ء میں ہوا - اس میں
کئی کروڑ روپیہ اس کے ہاتھ آئے اور دو لاکھ ہندو لونڈی غلام بنائے
گئے - سنہ۱۰۱۸ء میں ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیدل لیکر یہ قنوج میں
آیا - راجہ نے اطاعت مانی - بہت کچھ مال و دولت خراج میں دیا - قنوج
سے وہ متھرا گیا - جس کی عمارتوں کی خوبصورتی کو دیکھ کر وہ عش عش کرنے
لگا - یہاں اس نے ہزاروں مندر ڈھائے - چاندی سونے کی مورتوں کو
پگھلا ڈالا - اور واپس جاکر غزنی میں متھرا کی عمارت کی طرز پر ایک مسجد
تعمیر کرائی جس کا نام عروس فلک رکھا - اور اپنے پایہ تخت کو آراستہ کیا - سب
سے زیادہ مشہور حملہ اُس کا سومناتھ پر ہوا ہے - اس کے حالات دریافت
کرنے کے بعد حسن میمندی نے جس طرح سلطان سے بیان کیا ہے اس
کے الفاظ اس طرح کے ہیں "قبلہ عالم! میں نے وہاں کے حالات عجیب و
غریب سُنے ہیں - کہتے ہیں جس مندر کا دیوتا سومناتھ ہے وہاں باہر سے
روشنی نہیں جاتی - جواہرات اور الماس در و دیوار میں جڑے اور مرصع
قندیلوں میں لگے ہیں اُن کی جگمگاہٹ سے رات دن برابر ہے - بیچ میں
بڑی بھاری سونے کی زنجیر لٹکتی ہے - اُس میں گھنٹہ بندھا ہے - پوجا
کے وقت وہ بجایا جاتا ہے - دو ہزار گاؤں کی جاگیر اُس کے خرچ کے لئے

وقف ہے - چھ سو کوس کے فاصلہ سے گنگا جل لاکر مورتی کا سنان کرایا جا
دو ہزار براہمن اُس کے پجاری ہیں - پانچ سو عورتیں تین سو گوئیے بج
گانے کے لئے نوکر ہیں - مندر میں مال و اسباب اس قدر ہے - کہ اُس
دسواں حصہ بھی کسی بادشاہ کے خزانہ میں نہیں سما سکتا" +

یہ سُنکر محمود کے منہ میں پانی بھر آیا - اُس کے تسخیر کرنے کی ہو
دل میں پیدا ہوئی - سومناتھ کے لوٹنے کی نیت سے اُس نے لاکھو
افغان لٹیرے اکٹھا گئے - اور ایک ٹڈی دل لیکر اِدھر کا عازم ہوا -
میں جو شہر آیا لوٹ پاٹ سے نہ بچا - میدانوں سے گذرتے ہوئے
اجمیر میں داخل ہوا - راجہ اور شہر کے لوگ جو بھاگ سکے وہ بھاگ گ
باقی لوگوں کا حال کچھ نہ پوچھو - اس شہر میں ایک تنکا تک نہیں چھ
راستے کے تمام شہر اور قلعے برباد کئے - محمود کا لشکر تھا یا طوفان تھا
تمام ملک میں شور محشر مچ گیا - آخر یہ سمندر کے کنارے پہنچا - ایک
دکھائی دیا - لوگوں نے کہا - سومناتھ کا شہر یہی ہے - شہر والوں کو
حملہ کا کیا پتہ تھا - سب غافل اور سوئے پڑے تھے - محمود نے نقا
پر چوٹ دی - ہندو محصور ہوئے - مگر محمود کی فوج کے تیر اندازوں
اُن سے فصیل چھوڑا ہی دیا - قلعے سے مندر کا راستہ تھا - مسلما
سیڑھیاں لگا کر اور کمند ڈال کر فصیلوں پر چڑھ گئے اور اُن کے نعرۂ
سے پہاڑ اور میدان گونج اُٹھے - دفعتاً راجپوتوں کو غیرت آئی - اور
کر اُنہوں نے دم کے دم میں فصیل پر چڑھے ہوئے مسلمانوں کو کا
نیچے گرا دیا - خوب خوب لڑائی ہوئی - دونوں طرف کے آدمی کام آ
آخر اُس دن محمود سے کچھ نہ ہو سکا - قلعہ سے ہٹ آیا اور شبخون

ارادہ کیا - محمود کی جمعیت راجپوتوں کی دلیری دیکھ کر دنگ ہوگئی - اُن کے
چھکے چھوٹ گئے - ہندوؤں کو جو فرصت ملی - قرب و جوار کے راجاؤں
کے پاس خطوط لکھ کر بلا بھیجا - اُن میں سے جو نزدیک تھے آئے - ادھر
محمود بہت گھبرا گیا - اُس کو اُمید تھی کہ وہ بلا کسی مقابلہ کے سومناتھ پر
قابض ہو جائیگا - وزیر سے مشورہ لیا - اس نے کہا - دیر نہ کیجئے - جہاں
تک ہو سکے جلد لڑائی کا فیصلہ ہو جائے ورنہ ملک بیگانہ ہے - یہ جگہ
مذہبی ہے ممکن ہے کثیر التعداد ہندو اکٹھے ہو جائیں محمود نے شب
خون تو کر دیا - مگر نتیجہ اچھا نہیں ہوا - دوسرے دن اُس نے تمام
فوج کے درمیان کھڑے ہوکر مُؤثر تقریر کی اُن کو جوش دلایا - مذہب کا
خیال - بہشت کی اُمید - شہادت کے وعدے عجیب اثر رکھتے ہیں مسلمانوں
نے ملکر اس زور سے حملہ کیا کہ دم کے دم میں پانچ ہزار ہندو قتل
ہوئے - جو باقی رہے اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے - تعاقب کرنے والوں نے
کوسوں پیچھا کیا - مُردوں اور زخمیوں کی کمریں ٹٹولیں اور اپنی جیبیں بھریں
اتنی فرصت کس کو تھی کہ کسی کو کوئی گرفتار کرتا - اور اس کے سوا لاکھوں
ہندو ایران اور توران کے بازاروں میں بھرے ہوئے تھے - راجپوت
دلیری سے لڑے مگر جمعیت کم تھی سب کے سب مارے گئے - اور محمود
فتح کا نقارہ بجاتا ہوا - قلعہ میں داخل ہوا اور اُس پر اپنا جھنڈا نصب
کر دیا - جس وقت اُس نے مندر کو دیکھا آنکھیں کھل گئیں - ہر ستون
سنگ مرمر کا تراشا ہوا تھا - اور سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع
تھا - محمود مندر میں آیا - براہمنوں نے درخواست کی کہ مورتی کو صدمہ نہ
پہنچایا جائے مگر محمود نے ایک نہیں سُنی - پانچ گز کی لمبی مورتی کو گرز سے

توڑ ڈالا - اس کے اندر سے اس قدر جواہرات کا ڈھیر برآمد ہُوا - جس کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی - وہ بہت خوش ہوا - مورتی کے دو ٹکڑے کئے مدینہ میں بھجوائے - ایک جامع مسجد میں دوسرا دیوان عام کے دروازہ پر ڈال دیا تاکہ وہ پامال ہوتا رہے - اس مرتبہ کی لوٹ سے وہ اتنا مالا مال ہو گیا کہ تمام عمر کی لوٹ کو بھُول گیا *

اس کی ساری زندگی دولت کے اکٹھا کرنے میں صرف ہوئی - کتنے لاکھ آدمیوں کو اس نے دولت کے پیچھے خانماں آوارہ کیا - کتنے لاکھ یتیم اور بیوائیں اس کی وجہ سے آٹھ آٹھ آنسو رویا کئے - کتنے شہر گاؤں قصبے جلائے گئے - اور وہ صرف اس لئے کہ دولت ہاتھ آئے - آخر اس کا انجام کیا ہُوا - وہ ایک مسلمان مؤرخ کی تحریر کے موافق تم کو سناتے ہیں - وہ لکھتا ہے " ۱۰۳۰ء میں وہ بیمار پڑا - مرض مہلک تھا - مایوس ہو گیا حکم دیا - سارے جواہر خانے اور دولت کے خزانے لاکر دربار میں سجاؤ - بھلا مکانات میں وہ کب سجائے جا سکتے تھے - شہر کے باہر خیمے - شامیانے - سراپردے کھڑے کئے گئے - ہزاروں - لاکھوں توڑے - اشرفیوں کی تھیلیاں - شیشے اور بلور کی ڈبیوں میں لال - جواہر - موتی - مرصع تاج رکھے گئے - جڑاؤ تخت - سونے چاندی کی کرسیاں سب قاعدہ کے ساتھ رکھی گئیں - ایک عجیب و غریب نمائش تھی - محمود کی حالت ابتر تھی - بیجان تصویر بنا تھا - نالکی میں لیٹا ہوا اپنی دولت کو دیکھا کیا جس کے لئے مدت العمر تک خونریزی کرتا رہا - صورت سے یاس برستی تھی - آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی - تکیوں کے سہارے غلاموں نے بغل میں ہاتھ دیکر بٹھایا - ضعف کے مارے پیشانی پر پسینہ آ جاتا تھا -

جس کو وہ رومال سے پونچھتا جاتا تھا - سب لوگ اُداس ہوکر کھڑے تھے - محمود نے پہلے دربار کو نظر یاس سے دیکھا - پھر جو نقد و جواہر خلق خدا کے کلیجوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر اکٹھے کئے تھے اُن پر نظر ڈالی - مگر جدھر نگاہ پڑتی تھی - اُٹھ نہ سکتی تھی - ٹھنڈی سانس بھرتا تھا - اور رہ جاتا تھا پھر حکم دیا - اصطبل فیلخانے اور شتر خانے کے نادرات کو بھی لاؤ - وہ بھی زرکار جھول اور مرصع نگار زیور و ساز سے سجے ہوئے آئے - کثرت ان کی کیا بیان ہو - دور دور تک جنگل و پہاڑ جگمگ جگمگ کرنے لگے - پالکی میں سوار ہوکر اُن کو دیکھا آہیں سرد بھریں - زار زار رویا - مگر افسوس ہاتھ نہ اُٹھا - جو پیسہ کسی کو دیتا اس طرح اُس نے جان دی اور دُنیا سے کوچ کیا" +

اس سے زیادہ عبرتناک کہانی اور کیا ہو سکتی ہے - یہ ایسی زندگی کا انجام ہے جس کو دولت کے سُراب نے مار دیا تھا - کیسی ہونہار اور اُمید بخش زندگی کا کیسا انجام ہوا +

کبیر صاحب نے کیا اچھا کہا ہے :-

ساتوں شبد جو باجتے - گھر گھر ہوتے راگ
تے مندر خالی پڑے - بیٹھن لاگے کاگ
اونچا محل چناوتے - کرتے ہوڈم ہوڈ
سو برن کلی ڈھلاوتے - گئے پلک میں چھوڑ
جنم مرن دُکھ یاد کر - کوڑے کام نوار
جن جن پنتھوں چالنا - سوئی پنتھ سوار

مت بھولو - ایک روز دُنیا کو چھوڑنا ہے - کوئی نہیں جان سکتا - کب چھوڑنا ہوگا - سُنو - گورو کی بانی کیا کہتی ہے :-

کبیر کیوں ہے گر بھیا - کال نے پکڑے کیس
نا جانوں کت مارسی - کیا گھر کیا پردیس
آج کال کے بیچ میں جنگل ہوئیگا باس
اوپر اوپر ہل پھریں ڈھور چرینگے گھاس
ہاڈ جلے جیوں لاکڑی - کیس جلے جیوں گھاس
سب جگ جلتا دیکھ کر - بھئے کبیر اُداس

دسواں نظارہ

شراب کا شراب

شراب آگ کا پانی ہے اور جو لوگ اِس کو پیتے ہیں اُن کا جسم - دل دماغ سب جلنے لگتا ہے - اِس موذی کے پاس غلطی سے بھی نہ بھٹکنا چاہئے - جس پر یہ قابو پالیتا ہے - پھر اُس کو جیتے جی نکما اور ناکارہ بنا دیتا ہے +

شراب بُری چیز ہے - مگر دُنیا میں ایسے آدمی بھی ملیں گے جو اس کی تعریف کرتے ہیں - اس قسم کے آدمیوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اُس کی خرابیوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے - شاعرانہ انداز میں اُس کی تعریفیں کرتے ہیں +

شراب ناب کہ روشنگرِ روانِ من است
مصاحبِ من و پیرِ من و جوانِ من است

دیگر

مے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است
بلکہ مے می شود از صحبت ناداں بدنام

دوسرے وہ حضرات ہیں جو اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈال کر شراب کی تعریفوں کے پُل باندھتے رہتے ہیں۔ اِن کی زبانی ہے کہ شراب اگر اعتدال سے پی جائے تو دوا کا کام دیتی ہے۔ شراب سے دل کی یکسوئی ہوتی ہے شراب تصور کو پختہ کرتا ہے۔ شراب غم غلط کرنے کا یقینی علاج ہے اور شراب کے نشہ کی حالت میں کام کاج خوب ہوتا ہے +

پہلے فرقہ کی باتوں کا جواب دینا فضول ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص فی البدیہہ اُن کو ترکی بہترکی شاعرانہ جواب دینا چاہے تو دے سکتا ہے +

شراب ناب کہ غارتگر روانِ من است
عدوے جانِ من و نقصِ من زیاں من است

دیگر

مے کہ غارت گر دین و خرد و ایمان ست
ترک کُن صحبت او تا کہ نگردی بدنام

اور دوسرے لوگ جو اُس کی تعریف کرتے ہیں اُن سے یہ پوچھنا چاہئے کہ دوا ضرورت کے وقت کبھی کبھی پی جاتی ہے یا ہمیشہ پی جاتی ہے؟ اگر وہ کہیں کہ ضرورت کے وقت پی جاتی ہے تو پھر روز روز شراب پینے کی ضرورت کب ہے اور اگر کہیں کہ روز پینی چاہئے۔ تو وہ پھر دوا نہیں رہتی غذا بن جاتی ہے۔ شراب اور اعتدال پسندی! یہ نہ کبھی ہُوا و نہ ہو سکتا ہے۔ ذرا اس کو منہ سے لگنے دو۔ پھر وہ سر سے پاؤں تک اپنا عمل دخل کر لیتی ہے اور مساوات ہو جانے کے بعد پھر زیادہ پینے کی خواہش ہوتی

ہے - ایک شخص نے دو چار دن تک ایک خاص مقدار میں شراب پی - اب چونکہ مساوات ہو گیا اُس کا سرور نہیں ملتا - مجبوراً اُس میں زیادتی کرنی پڑی اور علیٰ ہذالقیاس اس طرح وہ خواہ مخواہ بڑھ جاتی ہے - اور بڑھتی چلی جاتی ہے - یہاں تک کہ جان تک لے لیتی ہے اور اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے +

جن کا یہ خیال ہے کہ شراب سے غم غلط ہوتا ہے - وہ بڑے نادان ہیں - یہ سچ ہے - ہم اکثر ایسی صدائیں سنا کرتے ہیں +

بنوش مادہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

مگر اس قسم کے کلام سے سواء گمراہ کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا - فرض کیا ایک شخص کو کسی قسم کا تردد ہے چاہئے یہ تھا کہ وہ اس فکر کا علاج سوچتا اور مردوں کی طرح کام کرتے ہوئے اُس کی جڑ اُکھیڑ کر پھینک دیتا - یہ تو ہوا نہیں اوباشوں کی صحبت میں جا جا کر شراب پینا شروع کیا - ابتدا میں شراب کی حدت کی وجہ سے دل میں جو بے حسی کی عادت آنے لگی - سمجھے غم غلط ہو رہا ہے - یہ نہیں خیال آیا کہ غم کا سلسلہ بڑھ رہا ہے - آج تھوڑی شراب پی - چار روز کے بعد جب مساوات ہوا - اس کی مقدار بڑھانی پڑی - وہ بڑھ گئی - حد اعتدال سے گذر گئی - اب نہ کام ہے نہ کاج - جب دیکھو شراب کی دُھن - شراب کے بغیر ایک دم چین نہیں - موذی نے اس طرح دبوچ لیا کہ اب اُس سے چھٹکارا نہیں - شرابی کام دھندے کے تو قابل ہی نہیں رہتے - پہلے گھر میں جو کچھ اثاثہ تھا - شراب کے نذر کر دیا - پھر قرض لیکر پینے لگے - نتیجہ یہ ہوا کہ مکان مال اسباب

سب صاف ہو گیا - رہنے کا بھی ٹھکانا نہ رہا - لڑکے بالے بھوکے مرتے ہیں - بیوی پریشان ہے - ماں دُکھیا ہے - باپ روتا ہے - ہائے لڑکا! ہاتھ سے گیا - یہ اثر شرابی لڑکے کے کرتب کا دوسروں پر پڑا - اُس کا جو خود حال ہوا وہ ناگفتہ بہ - دل بیحس ہوتے ہوتے سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہا - عقل ماری گئی - سر میں چکر آتے ہیں - دماغ خراب - جگر خراب قوت ہاضمہ رُخصت - آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا - ہاتھ پاؤں میں رعشہ جسم سے بدبو خارج ہوتی رہتی ہے - کوئی پاس نہیں بیٹھنے دیتا سب لوگ تھُو تھُو - دُر دُر کرتے ہیں - باہر والوں کو تو نفرت ہونی ہی چاہئے تھی گھر کے لوگ بھی اُس سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں - اب کوئی شراب پینے والے سے پوچھے - بھئی غم غلط ہوا تھا یا غم بڑھ گیا - اور عیب تو ایک عیب والے آدمی کو برباد کر دیتا ہے - شرابی اپنے گھر بار متعلقین جائداد مال و اسباب سب کا ستیاناس لگا کر - گھر پھونک تماشہ دیکھ کر کتے کی موت مر جاتا ہے اور دُنیا کو عبرت کا سبق سکھاتا جاتا ہے +

منوش بادہ کہ ایں باعثِ غم و درد ست

شرابی سے زیادہ کوئی شخص ذلیل نہیں ہے - دوسرے تو عیب کی وجہ سے اوروں کی نظر سے گر جاتے ہیں - یہ خود اپنی نظر سے آپ گرتا ہے اور پھر ایسا گرتا ہے کہ سنبھل نہیں سکتا +

جس وقت مَیں شروع شروع میں لاہور آیا تھا - میرے ایک رشتہ دار بزرگ منشی مدن گوپال پانڈے صاحب رئیس گورکھپور نے ایک صاحب سے ملنے کے لئے خط لکھا تھا - میں اُن سے ملنے کے لئے گیا - بہ ہزار وقت اوپر سے نیچے آئے - ہاتھ پاؤں میں لغزش! آنکھوں سے یاس برس

رہی تھی ۔ چہرہ پر مُردنی چھائی تھی ۔ میں نے ہاتھ ملایا ۔ اُن کا ہاتھ آگ
کی طرح گرم تھا ۔ اور کانپ رہا تھا ۔ میں نے اُن کی صورت کی طرف گہری
نگاہ سے توجہ کی ۔ شرما گئے ۔ بولے ۔ کیا کروں ۔ حضرت ! شراب خانہ خراب
نے یہ دُرگت بنا رکھی ہے ۔ صبح سے لیکر گیارہ بجے رات تک پیتا رہتا ہوں
جب نیند آ جاتی ہے تب یہ مُنہ سے چھوٹتی ہے ۔ اس کے بغیر نہ لکھنا نہ
پڑھنا ۔ نہ بولنا نہ بات چیت کرنا ۔ میں نے افسوس کیا ۔ بہتر نہیں سمجھا
کہ اُن کو کچھ کہتا ۔ خاموش ۔ تھوڑی دیر کے لئے مل ملاکر چلا آیا ۔ اور
منشی مدن گوپال صاحب کو لکھا آپ نے اچھے آدمی سے ملاقات کرنے کو
کہا ۔ اُس تاریخ سے پھر میں اُن کے گھر نہیں گیا ۔ راہ میں جب کبھی
ملے ۔ سر نیچے کئے ہوئے ملے ۔ اِن کا حال کوئی کیا بتاوے ۔ ایشور کے
فضل سے بہت قابل شخص ہیں ۔ کبھی کبھی آمدنی بھی معقول ہو جاتی
تھی ۔ مگر سب کلال کے گھر جاتی تھی ۔ بال بچوں کا مشکل سے گذر ہوتا
تھا ۔ اب تو اور بھی حالت ابتر ہے ۔ نہ اولاد کو تعلیم دے سکے نہ خود اپنی پر
دنیاوی زندگی کو باآبرو بنا سکے ۔ مارے مارے پھرتے ہیں ۔ اور اپنی
حالت پر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے ہیں ۔ مگر اس ظالم سے پیچھا نہیں چھوٹتا
جو لوگ شراب نوشی میں اعتدال کو مدِّ نظر رکھنے کی صلاح دیتے ہیں وہ
ذرا اِن کی حالت دیکھیں ۔ ایشور کسی دُشمن کی بھی ایسی دُردشا نہ کرے
شراب کا بھوت بہت بُرا ہوتا ہے ۔ جو شراب پیتا ہو اُس کی
کسی بات کا اعتبار نہ کرو ۔ جب اُس کو اپنے تن بدن کسی کی خبر نہیں
تو خودداری ۔ خود ضبطی اور خود اعتباری کہاں ہوگی اور ایسی حالت میں
تو وہ بُرے سے بُرے اور کمینے سے کمینے حیوانوں سے بھی بدتر ہے ۔

اُس کا کچھ دھرم ہوگا نہ کرم ہوگا - نہ اُس کو چھوٹائی کا خیال نہ بڑائی کا خیال -
نہ پاکی اور ناپاکی کی پرواہ - نہ صفائی اور گندگی کا لحاظ - دین و دنیا دونوں سے
گیا گذرا - دھوبی کا کُتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا - نہ اس سے گھر والوں کو نفع
نہ مُلک والوں کو فائدہ اپنی زندگی میں ہزار مردہ سے بدتر ہو جاتا ہے +

یہ کہنے سننے کی بات نہیں ہے - ہر جگہ شرابیوں کی زندہ مثالیں
موجود ہیں - شہروں میں تو شام کے وقت ذرا شراب خانوں کے قریب جاکر
اِن کا تماشا دیکھو - شراب پی - بدمست ہو گئے - اب چل پھر نہیں سکتے
جگہ سے کھسلنا محال ہے - پا بہ دستِ دِگرے دست بہ دستِ دگرے -
لوگ پکڑے ہوئے لئے جا رہے ہیں - پاؤں میں کھڑے ہونے یا ہلنے کی
طاقت کہاں - چار آدمیوں نے ملکر تھام رکھا ہے اُس پر بھی آپ اول
جلول بک رہے ہیں - یہ شراب پینے کا مزہ ہے +

جو لوگ شراب کو یکسوئی کا نفع بخشنے والی تصور کرتے ہیں وہ غلطی
پر ہیں - جو شراب کو زیادہ کام کرانے کا باعث قرار دیتے ہیں وہ کسی قدر
بھولے ہیں - مانا - شراب پینے سے جسم میں ایک طرح کی گرمی آگئی -
دمی نے کچھ زیادہ کام کر لیا - مگر کب تک! جسم بھی آخر ایک طرح کی کل
ہے - زیادہ عرصہ تک وہ کل چل سکتی ہے - جس کے پُرزے سہولیت
کے ساتھ باقاعدہ کام کرتے ہیں - لیکن اگر کہیں تم نے کسی کل کو زیادہ
طاقت والے انجن کے ساتھ لگا دیا - وہ زیادہ تیزی سے چلنے لگی - نتیجہ
ہوا کہ پُرزے جلد جلد گھس جائیں گے - کل ڈھیلی پڑ جائیگی - اور پھر مجبوراً
ں کو پھینک دینا پڑیگا - وہ مرمت کرنے کے قابل بھی نہ رہیگی - اگر آدمی
ہے کہ میں جلد مر جاؤں تو وہ شراب پئے - یہ خانہ خراب جسمانی کل کو

چند ہی روز میں بگاڑ دیتی ہے اور وہ بیمصرف بن جاتی ہے +
یُوں تو شراب ہر جگہ بُری ہے - مگر ہمارے ملک میں وہ اور بھی ز
مُضر ثابت ہوتی ہے - یہ ملک گرم ہے - یہاں تو آدمی جس قدر سادگی پ
ہوگا اُتنا ہی زیادہ آرام پائیگا - یہاں تم کو شراب پینے کی ضرورت ہی ک
ہے؟ کیا شراب کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتا؟ وہ بالکل فضول - ک
اور بیہودہ شے ہے - چھوڑو اُس کے جھگڑے کو - ورنہ یہ موذی جان
ہوئے بغیر کبھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیگی اور نہ صرف تم کو برباد کریگی
تمہارے ساتھ تمہارے بال بچے - بیوی اور عزیز ایسے برباد ہو جائیں
جیسے گیہوں کے ساتھ گُھن پستا ہے - شرابی کا گھر - شرابی کی زندگی
میں ماتمکدہ بنا رہتا ہے - اوروں کا گھر تو مرنے کے پیچھے ماتمکدہ ہوتا
جس کی زندگی ہی میں اُس کی بیوی رانڈ کہی جائے وہ شرابی ہے
کے جیتے جی اُس کے لڑکے یتیم ہوں وہ شرابی ہے - اِس منحوس کا
شخص صبح اُٹھ کر کبھی نام نہ لے - اِس کی صحبت سے ہمیشہ پرہیز
اس کی بات نہ سُنے - اِس کا جسم دوزخ کی آگ کی طرح ہر وقت جلتا
ہے - جس میں اُس کی ہڈی - نس ناڑی - سب جلا کرتے ہیں - یہ
زندگی ہی میں دوزخی ہوتا ہے +

معمولی آدمی کی تو ہستی ہی کیا ہے - شراب نے بادشاہوں کے گھ
کئے ہیں اور اُن کو چین اور آرام سے نہیں رہنے دیا - کیونکہ اس مے
میں یہ عیب ہے کہ مالک کو غلام - اچھی طبیعت والوں کو بدحواس - ت
کو بیمار - ہٹے کٹے کو لاغر - دولتمند کو غریب و فاقہ مست - عیالدار
اولاد - عالم کو جاہل - ذہین کو کودن بنا دیتی ہے - ایک عیب ہو تو

یہ عیبوں سے بھری ہوئی ہے - اور آدمی کچھ اس طرح اِس کے ہاتھوں بِک جاتا ہے کہ پھر وہ جیتے جی اس کے پنجوں سے رہائی نہیں پاتا +

جہانگیر بادشاہ کے کچھ حالات

تم نے تواریخ میں پڑھا ہوگا کہ بابر نے رانگا سانگا کے مقابلہ میں فتح کی صورت نہ دیکھ کر ایشور سے دُعا کی - کہ اگر مجھ کو فتح مل جائے تو میں شراب کبھی نہ پیونگا - چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا - لڑائی سے پہلے گھنٹوں دعا مانگتا رہا - پھر سونے چاندی کے تمام شراب پینے کے پیالے خیرات کر دئے - فوج والوں کو اپنی دینداری کا ثبوت دیا - اُس کو فتح مل گئی - کون جانے اس واقعہ کے بعد کس حد تک اس عہد کی پابندی کی گئی اُس کے پرپوتے یعنی شاہنشاہ اکبر کے لڑکے بڑے مے نوش نکلے - شاہزادہ مُراد تو برار میں شراب پی کر مر ہی گیا تھا - دوسرا شاہزادہ دانیال اُس سے بھی زبردست ثابت ہُوا - جب وہ دکن کی مہم پر بھیجا گیا - وہاں بھی شراب بے اعتدالی کے ساتھ پیا کرتا تھا - اکبر کو خوف تھا کہیں وہ بھی مُراد کی طرح شراب کی وجہ سے جلد مر نہ جائے - اس لئے شراب کی ممانعت کی - چوکی پہرہ بٹھا دیا - بیٹے کو سمجھایا بجھایا - مگر شرابی کب کسی کی سُنتے ہیں - دانیال چھپے چوری - بندوقوں کی نلیوں میں شراب چھپا چھپا کر منگانے لگا - ایک بندوق کی نلی صاف نہیں تھی - شراب پی لی - جسم مسموم ہوگیا اور وہ بھی مرگیا - اکبر کا تیسرا لڑکا شاہزادہ سلیم تھا - جس کا نام تواریخ میں جہانگیر ہے - یہ بھی حد درجہ کا شرابی تھا - آدمی اصل میں نہایت نیک مزاج - انصاف پسند - خوشدل تھا - مگر شراب نے اس قدر خراب کر رکھا تھا کہ کبھی کبھی خودداری کو چھوڑ بیٹھتا تھا +

ایک دن کا ذکر ہے - وہ محل کے اندر شراب پی کر اس قدر بدمست ہوگیا کہ
نور جہان کو مار بیٹھا - نور جہان نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا - جب شراب کا
نشہ کم ہُوا - نور جہان نے اُس کے پاس اُٹھنے بیٹھنے سے نفرت ظاہر کی - بادشاہ
نے معافی مانگی - اس نے کہا ایک شرط پر معاف کرتی ہوں کہ میرے پاؤں
پر گرو - بادشاہ نے ایسا ہی کیا +

دوسرا واقعہ ہے کہ ایک روز شراب وغیرہ ہودوں پہ لاد کر شکار کے
لئے جا رہا تھا - راہ میں چند بدمست رند فقیر ملے - کہنے لگے - ایسے
شراب پیتا ہے فقیروں کا خیال نہیں رکھتا - جہانگیر جو مست تھا ہاتھی
سے اُترا اُسی وقت اُن کے ساتھ شراب وکباب میں شریک ہُوا +

اِسی شراب کی بدولت وہ مہابت خان نامی راجپوت کی قید میں
جہاں اُس کی حالت غلاموں کی سی ہوگئی - نور جہان نے کسی طرح
حکمت عملی سے اُس کو نجات دی +

اس کے زمانہ میں شراب کا رواج ملک میں بہت ہوگیا تھا
سے رعایا کا چال چلن خراب تھا - جیسا راجہ ویسی پرجا - آخر یہ مر گیا
شراب نہیں ترک کی - اس کا پوتا شہزادہ بلاقی تخت پر بیٹھا اور خوب
خوب شراب وکباب میں مشغول رہنے لگا - شاہجہان نے اس کو قتل کر
ڈالا - اور آپ تخت پر بیٹھا - الغرض یہ نالائق شراب وہ چیز ہے جو
کو آدمی نہیں رہنے دیتی - اس لئے لوگوں کو اس موذی کے دھوکے سے
ہمیشہ بچکر رہنا چاہئے +

گیارھواں نظارہ

مُدبّری کا سُراب

انسان میں تین طرح کی طاقتیں ہوتی ہیں - جسمانی - عقلی و دماغی - اور رُوحانی - یہ تینوں طاقتیں اپنے ساتھ دھوکا دینے والا سُراب رکھتی ہیں جسمانی اور روحانی سُراب کا نظارہ اور جگہ دکھایا گیا ہے - یہاں ہم عقلی سُراب کا مختصر منظر پیش کرتے ہیں +

یہ عقل انسان کو بہت دھوکا دیتی رہتی ہے - اور جہاں اِس نے اپنا جال تَن دیا - پھر انسان کے پر اور بازو ایسے بندھ جاتے ہیں کہ جس کا حد و حساب نہیں +

عقل کا بہترین تماشا مُدبّروں کی ذہانت میں نظر آتا ہے - مُدبّر اُن کو کہتے ہیں جو تمدن اور سیاست کے راز سے ماہر ہوتے ہیں اور انتظام سلطنت کے پرپُرزوں کو اپنی دانشمندی اور تجربہ کاری سے باقاعدہ حالت میں رکھ کر چلایا کرتے ہیں - اِن کا کام بہت مشکل ہے - ان کی جوابدہی بہت نازک ہے - ان کے فرائض اہم ہیں - یہ قوموں کی قسمت کے بنانے و بگاڑنے والے کہے جاتے ہیں - اگر کہیں یہ اپنی جوابدہی کو نہ سمجھ کر عقل کے سُراب کے پیچھے دوڑ گئے تو پھر ان کا ٹھکانا نہیں رہتا - ان کی ذات سے اوروں کا نفع نقصان چاہے کچھ بھی ہو - یہ سب سے زیادہ اپنا نقصان کر گذرتے ہیں +

مُدبّر سمجھتے ہیں بادشاہ اُن کے ہاتھ میں شطرنج کے مُہرہ ہیں - جدھر چلائینگے اُدھر چلینگے مُدبّر خیال کرتے ہیں - رعایا اُن کے ہاتھ میں کٹھ پتلیوں

کی حیثیت رکھتے ہیں وہ جدھر گھمائیں گے وہ ویسا ہی ناچ ناچتے ہو
اور یہ کسی قدر سچ بھی ہے - جب تک یہ عقلی بازیگر اعتدال کے سا
کام کرتے ہیں تب تک ملک میں امن وچین رہتا ہے - جہاں انھوں
اپنی عقل پر بہت زیادہ بھروسہ کیا - غرور کے چنگ میں چڑھے - پھر
ہے - ملک میں بےچینی ہے - شور و شر ہے - لڑائی دنگے ہیں - خون
ہیں - کہیں انارکزم کے نتیجے جانکاہ اور دلخراش ثابت ہو رہے ہیں
رعایا کے مختلف گروہوں کو ہڑتال کی سوجھ رہی ہے - پھر لامحالہ
کو سخت سے سخت تدبیریں عمل میں لانی پڑتی ہیں - اور ان مُدبّروں
ذرا سی غلطی کی وجہ سے عرصہ تک ملک درہم برہم رہتا ہے - اور
فہمی ملک میں ناقص خیال پیدا کرتی ہے - جس کا سلسلہ صدیوں
پھل لاتا ہے +

مُدبّر اس میں کلام نہیں خیر و برکت کے باعث بھی ہوتے ہیں اگر
وہ اچھے ڈھنگ پر چلیں تو اُن کا کیا کہنا ہے - مگر افسوس تو یہ
پر بھوتا پائے کاہ مدنا ہیں
اختیار - حکومت اور رسوخ پاکر انسان کو غرور آ ہی جاتا ہے اور
ہو جاتا ہے اور عقلی منصوبہ بازی اُن کی مٹی پلید کر دیتی ہے +

ہر کہ شاہ آں کند - کہ او گوید
حیف باشد کہ جُز نکو گوید

اگر مُدبّر نیک ہے اور مسئلہ کے سارے پہلو اُس کی نگاہ میں رہتے
وہ دُنیا کی بھلائی کرتا ہے - اگر اُس نے صرف مُلک کی اِصلاح
کی وسعت - تجارت کی ترقی اور قومیت کی جڑ مضبوط کرنے کی

ہی لگا رہا - تو اُس کو کامیابی تو ہوگی - کیونکہ اُس کے مقصد میں خود غرضی
نہیں ہے - لیکن یہاں بھی اُس کو بہت بڑا دھوکا رہتا ہے - اُس کے
اپنے گر جانے کا بھی بہت بڑا خطرہ ہے - انسان صرف جسم ہی نہیں رکھتا
بلکہ رُوح بھی رکھتا ہے - اور اس لئے جہاں اُس کو اپنے یا دوسروں کے
جسمانی ضرورت کا لحاظ رہے - ساتھ ہی روحانی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا
چاہئے - یہ بات صرف اعتدال سے آ سکتی ہے - ورنہ عادت کا پلہ ہمیشہ
نیچے کی طرف جُھکاتا جائیگا اور جہاں ایک قسم کی عادت پڑ گئی - پھر
انسان کی اخلاقی اور روحانی موت ہو جاتی ہے +

شاہزادہ بسمارک کے پہلے جرمنی مضبوط سلطنت نہیں تھی - اُس
کی ریاستیں ہمارے ہندوستان کے رجواڑوں کی طرح الگ الگ تھیں
اپنی ڈفلی اپنا راگ - کوئی کسی کی سنتا نہیں تھا - یہ حالت پسندیدہ نہیں
تھی - کیونکہ جہاں نفاق اور تفرقہ ہوگا - اُس ملک یا قوم کو رقیب جھٹ
پٹ چٹ کر جائیں گے - بسمارک نے یہ حالت دیکھی - اور ساری زندگی
جرمنی کے طاقتور سلطنت بنانے میں صرف کردی - آج جرمنی ایک
عظیم الشان طاقت والی سلطنت ہے جس کی فوج دُنیا میں سب سے
زیادہ مکمل تسلیم کی جاتی ہے جرمنی کی تجارت فروغ پر ہے - جرمنی
کے باشندے ایک مُتحد قوم بن گئے ہیں - جرمنی بارسوخ مُلک ہے -
ہمسایہ سلطنتیں اُس سے خائف رہتی ہیں - اُس نے غیر مُلکوں میں بھی
جا بجا رسوخ اور اقتدار حاصل کر لیا - اور اُس کا سکہ سب کو ماننا پڑتا ہے
یہ سارا کام شاہزادہ بسمارک کی توجہ اور سر توڑ کوشش کا نتیجہ ہے - یہ
سب تو ہوا - مگر اُس کے اپنے چال چلن کا کیا حال رہا - رات دن کے

احتیاط اور غور فکر کے نتیجے نے اس کو اتنا محتاط بنا دیا کہ اُس کے اپنے
لڑکوں کو بھی اُس کے پاس جانے سے عار رہتا تھا - وہ اُس سے کتراتے
تھے - وہ اپنی اولاد کا خود اعتبار نہیں کرتا تھا - ان کی معمولی درخواست
کو غور و فکر کے حوالہ کرتا تھا - بغیر دو چار روز سوچے ہوئے کسی کو جواب
نہیں دیتا تھا - جہاں یہ حالت ہو - تم بہ آسانی سمجھ سکتے ہو کہ انسان
دل کس قسم کا بنا ہُوا ہوگا - یہ خطرات ہیں جو اکثر مُدبروں کے روحانی و
موت کے باعث ہوتے ہیں - جرمنی کے باشندے بسمارک کے دل
مشکور ہیں مگر جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے کوئی اُس کو پسند نہیں
کرتا تھا - انسان کو عقل بہت مار دیتی ہے - جہاں عقل کی بدہضمی ہو
پھر وہ جانبر نہیں ہو سکتا - مُدبرانہ انتظام بہت اچھا ہے - لیکن اس
اچھا یہ بھی ہے کہ انسان کا آتما پرسن رہے - جوانی ہمیشہ نہیں رہتی
آدمی کو بوڑھا ہونا ہے - جہاں مُدبری کے کاروبار رہتے ہیں وہاں رقا
اور سازش بھی ہوا کرتی ہے - اس لئے آدمی کو ہمہ تن اُسی کا نہیں
چاہئے - ورنہ ضعیفی کے وقت زندگی ہمیشہ تلخ رہیگی اور عادتیں
بن گئی ہیں وہ بھوت کی طرح پریشان کرتی رہینگی - میں نے ایسے آدمی
کو دیکھا ہے جو ساری عمر راج کاج کے کاموں میں رہے - ہمیشہ جوڑ
لڑانے سے کام رکھا - منصوبہ بازی کیا کئے اور جب پنشن لیکر گھر آ
اُن کی حالت ناگفتہ بہ تھی - چُنار کے ہیڈ ماسٹری کے زمانہ میں ایک
بزرگ مجھ سے ملنے آئے - کہنے لگے "بیٹے! تیرے بابا میرے دوست
تھے اس لئے تو بھی میرا پوتا ہے" - میں ان سے ملکر بہت خوش ہ
وہ اکثر میرے پاس آتے رہے - ایک روز اتوار کی چھٹی تھی - دوپہر

وقت میں سنت سنگھ ہاتھ میں لیکر کبیر صاحب کی ساکھی پڑھ رہا تھا۔ مضمون چتاونی تھا۔ یہ بزرگ "اتفاقاً" آ گئے۔ میں نے کتاب بند کر کے رکھ دی کہنے لگے "تم پڑھو۔ میں بھی کبیر صاحب کے کلام سننا چاہتا ہوں۔" میں نے پڑھنا شروع کیا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ میں نے پوچھا "کیوں صاحب! کیا ہوا؟" بولے "بیٹا! کیا کہیں بیاسی تراسی برس کی عمر! ساری زندگی حکومت اور منصوبہ بازی میں گذری۔ اب بھی وہی خواب سوتے وقت آتے رہتے ہیں۔ اس بانی کو سُنکر دل کو چوٹ لگی۔ میرا اُودھار کیسے ہوگا۔ اب بھی پرانے سنسکار نہیں چھوڑتے"۔ میں نے اُن کو تسلی دی۔ حضور مہاراج کو درخواست لکھ کر اُن کو ابھیاس کا طریقہ بتایا تب کچھ دنوں بعد جاکر اُن کی حالت بدلی۔ اس طرح اور کتنی نظیریں ہیں۔ اور انسان بطور خود آپ بھی سوچ سمجھ سکتا ہے +

الغرض عقلی اکھاڑے کا دنگل جہاں مدبری کی کشتیاں ہوا کرتی ہیں اپنے قسم کا بڑا خوفناک ہے۔ اس کا دھوکہ عجیب و غریب ہے۔ انسان بھول جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے میری ہمیشہ ایک حالت رہیگی۔ مگر تم جانتے ہو دُنیا کب ایک حالت پر رہتی ہے +

بہ یک ساعت بہ یک لمحہ بہ یک دم

دگرگوں می شود احوالِ عالَم

آخر میں اُس کو اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے پھر اُس وقت کیا ہو سکتا ہے "عمر ضائع راہ دور و روز دیر" +

ان خطرات کے علاوہ اُس کو اپنی جان کی بھی پڑی رہتی ہے۔ اس لئے آدمی کو جہاں اس بات میں میانہ روی کا خیال رہے ساتھ ہی وہ یہ بھی یاد رکھے کہ اُس کو مالک کے سامنے بھی کچھ جوابدہی کرنی ہے +

ابوالفضل علّامہ کے کچھ حالات

ابوالفضل اکبر بادشاہ کے نورتنوں میں سے ایک تھا۔ یہ اپنے زمانہ کا یکتاء روزگار مُدبر گذرا ہے۔ یہ اکبر کا وزیر اعظم تھا۔ انشاء پردازی میں کمال تھا۔ مکاتبات علّامی یعنی انشاء ابوالفضل میں اس کے تمام خطوط موجود ہیں جو اکبر کی طرف سے بادشاہوں کو لکھے گئے تھے۔ یا اس نے خود لکھے تھے۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس فن میں کیسا صاحب کمال تھا۔ ایسا قادرالکلام منشی شاید ہی دُنیا میں ہُوا ہوگا۔ عبد اللہ خاں اُزبک ترکستان کا بادشاہ کہا کرتا تھا "میں نے اکبر کی تلوار تو نہیں دیکھی۔ مگر ابوالفضل کا قلم مجھ کو ہمیشہ ڈراتا رہتا ہے"۔ یہ بہت بڑا مصنف بھی گذرا ہے۔ جس کی تصانیف میں آئین اکبری۔ اکبر نامہ۔ عیار دانش۔ وغیرہ بہت مشہور ہیں +

ابوالفضل میں یہ ساری خوبیاں تھیں۔ سب سے زبردست خوبی یہ تھی کہ وہ بڑا دوراندیش مُدبر تھا۔ اُسی نے اکبر کو راجپوتوں سے تعلق پیدا کرانے کی صلاح دی۔ وہی درپردہ اپنے بھائی فیضی کے ساتھ اُس کو دین الٰہی کا موجد بنایا۔ اور جو کچھ کامیابی سلطنت میں ہوئی ہے اُس کا بہت کچھ حصہ اسی ابوالفضل کی دانشمندی کا احسانمند ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جیسا مُدبّروں میں احتیاط کی عادت حد سے زیادہ تجاوز کر جاتی ہے اُس نے اکبر کو اپنی اولاد کی طرف سے حد درجہ کا محتاط بنانا چاہا۔ ابوالفضل کی نیت میں فتور نہیں تھا وہ حد درجہ کا نیک نمکحلال اور آقا پرست شخص تھا۔ مگر وہ کیا کرے۔ مُدبّری کے خیال نے مجبور کیا کہ وہ ہر چہار طرف دیکھ بھال کرتا رہے۔ اور آخر عادت کچھ ایسی ترقی کر گئی کہ اکبر کی اولاد اُس سے شبہ کرنے لگی۔ شاہزادہ سلیم جو بعد کو جہانگیر کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ اُس کو چغل خور کہا کرتا تھا۔ کئی مرتبہ

اس نے اکبر سے بغاوت کی - اکبر ہمیشہ معاف کر دیا کرتا تھا - مگر شاہزادہ کے دل میں ابوالفضل کی طرف سے کچھ ایسا کھٹکا تھا کہ اُس کو اکبر کی طرف سے محتاط رہنے کی ضرورت لاحق ہوئی +

جس وقت ابوالفضل دکن کی طرف سے چلا آ رہا تھا - جہانگیر نے نرسنگھ دیو راجہ اُرچھا کو اشارہ کیا کہ کسی طرح اس موذی کا کام تمام کر دو - تم کو ہم تخت نشینی کے وقت خوب رتبہ و انعام دینگے - اُس نے مان لیا - جب ابوالفضل اُجین کی طرف سے دہلی کو جا رہا تھا - نرسنگھ دیو نے اُس پر حملہ کیا - اُس کا سر کاٹ لیا اور جہانگیر کے پاس بھجوا دیا - جہانگیر نے اُس سر کو اپنے پاخانہ میں ڈلوا دیا - جہاں وہ عرصہ تک پڑا رہا +

جس وقت اکبر کے سامنے ابوالفضل کی لاش بغیر سر کے آئی - اُس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے - بار بار چھاتی پیٹا - کئی دن رنج کی وجہ سے مکان سے باہر نہ نکلا - اکبر اس اپنے سچے رفیق کو سب سے زیادہ پیار کرتا تھا - اُس کا لاشہ دیکھ کر یہ شعر اکبر کی زبان سے نکلا +

شیخ ما از شوق بیحد چوں سوئے ما آمدہ
ز اشتیاق پائے بوسی بے سر و پا آمدہ

ابوالفضل کی قبر انتری علاقہ گوالیار میں اب بھی موجود ہے - عمر ۵۲ برس کی تھی - کاش اگر اس قدر وہ بدتہری کے سُراب کی طرف افراط کے ساتھ نہ گیا ہوتا تو کون جانے کیا کیا کام کر گیا ہوتا +
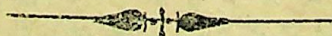
بارھواں نظارہ

شاعری کا سُراب

شاعر کو سرسوتی کا پُتر کہتے ہیں۔ وہ سرسوتی ماتا کا لاڈلا۔ اور پیارا ہے۔ اُس کے رُتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے۔ جدھر جُھکتا ہے۔ عالم لطیف کی چُلبلی مخلوق کی تصویر اپنے لفظوں میں کھینچ لاتا ہے اور دُنیا کو دکھا کر محو حیرت کر دیتا ہے۔ جو کسی کو نظر نہ آوے وہ شاعر کو نظر آتا ہے۔ جس کو کوئی نہ دکھا سکے اُس کو شاعر دکھا سکتا ہے +

یہ نہ سمجھو کہ قوموں کے بنانے والے مُدبر یا سپہ سالار ہوتے ہیں۔ قوم کے بنانے والے اُس قوم کے شاعر اور انشاء پرداز ہوتے ہیں۔ جس قسم کی زندگی دے جاتے ہیں وہی زندگی قوم کی زندگی ہوتی ہے اگر ان کے کلام میں سحت جانی ہے۔ اگر ان کے کلام میں آب حیات ہے تو مبارک ہے وہ قوم جن میں ان کا ظہور ہوا ہے کیونکہ وہ اپنے کلام کے رہتے ہوئے کبھی اُس قوم کو مرنے نہیں دینگے۔ بلائیں آویں۔ جور و ستم کے سیلاب حملہ کریں۔ زمین کا تختہ اُلٹ پلٹ جائے۔ سب کچھ ہو جائے لیکن اگر شاعر کے کلام قوم کے دلوں میں نقش ہیں تو یاد رکھو وہ اُس کے جذبات کو نشو و نما دیتے رہیں گے۔ وہ بلیات اور مصائب پر غالب آئیں گے اور زندوں کی فہرست سے اُس کا نام خارج نہ ہو سکیگا +

ہندو قوم کی زندگی کا باعث کیا ہے؟ کیا دُنیا میں تم کسی ایسے مظلوم بدنصیب اور مصیبت زدہ قوم کا نام جانتے ہو جو ہندوؤں کی طرح نشانہ خدنگ بلا ہوتی رہی ہو۔ اور پھر بھی اس میں زندگی ہو۔ نہیں۔ اور کوئی

نہیں۔ ہندوؤں نے بلائیں جھیلیں اذیتیں سہیں۔ لاکھوں ہندو مرد و عورت شہروں کی گلیوں میں لونڈی غلام بنکر بکے۔ لاکھوں ہندو مرد و عورت بارہا بیدردی سے ذبح کئے گئے۔ لاکھوں کو مذہب کے تعصب نے پامال کیا آج کتنے ہزار برس ہوئے۔ ہندو ان سب تکلیفوں کو جھیل رہے ہیں اور اور پھر بھی زندہ ہیں۔ اس سخت جانی کے جہاں اور سبب ہونگے وہاں ایک سبب یہ ہے کہ والمیکی سا عالیدماغ شاعر اپنی رامائن میں ہندوؤں کے زندہ رکھنے کے لئے خاص قسم کا امرت رکھ گیا ہے۔ وہ امرت پھر دوبارہ گوسائیں تلسی داس جی نے اُن کو بخشا +

سُدھا برشٹی بھئی دُوُ دل ماہیں

جئے بھالو کپی۔ نشچر ناہیں

ہم جو زندگی بسر کر رہے ہیں یہ رامائن کی بخشی ہوئی زندگی ہے۔ درو دیوار سے رامائن کی صدا بلند ہے۔ شادی بواہ کے وقت پیدائش اور سنسکار کے وقت رامائن گائی جاتی ہے۔ مرنے کے وقت چتا پر لے جاتے وقت "رام نام ست ہے" کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اور اس رام نام نے جو ست ہے اپنی ستا سے ہندوؤں کو زندہ کر رکھا ہے۔ اور جب تک ان میں رام نام لینے کی عادت ہے کیا یہ کبھی مرنے والے ہیں! اس رام نام کو والمیکی اور تلسی داس نے اپنی شاعری کے ذریعہ ہندو قوم کو عطا کر رکھا ہے۔ اسی طرح دنیا کے اور قوموں کے نجات دینے والے اکثر شاعر ہی ہوئے ہیں +

اگر شاعری کا رُخ اس طرف ہے۔ اگر شاعر پاک جذبات والا فرشتہ سیرت اور نیک طینت انسان ہے تو تم دیکھو گے کہ وہ دُنیا میں کیا کیا بھلائیوں کی صورت پیدا کر جاتا ہے آپ ترتا ہے دوسروں کو ترا تا ہے آپ اپنا

سُدھار کرتا ہے دوسروں کو سُدھار جاتا ہے۔لیکن اگر کہیں اُس نے شاعری کے اصل اُصول کو جان کر گڈھے میں پڑا۔تو پھر اُس کا ایشور ہی حافظ ہے +

شاعری کے میدان میں فریب اور دھوکے کے تماشے بہت ہیں جو شاعر کو اپنی طرف متوجہ کرکے بربادی کے قعر مصیبت میں گرا دیتے ہیں اور اُس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ان سب کا بیان کرنا مشکل ہے اور چونکہ آج کل ہماری زبان میں بالخصوص شاعری کا شراب زور و شور پر ہے۔ہم کو یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں پڑھے لکھے آدمی خود دیکھ بھال پر نتیجہ نکال رہے ہیں کہ اس کا رُخ کدھر ہے اور شاعری کس طرف قوم کو لئے جا رہی ہے۔اس کا نقشہ مولانا الطاف حسین صاحب حالی نے اپنے مشہور مُسدّس میں بہت اچھی طرح کھینچا ہے۔عبرت کی آنکھ کھولو۔اور دیکھو۔وہ اُردو شاعری کی نسبت کیا کہتے ہیں +

وہ شعر اور قصاید کا ناپاک دفتر   عفونت میں سنڈاس سے جو ہے بدتر
زمیں جس سے ہے زلزلہ میں برابر   ملک جس سے شرماتے ہیں آسمان پر
ہوا علم و دیں جس سے تاراج سارا
وہ علموں میں علم ادب ہے ہمارا
بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے   عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے   مقرر جہاں نیک و بد کی جزا ہے
گنہگار واں چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے
سخن جو ہے یاں آج حصہ ہمارا   نہیں قوم کو ظاہرا جس سے چارا

ہر اک کذب و بہتان ہے جسمیں گوارا مجسم ہو اُس کا اگر جھوٹ سارا
بنے ہند میں اس سے اور اک ہمالا
ہمالا سے ہو جس کی چوٹی دوبالا
ہمارے یہ شاعر جو جادو بیاں ہیں فصاحت میں مقبول پیر و جواں ہیں
بلاغت میں مشہور ہندوستاں ہیں وہ کچھ ہیں تو لے دے کے اِس گھی یہاں ہیں
کہ جب شعر میں عمر ساری گنوائیں
تو بھانڈ اُن کی غزلیں مجالس میں گائیں
طوائف کو ازبر ہیں دیوان اُن کے گویّوں پہ بیحد ہیں احسان اُن کے
نکلتے ہیں تکیوں میں ارمان اُن کے ثنا خواں ہیں ابلیس و شیطان اُنکے
کہ "عقلوں پہ پردے وئے ڈال انہوں نے"
ہمیں کر دیا فارغ البال انہوں نے"

یہ حالت صرف مسلمان ہی شاعروں کی نہیں ہے بلکہ ہندو شاعر جو اُردو کے ناقص علم ادب کی گود میں پل رہے ہیں مسلمانوں سے بھی دو چار ہاتھ آگے جانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ پنڈت برجموہن صاحب دتاتریہ اپنے مُسدّس کیفی میں اُن کی تصویر اس طرح دکھاتے ہیں اور اپنی دلی جذبات کے سلسلہ میں والمیکی وغیرہ بزرگ شاعروں کی پاکیزہ بیانی کو یاد کر کے زمانہ موجودہ کے شاعروں کا اُن سے مقابلہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں :-

وہ باغ فصاحت کے بلبل کہاں ہیں بھرے کان نغموں کے جنکے یہاں ہیں
فدا جن پہ گلہائے ہر بوستاں ہیں جو دلسوزی اور دلگدازی کی جاں ہیں
وہ سحر آفرینی کے ماہر کدھر ہیں -
زباں قوم کی تھے جو شاعر کدھر ہیں

ہُوا مُدّعیوں کو یہ کیا آہی ۔　　کہ لا کر رہے شعر پر بھی تباہی
ادب کی بھی زیبا جنہیں کجکلاہی　　جو تھے طرّۂ و کلغیٔ تاج شاہی

نہیں ڈھنگ اب اُن کے قابل بیاں کے
کہ ننگِ خلایق ہیں شاعر یہاں کے

دروغ آفرینی میں بیہودہ پن میں　　رقابت کی نَے میں بہرہ کی لگن میں
خرافات بکنے میں جھوٹے سخن میں　　غرض وقت کے ضائع کرنے کے فن میں

نہیں اُردو ہندی میں فرق اِک سرِ مو
مثل اُن کے حق میں ہے "لعنت بہ ہر دو"

کہاں سُور و تُلسی کی اعلےٰ فصاحت　　بِہاری کی مشکل پسندی بلاغت
دُر افشانی کیشو کی اور وہ سلاست　　جہاں میں ہوئی شعر کی اُن سے عزت

کوی تھے یہ بھارت کی کبتائی یہ تھی
یہاں سرستی کی دلارائی یہ تھی

یہ شاعری کے سُراب کے غیر مکمل نقشے ہیں جن کو شاعروں نے کچھ کچھ بیان کیا ہے ۔ کہاں شاعری کا کمال کہاں ان گندہ زبانیوں کا سیلاب زمین آسمان کا فرق ہے ✣

شاعر جو شاعری کے سُراب میں گیا خود مرا ۔ اس کا سنبھلنا محال ہوا فردوسی ایران کا صاحب کمال شاعر ہوا ہے ۔ اس نے شعر گوئی کا معراج زر بنایا تھا وہ منہ کی کھائی کہ روتے ہی دُنیا سے گیا ۔ اور محمود غزنوی کو بُرا بھلا کہہ گیا ۔ محمد بہادر شاہ ابو ظفر سراج الدین دہلی کے تخت پر بیٹھ کر شاعری کے سُراب کے دلدل میں پھنسے ۔ زمانہ نے ایسا تمانچہ مارا کہ دہلی سے اُچھل کر رنگون میں جا گرے ۔ جہاں اُن کی قبر سب کو بیکسی و عبرت

کی یاد دہانی کرتی ہے۔ ان شاعروں میں زندگی نہیں تھی ان کی شاعری کا رُخ شراب کی طرف تھا۔ اور موت نے اِن کا خاتمہ کر دیا۔ اور آج ہم لوگ اُن کے کمال کو یاد کر کے حسرت کے آنسو بہاتے ہیں۔ فردوسی کی حیثیت اور تھی۔ ابو ظفر بہادر شاہ اور قسم کے تھے۔ افسوس! آپ تو بُری طرح مرے ہی تھے اپنے ساتھ خاندان کو بھی غارت کر گئے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے کہا کرتے تھے +

یاد رکھنا ہے مجھی تک سب نظام سلطنت

پھر ولی عہدی رہیگی پھر نہ نام سلطنت

یہی حال مرزا غالب کا ہوا۔ کون کہاں تک کس کی کس کی سُنائے۔ نہ کسی کو اتنا کہنے کا وقت ہے نہ سُننے کا وقت ہے۔ ہاں تھوڑا سا فیضی کا حال سنو +

ابوالفیض فیض فیاضی کے کچھ حالات

فیضی سچ مچ قابلیت کا پُتلہ تھا۔ اس سے شاید اُس کے دشمن کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ اپنے فن کا یکتا تھا۔ طبیعت بھی بلا کی نکتہ رس تھی اُڑتے ہوئے پرند کو پہچانتا تھا۔ جب اکبر کے دربار میں آیا۔ بادشاہ نے اُس کو کٹھرے کے باہر کھڑا کیا۔ اور آپ اُس کے اندر تھا۔ حاسد دل سے چاہتے تھے کہ فیضی فاصلہ پر رہکر شعر پڑھے تاکہ لطف سخن کا مزہ نہ آوے۔ فیضی بھانپ گیا۔ اور اُس وقت یہ قطعہ پڑھا:۔

بادشاہا دردں پنجرہ ام   از سر لطف خود مرا جا دہ

زانکہ من طوطیٔ شکر خایم   جاے طوطی دروں پنجرہ بہ

اکبر اس قطعہ کو سُن کر پھڑک گیا۔ پاس بُلا کر قصیدہ سنا۔ پھر تو یہ رفتہ

رفتہ اکبر کے ناک کا بال بن گیا اور دشمن دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے - اس صاحب
کمال کی شاعری نے اس قدر زور پکڑا کہ اکبر نے اُس کو ملک الشعرا کا خطاب
عطا کیا - جس کا وہ ہر طرح سے مستحق تھا +

اس کی تصانیف میں زیادہ تر کتابیں یہ مشہور ہیں - دیوان تباشیر الصبح
مرکز ادوار سلیمان و بلقیس - نل دمن - ہفت کشور - اکبر نامہ - فارسی کی
لیلاوتی - فارسی کی بھگوت گیتا - فارسی کی رامائن - انشاء فیضی - تفسیر
سواطع الالہام (قرآن کی عربی میں بے نقط تفسیر) موارد الکلم +

یہ شخص علاوہ فارسی و عربی کے سنسکرت کا بھی عالم تھا - جو اُس
نے بنارس میں بھیس بدل کر ایک پنڈت سے پڑھی تھی - علمیت و
فضیلت میں یہ اکبر کے نو رتنوں میں کسی سے کم نہیں تھا - مگر اس نے یہ
غلطی کی کہ اپنے شاعری کے کمال کا مقصد مکاری اور خوشامد سمجھ لیا - اور اس
وجہ سے اخلاق اور مذہب سے گر گیا یہ ابوالفضل کا بڑا بھائی تھا - ان دونوں
کی دربار میں اتنی چلتی تھی کہ کسی کی پیش نہیں جاتی تھی - اگر اس کی توجہ
صرف شاعری کے کمال کی طرف رہتی تو آج وہ کالیداس کا ہمپایہ سمجھا
جاتا - مگر چاپلوسی خوشامد اور تملق نے اُس کو بُری طرح مار دیا - وہ شاعری
کے دھوکہ دینے والے سُراب کے پیچھے رہا اور بُری موت مرا +

مُلّا بدایونی اُس کا ہمعصر تھا وہ اُس کی موت کا خاکہ اس طرح
کھینچتا ہے "فیضی ۱۰ ار صفر کو مرا - اُس کو طرح طرح کے عارضے تھے
جلندہر الگ - دمہ الگ - ہاتھ پاؤں کا آماس - خون کے قے ہوتے
تھے - چھ مہینہ تک یکلخت بیمار رہا - خون کا قے کرتے کرتے ہونٹ
سیاہ ہو گئے تھے - اکبر خود دیکھنے کو آیا - ابوالفضل سے پوچھنے لگا

یہ ہونٹوں پر سیاہی کیسی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ مِسّی ملی تھی۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا +

تیرھواں نظارہ

جوانی کا سُراب

جوانی دیوانی ہے۔ نہ دین کا خیال نہ دُنیا کی فکر۔ نوجوانوں نے ابھی دنیاوی زندگی شروع کی ہے۔ دلوں میں نئے نئے اُمنگ ہیں ان کے لئے ہر چیز خاص قسم کا حُسن رکھتی ہے۔ کھانا۔ سونا۔ عیش و عشرت کرنا سب کو سوجھتی ہے۔ ماں باپ سمجھاتے ہیں۔ بیٹیا! دن غفلت میں نہ گذارو کچھ آگے کا بھی خیال کرو۔ مگر ان کو کس کی پرواہ ہے۔ مزاج میں تیزی ہے۔ طبیعت میں چُستی ہے۔ شوق اور حوصلے اونچے ہیں کسی کی بھی نہیں سنتے۔ جدھر سینگ سمائی اُدھر جا نکلتے ہیں۔ زمانہ کے نشیب و فراز کا ذرا بھی خیال نہیں رہتا +

جس وقت میں لاہور میں آیا۔ اکثر کالجوں کے بی۔ اے۔ ایم۔ اے نوجوان مجھ سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ بعض بعض مسایل کے متعلق میرا اُن کے ساتھ اختلاف تھا۔ وہ میرے پاس بحث کے لئے آیا کرتے تھے۔ میں اُن کو حتی الامکان سمجھا بجھا دیا کرتا تھا بعض تو مان جاتے تھے۔ بعض میرے منہ پر کہہ دیا کرتے تھے "تم غلطی پر ہو" میں ہنس کر ٹال دیا کرتا تھا۔ دو برس کے بعد حالت بدل گئی۔ اور پھر جب

وہ مجھ سے ملنے آئے۔ کہنے لگے "آپ کا فرمانا صحیح تھا۔ ہم لوگ بالکل کوتاہ اندیش اور کوتاہ بین تھے۔ اُس وقت آپ کا کہنا نہیں مانا۔ نقصان کر بیٹھے اور اب سب کو اُس کا خمیازہ اُٹھانا پڑتا ہے"۔ میں نے ہنس کر کہا جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ چونکہ خون میں گرمی ہوتی ہے لوگ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اُٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور اُس وقت تک نہیں مانتے جب تک وہ اپنا اور اپنوں کا نقصان نہیں کر لیتے +

ہرچہ دانا کند - کند نادان
لیک بعد از ہزار رسوائی

بزرگوں کا قول ہے۔ نوجوانوں کو ہمیشہ تادیب و تربیت کے قانون کے زیرِ عمل رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اُن کا فرض نہیں ہے کہ وہ خودرائی کریں بلکہ اُن کو کچھ عرصہ کے لئے اوروں کے ماتحت رہکر کام کرنا اور کام کرنے کا ڈھنگ سیکھنا چاہیئے۔ اور اپنی قدرتی طاقت کو نیک کام اور نیک جذبات کی طرف مایل کرنا چاہیئے +

جوانی کی غلط کاری کا علم سب کو ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں ناتجربہ کاری رہتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانہ میں یکلخت چوبیس برس تک اکتساب علم میں صرف کرنا پڑتا تھا۔ جوانوں میں طاقت زیادہ ہوتی ہے حوصلہ مضبوط ہوتے ہیں جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں اُس کو بے دلی سے نہیں کرتے بلکہ سچائی سے کرتے ہیں اور بسا اوقات اُس کو کامیابی کی درجہ تک پہنچا بھی دیتے ہیں۔ مگر اُن میں پختہ کاری نہیں ہوتی۔ اس لئے بُری راہ کیطرف مایل ہو جانے کا خوف رہتا ہے۔ اس بُری راہ کو جوانی کا سُراب کہا جاتا ہے +

جوانوں میں اکثر غرور آ جاتا ہے وہ سمجھتے ہیں "ہمچو من دیگرے نیست" یہ غرور جہالت سے بھی بدتر ہے - اور تم اکثر دیکھوگے - مغرور نوجوان بہت جلد ذرا ذرا سی باتوں میں ناراض ہوکر جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں ایسے نوجوانوں سے کبھی کسی قسم کی اُمید نہیں کی جا سکتی - کیونکہ وہ مثل اُن بادلوں کے ہیں جو گرجتے بہت ہیں اور برستے کم ہیں +

جوانی کام کرنے کے لئے ہے - جوانوں کو اپنے قوت بازو پر بھروسہ ہونا چاہئے - لیکن اگر کسی طرح اُن کے دل کی طاقت ہاتھ سے اوپر چڑھ کر زبان پر آ جائے تو تم کو جان لینا چاہئے اب خیریت نہیں ہے زبان سے کام کرنا بوڑھوں کا کام ہے - ہاتھ سے کام کرنا جوانوں کا کام ہے "جوانان بہ شمشیر و پیراں براے" اور یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جوان ہاتھ سے اور بوڑھے زبان سے کام کریں - ہاں اگر قدرت نے کسی خاص لڑکے یا جوان کو بوڑھوں کی عقل دیکر بھیجا ہے تو وہ مستثنیات سے ہے - اور یہاں مستثنیات کا ذکر نہیں ہے - گورو ہرکشن صاحب سات برس کی عمر میں لوگوں کو مذہبی تعلیم دیتے تھے - لیکن کیا یہ بات ہر شخص میں ہو سکتی ہے ؟ +

جوانوں میں نمائش زیادہ ہوتی ہے - ان کے لئے دُنیا میں جس قدر تحریص و ترغیب کے سامان ہیں اور کسی کے لئے نہیں - اس لئے ان کو ہمیشہ سوچ سمجھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے +

جو جوان نہیں سنبھلتے اُن کا انجام خراب ہوتا ہے - چاہے وہ زندگی کے کسی درجہ میں رکھے جائیں - خودکاری خودرائی - نادانی اُن کو تباہ اور برباد کر دیگی - اور وہ آخر کو پچتائیں گے اور پریشان ہونگے +

جوانی کے سُراب کے بھرم میں آیا ہوا انسان مریض رہتا ہے - چہرہ پر ہوائیاں اُڑتی ہیں - آنکھیں دھنسی ہوئی - جسم دبلا پتلا پیلا - کبھی کوئی مرض ہے کبھی کوئی یہ زمانہ تھا کہ وہ پڑھتے لکھتے - دھن دولت عزت حرمت اکٹھا کرتے - سرکار دربار کے کام میں بارسوخ ہوتے نہ کہ کتّوں کی طرح مارے مارے پھرتے . . . ایسے بگڑے ہوئے نوجوان قبل از وقت دُنیا سے کوچ کر جاتے ہیں اور اپنے ساتھ حسرت اور افسوس لے جاتے ہیں +

تم نے سُنا ہوگا - بنگال کی سلطنت کی جڑ ایک نوجوان کی نادانی کی وجہ سے کھوکھلی ہوگئی - اور جو کچھ رہی سہی طاقت تھی - وہ بھی جاتی رہی - یہ نوجوان شخص نواب سراج الدولہ نواب بنگال تھا - اس کی عمر پچیس برس کی تھی - جب اس کو راج سپرد ہوا - ناتجربکار اور نادان تھا - ضد اور ہٹ کرنے کی عادت بہت تھی - اور یہ نہیں جانتا تھا - کہ دُنیا میں اس کے محل کے باہر کیا ہو رہا ہے - اُس نے کہیں سُن پایا کہ کلکتہ کے انگریز سوداگر بہت مالدار ہیں - ان کے لوٹنے کا ارادہ کر دیا - قلعہ میں صرف ۱۷۰ انگریز تھے - اس کے ساتھ پچاس ہزار فوج تھی - نادان نے ۱۴۶ انگریزوں کو ایک تنگ حجرہ میں بند کر دیا جنمیں سے ۲۰ مر گئے پلاسی میں لڑائی ہوئی - نواب شکست کھا کر بھاگا - اور راہ میں میرن کے ہاتھ سے مارا گیا جو میر جعفر کا لڑکا تھا - اس نادان کو اتنی سمجھ نہیں تھی کہ سوداگروں پر ظلم کرنا کیسی نادانی ہے اور خاص کر ایسی حالت میں جب وہ قلیل تعداد میں موجود ہوں اور اپنی حفاظت کے ناقابل رہے ہوں - اس کو لوگوں نے سمجھایا - مگر نادانی کے بھوت نے اس کو راہ راست کی پیروی سے برطرف کر دیا - اور بنگال رفتہ رفتہ انگریزوں کے ہاتھ میں آ گیا +

شاہ کیقباد کے کچھ حالات

جب غیاث الدین بلبن ۱۲۸۶ء میں مرنے لگا۔ اُس نے قرا خان خواہ بغرا خان صوبہ دار بنگال اپنے لڑکے کو بلا بھیجا تاکہ اُس کو دہلی کے تخت پر بٹھائے۔ قرا خان بنگال سے آیا۔ لیکن جب سُنا کہ بلبن اچھا ہو چلا ہے وہ بنگال کو چلا گیا۔ بلبن اُس سے سخت ناراض ہوا اور نہ صرف قرا خان کو تاج تخت کی وراثت سے محروم کر دیا۔ بلکہ اُس کے لڑکے کیقباد کو تخت پر بٹھایا گیا +

کیقباد بڑا خوبصورت لڑکا تھا۔ باپ نے بڑی ہوشیاری سے اُس کی پرورش کی تھی اور یہ اُمید تھی یہ اپنے چالچلن سے سب کو خوش رکھیگا۔ اور اچھا بادشاہ ہوگا۔ مگر جوانی کے ترنگ میں اس نے کچھ نہیں سوچا۔ جوانی کے سُراب کی طرف چل نکلا۔ نظام الدین اس کا وزیر بڑا فطرتی تھا۔ اُس نے بادشاہ کو شراب کباب اور عیاشی کی جانب مایل کر دیا۔ اور تمام اختیارات سلطانی اپنے ہاتھ میں کر لئے۔ کیقباد کو عیش وعشرت سے فرصت کہاں تھی کہ وہ بادشاہی کاروبار کی طرف رجوع ہوتا +

دہلی پر مغلوں کا حملہ ہوا۔ شاہی فوج نے اُن کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد نظام الدین کے حکم سے تمام مغل سردار جو شاہی خدمات پر مامور تھے بلا جُرم مار دئے گئے۔ اُن کے قصوروں کی بھی پُرسش نہیں ہوئی صرف یہ بہانہ کیا گیا کہ مُغلوں نے محض اُن کی سازش سے حملہ کیا تھا شاہی ملازمت میں مُغلوں کی بڑی تعداد تھی۔ ان کے قتل عام کا اثر اچھا نہیں ہُوا۔ قرا خان ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کیقباد مارا ڈالا جائے

وہ کیقباد کے سمجھانے بجھانے کی غرض سے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔
یہاں لوگ ڈرے کہ مبادا قراخان علمِ بغاوت بلند کرے اور بیٹے کو تخت
سے اُتار دے - وزیر نہیں چاہتا تھا کہ باپ بیٹے ملکر رہیں وہ رات
دن پٹی پڑھایا کرتا تھا - بادشاہ نے صوبہ بنگال پر چڑھائی کردی
بہار میں دونوں پلٹن ایک دوسرے کے مدِ مقابل ہوئیں - بقرا خان کی
نیت میں فتور نہیں تھا - نہ وہ راج کا خواہشمند تھا - تیسرے دن
اُس نے کیقباد سے ملنے کے لئے چٹھی لکھی اور درخواست کی کہ میں بادشاہ
کو صرف سمجھانے کے لئے آیا ہوں اور میرا کوئی مطلب نہیں ہے نظام الدین
ملاقات کے برخلاف تھا - تاہم وہ کیقباد کو نہیں روک سکا - صرف
حفظ مراتب کا خیال دلایا کہ بقرا خان جب تک تین مرتبہ آداب نہ بجا
لائے باریاب نہ ہو - بقرا خان نے سب کچھ منظور کر لیا - کیقباد تخت
پر بیٹھا تھا - بقرا خان گو اُس کا باپ تھا - مگر آتے ہی اُس کو جھک کر
زمین چومنے کا حکم دیا گیا - جب وہ دیرینہ سال سفید داڑھی والا
بوڑھا پہلی مرتبہ زمین پر جھکا - نقیب نے آواز دی - بقرا خان روبرو ہے
جہاں پناہ سلامت - اُس غریب کو تین مرتبہ اسی طرح آداب بجا لانا
پڑا - کیقباد پھر بھی اُس کا لڑکا تھا - دیکھ کر رونے لگا - بقرا خان
سے جو کچھ ہو سکا اُس کو سمجھایا - مگر اُس نے دیکھ لیا کہ یہ بُری طرح
بد عادتوں کا غلام ہو چکا ہے - آخر تن بہ تقدیر وہ بادشاہ سے رخصت
ہو کر بنگال کو گیا - اِدھر حاسد درباریوں نے کیقباد کا اشارہ پاکر نظام الدین
کو زہر دیا - اور جب وہ مر گیا - بادشاہ کو کسی کا خوف نہ رہا - کھلے خزانے
عیاشی کی طرف مائل ہو گیا - اور آخر میں بادشاہ پر فالج گرا - سلطنت

کے کام کاج میں ہرج واقعہ ہونے لگا۔ اُسی وقت موقع پاکر جلال الدین خلجی نے ایک مغل کے ساتھ سازش کی۔ جس کا باپ بیقصور مارا گیا تھا۔ اُس نے بیمار بادشاہ کا سر کچل دیا۔ اور اس کے ساتھ غلاموں کے خاندان کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ یہ ۱۲۹۰ء کا واقعہ ہے +

جوانی کی گمرہی کا انجام بالعموم اسی طرح کا ہُوا کرتا ہے۔ جوانوں کو چاہیئے کہ وہ اس سے بچیں۔ راہ حق پہ چلیں۔ اپنی جوانی کا فائدہ اُٹھاویں۔ کل کو یہ طاقت اور یہ حوصلے نہ رہیں گے۔ جو کام کا وقت ملا ہے اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ تاکہ آخر کو پچھتانا نہ پڑے +

جوانان رہ طاعت امروز گیر | کہ فردا جوانی نہ آید ز پیر
من آں روز را قدر بشناختم | بدانستم اکنوں کہ در باختم
دریغا کہ فصلِ جوانی برفت | بہ لہو و لعب زندگانی برفت

چودھواں نظارہ

ہنسی اور مذاق کا سُراب

دُنیا میں ایسے آدمی بھی ملیں گے جو محض ہنسی مذاق اور دلّگی کو مقصد سمجھتے ہیں اور اسی کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ لوگوں کو دلّگی اور مذاق کی باتیں سُنا سنا کر ہنسنا ہنسانا۔ اور ساری زندگی اسی ایک بات میں گذارنا۔ زندگی کے معمہ کے قفل کی بہترین کُنجی ہے۔ اسی خیال کو مدِ نظر رکھ کر ایک شخص کہتا ہے +

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

زندہ دلی سچ مچ اچھی چیز ہے۔ آدمی کیوں مُردہ دل رہے۔ کیوں ہنسی اور مذاق ساتھ زندگی نہ بسر کرے۔ اس سے بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔ اس سے دل پر کدورت نہیں آتی۔ کسی کسی معنی میں یہ سچ ہے مگر اسی کو سب کچھ سمجھ لینا اور رات دن اسی کے پیچھے لگے رہنا حد درجہ کی غلطی اور غلط فہمی ہے +

لوگ دیکھتے ہیں۔ جس کو ہنسی مخول کرنا آتا ہے۔ وہ ہر دلعزیز ہو جاتا ہے سب اُس کو پیار کرنے لگتے ہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے۔ سورج کے کرنوں کی طرح ہنسی خوشی کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ ایسے آدمی کی حیثیت بھانڈ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اُس کا اپنے دل پر قابو نہیں۔ وہ دوسروں کا غلام ہے۔ اُس کی خوشی دوسروں کے ہنسانے میں ہے۔ وہ صحبت اور مجلس کا آدمی ہے۔ امیر۔ غریب۔ بادشاہ۔ وزیر سب کی نگاہ اُس کی طرف رہتی ہے۔ مگر کب تک؟ صرف اُس وقت تک جب تک اُن کو اس بیعزت آدمی کے تفریح کے سامان بنا رکھنے کی ضرورت ہے۔ میں نے اُس کو بیعزت کہا۔ اور تم اس بات کو غلط نہ سمجھو۔ کیونکہ جس کی عادت ہمیشہ دلگی اور مذاق کرنے کی ہے وہ حقیقت میں بیعزت ہے "مسخرہ" کا لفظ بیعزتی کا مُرادف ہے۔ ابتدا میں گو یہ اچھا لگے۔ مگر اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا +

مسخراپن سنجیدگی کی ضد ہے۔ مسخرہ کا مزاج سنجیدہ نہیں ہوتا۔ اور سنجیدگی نہ ہونے کی وجہ سے اُس کو اپنی عزت کا خیال کچھ نہیں رہتا۔ اور چونکہ اپنی عزت کا خیال نہیں رہتا۔ اس لئے وہ وقتاً فوقتاً کبھی کبھی اپنے ہمسایوں ہی کی نسبت ایسے مذاق کر گذرتا ہے۔ جن سے اُن کے دل کو چوٹ لگ جاتی

ہے - وہ بیچارے چاہے کہیں یا نہ کہیں - مگر دل ہی دل میں محسوس کرتے ہیں - دُکھی ہوتے ہیں اور مسخرہ سے علیحدگی کے بھی خواہشمند ہو جاتے ہیں تم یاد رکھو - جس کی باتوں سے کسی کو دُکھ پہنچے - کیا وہ ہمیشہ سُکھی رہیگا؟ یہ دُنیا عجیب و غریب ہے - اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے - جو جیسا کرتا ہے ویسا پاتا ہے - ممکن ہے کہ مسخرہ نے عمداً دلآزاری نہ کی ہو - مگر عادتاً اُس کی زبان سے بھری مجلس میں کسی شخص کے بارہ میں اُس کی زبان سے ایک لفظ نکل گیا - اور اس نے اُس کو محسوس کیا - اس کے دل سے دُکھ کے خیالات کی دھاریں خارج ہونے لگیں جو نہ صرف اُسی کو مکدر کرینگی - بلکہ مسخرے کے دل سے بھی جاکر ٹکر کھائینگی اور وہ رفتہ رفتہ گندہ ہو جائیگا - اور یہ نوبت آ جائیگی کہ اوروں کا خوش کرنا تو درکنار - وہ آپ دُکھی ہوگا - اور زندگی تلخ بن جائیگی ✣

میرا مزاج لڑکپن سے گمبھیر ہے - اور اُس کا سبب یہ ہے کہ میں دُنیا میں بہت بدصورت پیدا ہُوا تھا - اب بدصورت نہیں ہوں - لڑکپن میں میرا یہ حال تھا کہ میرے باپ تک میری صورت دیکھ کر ہنسی کیا کرتے تھے - اوروں کا تو کہنا کیا ہے - نتیجہ یہ ہُوا کہ میرے دل کو تکلیف ہونے لگی - میں نے عام آدمیوں میں اُٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیا - اور ساری توجہ اور سارا وقت کتاب کو دینے لگا - کتابیں لڑکپن سے میری سچی دوست ہیں ✣

ہم نشینے بہ از کتاب مخواہ
کہ مصاحب بود گہ و بیگاہ

لوگ مجھ کو وحشی کہنے لگے - وحشی کہلانا منظور تھا - مگر لوگوں کی صحبت میں رہکر اُن کے ٹھٹھول و ہنسی کا نشانہ بننا گوارا نہیں تھا - سب سے الگ تھلگ

رہا کرتا تھا اور اب تک وہی عادت چلی آتی ہے - یہ وجہ میرے سنجیدہ مزاج ہونے کی ہے - ایک مرتبہ جب میں میور سنٹرل کالج الہ آباد کے سیکنڈ ایر جماعت میں پڑھتا تھا - لوگوں کے ہنسی مذاق کو سن سنکر مجھ کو خواہش ہوئی کہ میں بھی انہیں کے نقش قدم پر چلکر ہنسی دلگی کروں اور لوگوں کو خوش کروں - ایک دو مرتبہ ایسا کیا - مگر چونکہ یہ بات عادت میں داخل نہیں تھی - بُری اور ناخوشگوار معلوم ہوئی - میں نے خود اس کو اچھا نہیں سمجھا بابو مُرلی منوہر صاحب جو آج کل مہاراجہ ریوان کے سررشتہ دار ہیں - میرے ہم جماعت تھے ایک ہی کمرہ میں رہتے تھے - ایشور اُن کا بھلا کرے - انہوں نے تنہائی کی حالت میں مجھ سے کہا - تم اپنے آپ کو خراب نہ کرو - اپنی سنجیدگی کو نہ چھوڑو - یہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہے اور نہ تمہارے شایاں ہے +

تو بر سر قدر خویشتن باش و وقار
بازی و ظرافت بہ ندیمان بگذار

میرے دل کو چوٹ لگی - میں سنبھل گیا - اور شکر ہے - پھر مجھ کو کبھی کسی کے ساتھ دلگی اور مذاق کرنے کا حوصلہ نہیں ہُوا +

تم یاد رکھو دلگی اور مذاق کی عادت سے دینی اور دُنیاوی دونوں نقصان ہوتے ہیں - دلگی کرنے والا ہمیشہ باہر مُکھی ہوگا - اُس کا دل یکسو نہ ہوسکیگا کیونکہ اُس کو عمداً اور عادتاً ایسی باتوں کی تلاش رہیگی کہ میں کیا بات کہوں جس سے جماعت کھل کھلا کر ہنس دے - کہیں وہ اُنگلی سے اشارہ کریگا - کہیں ناک بھوں چڑھائیگا - کبھی آنکھ بنادیگا - کبھی زبان سے نئی نئی باتیں نکالیگا - رفتہ رفتہ اس کی ایسی عادت پڑ جائیگی - اور پھر انتر مُکھی ورتی کے

وصف سے وہ خالی رہیگا اور جو انتر مکھ نہ ہوگا وہ مذہبی مفاد کا نہ تو مستحق ہوگا نہ سوچنے و سمجھنے کے قابل بنیگا - وہ مذہب - ایشور اور بزرگوں کی شان میں ناحق کلمے استعمال کرنے سے نہ چوکیگا - اُن کی تحقیر روا رکھیگا - اُس کا معبود ایشور نہیں رہیگا - بلکہ اُس کے معبود وہ انسان ہونگے جن کو وہ خوش کرنا چاہیگا - مذہب - ایشور - اور بزرگوں کی بیعزتی و بے ادبی اُس کو بدنصیب بنادیگی اور وہ روحانیت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیگا - یہ تو دینی نقصان ہے جو یقیناً ہوگا اور ہو کے رہیگا +

دُنیا میں آپ خیال کریں ہر شخص کا مزاج ہر وقت یکساں نہیں رہتا کبھی کچھ کبھی کچھ - ایک وقت کسی کو گالی دو - وہ خوش ہوگا دوسرے وقت اُس کی تعریف کرو - وہ ناراض ہو جائیگا - ساری باتیں انسان کے دل پر موقوف ہیں - جیسا جس وقت دل ہے وہ ویسے ہی اثرات قبول کرنے کے لئے تیار ہوگا - اس لئے جس کی عادت مذاق اور دلگی کرنے کی ہے وہ کبھی نہ کبھی ضرور ایسا کام کر گذریگا جو اور کس کو کہا جائے اُس کے مالک یا متعلقین ہی کے برخلاف ثابت ہوگا - اُس کی باتوں سے زخم لگ جائیگا اور نتیجہ ایسا ناقص ہوگا کہ وہ ساری عمر اپنے کئے پر پچھتاتا رہیگا - اور دلگی مذاق بھول جائیگا +

دلگی و مذاق وہ بُرا شراب ہے کہ انسان غلطی سے خوشی کی ہوس میں اُس کی طرف رجوع کرتا ہے اور آخر میں اُس کو معلوم ہوتا ہے - کہ "خود غلط بود آنچہ من پنداشتم" اس غلطی کا پتہ اکثر ایسے وقت میں جاکر لگتا ہے - جب اُس کا علاج نہیں ہو سکتا +

عمر ضایع - راہ دور - و روز دیر

اُس وقت سواء مرنے اور بیکسی سے جان دینے کے اور کچھ نہیں بن پڑتا۔ جس راہ سے گئے تھے۔ اُس سے واپس آنا محال ہوتا ہے۔ شام کا وقت۔ چاروں طرف گھُپ اندھیرا۔ اب بھلا مسافر لوٹے تو کدھر لوٹے۔ نہ سرائے نہ ٹھکانہ نہ ساتھی نہ رفیق۔ اور کیا پھر عرصہ سے پڑی ہوئی عادت بدل سکتی ہے؟ رسّی جل جائیگی مگر اینٹھن نہ چھوٹیگا۔ اور اس شراب کا مارا ہوا آدمی ویسے ہی تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے۔ جیسے مرگ ترشنا کے ہرن کا حال لوگ سُنایا کرتے ہیں :-

اس قسم کے واقعات تم کو اپنی زندگی میں اکثر دیکھنے میں آئے ہونگے اُن پر خود غور کر کے نتیجہ نکالو۔ یہاں میں تم کو ایک شخص کا حال سناتا ہوں جو دُنیا میں بہت بڑا دل و دماغ لیکر آیا تھا۔ مگر نادانی سے اس نے اُس کو دلگی اور مذاق کے مذبح پر بیرحمی کے ساتھ ذبح کیا۔ اور آخر خود لعنت و ملامت کا نشانہ بنا۔ اور سسک سسک کر مرا۔ اور دوسروں کے لئے اُس کی زندگی عبرت کی کہانی بن گئی :-

سید انشاء اللہ خاں کے حالات

سید انشاء اللہ خان جب لکھنؤ میں آئے اُس وقت شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ میر انشا کی عالی دماغی سب کی نظروں میں کھُب گئی۔ اِن کا کلام ایسا شُستہ اور مانجھا دیا ہوا ہوتا تھا کہ کبھی کبھی سواء ہندی کے عربی و فارسی لفظوں کا نام تک نہیں آتا تھا یہ کمال سواء میر انشاء کے اور کسی شاعر کو حاصل نہیں تھا۔ کاش یہ شخص اگر اس زمانہ میں ہوتا۔ تو وہ اُردو کو بالکل عربی و فارسی کے لفظوں سے صاف کر کے دکھا دیتا کہ فصیح زبان ایسی ہوتی ہے اور فصاحت صرف سادگی میں ہے۔ ایک رباعی میں آپ کہتے ہیں :-

گھوڑے پر اپنے چڑھ کے آتا ہوں میں — کرتب جو جو ہیں سب دکھاتا ہوں میں
اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی — کتنا جو کچھ ہوں۔ کہ دکھاتا ہوں میں

دیکھئے اس میں ایک لفظ بھی عربی اور فارسی کا نہیں ہے +

ان کی غزلیں بھی لاجواب ہیں۔ اور مزہ یہ ہے کہ نئی بندش۔ نئے خیال۔ نیا رنگ نیا ڈھنگ + ؂

لگا کے برف میں ساقی صراحئے لا — جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا

میر انشاء کو زبان پر پوری پوری دسترس تھی۔ ہندی وہ جانتے تھے اُردو میں تو وہ اہل کمال ہی تھے۔ فارسی کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص تمیز نہیں کر سکتا کہ یہ ہندو کا کلام ہے یا کسی ایرانی کا۔ محاورہ کی نمکینی۔ اور بول چال کی شوخی میں لاثانی ہیں۔ نواب اودھ اُن پر بہت مہربان تھے اور اس قدر سلوک کرتے تھے کہ انشاء اللہ کا زمانہ کچھ اور ہی ہو گیا +

ان کی دلگیوں کی بابت جو لطیفہ بیان کئے جاتے ہیں وہ ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں ہیں۔ اُن میں سے دو چار کو ہم بیان کرتے ہیں +

پہلا لطیفہ۔ ایک دن یہ نواب سعادت علی خان کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ گرمی زور پر تھی۔ پگڑی اُتار کر نیچے رکھ دی۔ سر مُنڈا ہوا تھا۔ نواب نے دلگی دلگی کھلی چاند پر ایک چانٹا رسید کر دیا۔ انہوں نے جھٹ پٹ پگڑی سر پر رکھ لی اور کہنے لگے۔ بزرگ سچ کہا کرتے ہیں ننگے سر کھانا کھانے سے شیطان دھول مارتا ہے +

دوسرا لطیفہ۔ ایک دن نواب نے روزہ رکھا۔ حکم دیا کوئی اندر نہ آنے پاوے۔ سید انشا کو ضروری کام تھا۔ چوکیدار نے روکا۔ یہ کہنے لگے جانے دو۔ تم پر خفگی نہ ہو گی۔ انہوں نے کیا کام کیا عورتوں کی طرح

سر پر دوپٹہ ڈال کر اور ناک پر انگلی رکھے ہوئے عورتوں کی چال میں نواب کے پاس پہنچے اور کہنے لگے :-

"میں تیرے صدقے نہ رکھ اے میرے پیاری روزہ - بندی رکھ لیگی تیرے بدلے ہزاری روزہ" +

نواب ہنسنے لگے - انھوں نے اپنی بات کہی اور چلے آئے +

تیسرا لطیفہ - جان بیلی صاحب اودھ کے رزیڈنٹ تھے - نواب سے ملنے آئے - یہ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے - میر انشاء نواب کے پیچھے کھڑے رہے - صاحب نے اتفاقی وقت ان کی طرف نظر کیا - انھوں نے عجیب و غریب شکل بنائی - انھوں نے شرم سے گردن نیچے کر لی - مگر دل میں حیران کہ اس کی صورت کیسی ہے دوبارہ نظر کیا - اب کی مرتبہ ایسی صورت بدلی کہ واہ رے واہ! وہ پھر شرمائے دوسری طرف دیکھنے لگے - جب تیسری دفعہ ان کی طرف نظر گئی - تو اس دفعہ کی صورت اور بھی عجیب تھی صاحب نے پوچھا - یہ کون ہیں - نواب بولے - یہ میرے نئے مصاحب میر انشاء اللہ ہیں - پھر تو وہ رزیڈنٹ سے بھی ملنے جلنے لگے +

چوتھا لطیفہ - علی نقی خان رزیڈنٹ کے میر منشی تھے - ایک مرتبہ کہہ رہے تھے کہ گلستان کے اس مصرعہ یعنی "شاید کہ پلنگ خفتہ باشد" میں خفتہ کی جگہ خفیہ ہو سکتا ہے - نواب نے میر انشاء کی طرف اشارہ کیا یہ کہنے لگے - بجا ہے - میر منشی صاحب صحیح فرماتے ہیں - میں نے بھی گلستان کے ایک قلمی نسخہ میں اس کو اس طرح پڑھا ہے :-

تا مرد سخن نگفتہ باشد   عیب و ہنرش نہفتہ باشد
در بیشہ گماں مبر کہ خالی ست   شاید کہ پلنگ خفیہ باشد

میر منشی صاحب ایسے شرمائے کہ جس کا حد نہیں +

پانچواں لطیفہ - فایق نامی ایک شاعر نے ان کی ہجو لکھی اور اُن کو سُنایا یہ پھڑک گئے اور اُس کے صلہ میں پانچ روپیہ انعام دیا - جب شاعر چلنے کو ہوا - انھوں نے کہا - کچھ اور انعام لیتے جاؤ اور کاغذ پر یہ رباعی لکھ کر اُس کے حوالہ کی :-

فایق بیحیا چو ہجوم گفت   دل من سوخت سوختہ بہ
صلہ اش پنج روپیہ دادم   دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

غرضیکہ کوئی کہاں تک بیان کرے ان کے بہت لطیفے مشہور ہیں روز یہی شغل رہتا تھا - جب دربار میں جاتے تھے - اسی بات کا خیال رہتا تھا کہ کوئی لطیفہ سنادیں اور نواب خوش ہوں - مگر ہونے والی بات - ایک دن سعادت علی خان کہہ رہے تھے کہ ہم بھی نجیب ہیں ان کی زبان سے نکل گیا - آپ نجیب نہیں بلکہ انجب ہیں - سعادت علی خان لونڈی کے پیٹ سے تھے - چُپ - دل میں سخت درہم برہم ہوئے - سارا دربار محو حیرت - انشاء اللہ خان نے بات بنانی چاہی مگر یہاں دل میں میل آگیا اور وہ کبھی دور نہیں ہوا اور اُس نے میر انشاء اللہ خان کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے تلخ کر دیا +

نواب اب کبھی ان کی باتوں سے خوش نہیں ہوتے تھے - یہ بھی تاڑ گئے دل پر خوف غالب ہوا اور ساری دلّگی بازی خاک میں مل گئی - تھوڑے ہی دن بعد لڑکا مرگیا زندگی وبال جان ہو گئی - ایک مرتبہ حواس باختہ ہوکر سرِ راہ کچھ سخت سُست کہہ بیٹھے - نواب نے تنخواہ بند کردی "پراگندہ روزی پراگندہ دل" +

ایک وہ زمانہ تھا کہ یہ نواب کے ناک کے بال تھے - گھر پر دربار لگتا

دروازہ پر ہاتھی جھومتے تھے یا اب یہ نوبت آئی کہ کھانے کو محتاج ہوگئے جسم پر میلے کچیلے کپڑے رہتے تھے ۔ پگڑی میلی ۔ پاجامہ سے تعفن آتی تھی اب وہ پہلی سی حالت کہاں رہی تھی +

ان کا آخری وقت نہایت دردناک تھا ۔ مکان گندہ ۔ کہیں راکھ پڑی ہے ۔ کہیں غلاظت کا ڈھیر ہے ۔ تن ڈھانکنے کو کپڑا میسر نہیں تھا ۔ ایک ٹوٹا سا حقہ پاس رہتا تھا ۔ نہ نوکر نہ چاکر ۔ یونہی تن تنہا مکان میں سڑی دسودائی کی طرح بیٹھے رہا کرتے تھے ۔ شکل سے ناامیدی برستی تھی کبھی کبھی پہلے زمانہ کو یاد کرکے ٹھنڈی سانس لیا کرتے تھے ۔ آخر موت کا مقام آ پہنچا اور مصیبت کے ساتھ جان دیدی +

یہ دلگی اور مذاق کے افراط کا انجام تھا +

جو لوگ اس سُراب کے آرزو میں مرتے ہیں اُن کے لئے سید انشاء کی عبرتناک کہانی نہایت سبق آموز ثابت ہوگی +

پندرھواں نظارہ

عزیز و اقارب کی مامتا کا سُراب

لوگ ساری عمر میرا تیرا پنا کرتے رہتے ہیں ۔ یہ میرا بھائی ہے یہ بھتیجا ہے ۔ یہ ہم مذہب ہے ۔ یہ ہمقوم ہے ۔ مگر جو غور سے دیکھئے تو یہ مامتا بالکل بے بنیاد اور بے حقیقت ثابت ہوتی ہے ۔ کون کس کا ہے؟ کوئی کسی کا نہیں ۔ یُوں تو آپ صاف دیکھتے ہو کہ انسان اکیلے آیا اور اکیلے ہی

جاتا ہے۔ آج تک کسی نے موت میں کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ لیکن اگر یہ کہو کہ لوگ دنیا میں ساتھ دیتے ہیں تو یہ بھی خیال غلط ہے۔ یہاں بھی سب اپنی اپنی غرض کے لئے محبت و قرابت کا رشتہ جوڑتے ہیں اور کام و امتحان کے وقت اس طرح چھوڑ جاتے ہیں جیسے سانپ کینچلی کو چھوڑ جاتا ہے۔ مگر یہ حضرت انسان ہے جو ساری عمر میرا تیرا کرتا رہتا ہے اور اصلیت کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ گورو نانک صاحب فرماتے ہیں:-

گورو بن تیرو کوئی نہ سہائی
کا کی۔ مات۔ پتا۔ سُت بنتا۔ کو کا ہو کا بھائی ؎
دھن دھرنی اور سمپت سگری۔ جو مانیو اپنائی ؎
تن چھوٹے کچھ سنگ نہ جائی۔ کہا۔ تاہی پٹائی ؎
دین دیال سدا دکھ بھنجن۔ تا سنگ رچی نا بڈھائی
نانک کہت جگت سب مِتھیا۔ جیوں سپنے رینائی

لوگ کہتے ہیں۔ یہ میرا بھائی ہے میرا قوت بازو ہے وقت پر کام آویگا۔ مگر یہ بھول جاتے ہیں۔ اورنگزیب بھائی ہی تھا۔ جس نے دارا شکوہ۔ شجاع و مراد اور ان کی ساری اولاد کو برباد کر دیا ؎

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

لوگ کہتے ہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ بڈھاپے کی عصا۔ مگر ان کو یہ یاد نہیں کہ اورنگزیب لڑکا ہی تھا جس نے اپنے باپ شاہجہان کو بری طرح مار دیا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایک بوند پانی کو ترستا رہتا تھا۔ اور اس کو پینے کے لئے پانی تک نہیں ملتا تھا۔ وہ ایک موقع پر اپنی خستہ حالی کی یوں شکایت کرتا ہے:-

آفریں باد ہندواں ہر باب — مُردہ را نیز می رسانند آب
اے پسر تو عجب مسلمانی — تشنہ لب را بہ آب نہ رسانی

لوگ کہتے ہیں یہ میرے رشتہ دار اور عزیز و اقارب ہیں۔ اور دُنیا کی تواریخ نہیں دیکھتے کہ عزیز و اقارب نے کس طرح دھوکا دے دیکر اپنے بیگانوں کا خون کیا۔ ہمارے ملک میں کون ایسا مسلمان بادشاہ ہوا ہے۔ جس نے اپنے خاندان کے تمام متعلقین کو جیل کر کے اُن کی لاشوں پہ پاؤں رکھتا ہوا تخت پر بیٹھا ہو۔ شاہجہان کو دیکھو اورنگ زیب کو دیکھو۔ لوگ کہتے ہیں یہ میرا بھتیجا ہے ساتھ دیگا۔ مگر یہ نہیں جانتے علاؤالدین خلجی جلال الدین فیروز شاہ کا بھتیجا ہی تھا۔ جس نے کڑا مانکپور میں چچا سے ہم آغوش ہوتے ہوئے اُس کے پہلو میں خنجر بھونک دیا۔ اور آپ تخت پر بیٹھا۔ کون کس کو کہے اور کہاں تک کہے۔ کوئی نہ تو کسی کا دوست ہے نہ کوئی کبھی کسی کا ساتھ دیتا ہے جو لوگ ہمیشہ میرا تیرا اپنا کرتے رہتے ہیں وہ سخت غلطی پہ ہیں +

چوں صحابہ جاہ و حشمت یافتند
مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

گورو نانک صاحب بہت سچ فرماتے ہیں:-

پریتم جان رہیو ۔ من ماہیں
اپنے سُکھ میں سب جگ پھانسیو ۔ کوئی کاہو کا ناہیں۔
(۱) سُکھ میں آن بہت رل بیٹھے ۔ رہت چہوں دِس گھیرے
بپت پڑی سب ہی سنگ چھوڑت۔ کواو ۔ نہ آوت ۔ نیرے
(۲) گھر کی نار بہت ہت جا سے ۔ رہت سدا سنگ لاگی
جب یہ ہنس تجی ہے کایا ۔ پریت پریت کہہ بھاگی

بھوت

(۲) یہ بدھی کو بیوپار بنیو ہے - تا نسوں - نیہہ لگایو
اَنت بانہ نانک بن ستگور - کوئی کام - نہ آیو
چاہے لوک ہو یا پرلوک - کسی سے آس رکھنا - یا کسی سے یگانگت اور رفاقت
پر مرنا بالکل بھول اور بھرم ہے - سب اپنے اپنے غرض کے یگانے ہیں
کوئی بغیر غرض کے کسی کا ساتھ نہیں دیتا +

سُر - نر - مُنی - کی یا ہی ریتی
سوارتھ - لاے - کریں سب پریتی

روز روز کا تجربہ گواہ ہے - تاہم کون سنتا ہے - یہ وہ شراب ہے جو جان لئے
بغیر نہیں مانتا - مرتے وقت انسان روتا ہے اور کہتا ہے - میں نے دھوکا
کھایا - مگر اب کیا ہو سکتا ہے - جو کچھ ہونا تھا ہوا - اپنے کئے کی سزا ملی

جگت میں جھوٹی دیکھی پریت
اپنے ہی سکھ کو سب لاگے - کیا دارا کیا میت گھروالے
میرو میرو سب ہی کہت ہیں - ہت سے باندھیو چیت
اَنت کال سنگی کوئی ناہیں - یہ اچرج ہے ریت
من مورکھ - اَجھوں نہیں سمجھے - سکھ دے ہاری نیت
نانک بھو جل پار پرے جب - گاویں گورو کی گیت

دوستو! یہ دُنیا ہے - سوچ - سمجھ کر چلنا - یہاں کوئی کسی کا نہیں ہے
جب تم دیکھتے ہو کہ جسم اور روح اس قدر گہرا تعلق رکھتے ہوئے بھی
بچھڑتے ہیں تو اوروں کا کیا ٹھکانا - تم کبھی بھولے سے بھی ماں - باپ
عزیز - رشتہ دار کی ماتما میں نہ آنا - ان میں سے کوئی بھی تمہارا ساتھ
نہ دیگا +

ہمایوں بادشاہ کے کچھ حالات

بابر کے مرنے پر ہمایوں تخت پر بیٹھا - یہ ۱۵۳۸ء کا واقعہ ہے اُس کے
بھائی تھے - کامران - ہندال - مرزا عسکری - ہمایوں مزاج کا بہت
تھا - اس کو اِن بھائیوں کی بڑی ماتا تھی - اور ان کو پیار کرتا تھا - اِن
کے لئے اُس نے معقول اور قابل اطمینان انتظام کر دیا تھا - ان میں
کامران کو اُس نے کابل و قندھار کا حاکم بنا دیا - اور افغانستان کے ساتھ
بھی دیدیا - ہندال کو اُس نے سنبھل کا اور مرزا عسکری کو میوات کا
مقرر کیا - یہ انتظام اچھا نہیں تھا مگر ہمایوں جانتا تھا - اُس کے بھائی
بازو ثابت ہونگے - مگر وہی اُس کی کمزوری کے باعث ہوئے - اور اگر
اُس نے ایسا انتظام نہ کیا ہوتا تو اُس کو مصیبت کا نشانہ نہ بننا

ابھی ہمایوں کو تخت پر بیٹھے عرصہ نہیں گذرا تھا کہ اُس کا
بنکر گجرات کی طرف بھاگ گیا اور اُس کے دشمن بہادر شاہ والئ گجرات
جا ملا - بنگال میں شیر شاہ سور نے سر اُٹھایا - ہمایوں نے بھائیوں
کے لئے لکھا - اِن کوتہ اندیشوں نے اُس کی نہیں سُنی - نہ کوئی
لئے تیار ہُوا - ہمایوں کی فوج شکستہ حال تھی - دشمن سے مقابلہ
شاہی فوج کو شکست ملی - ہمایوں نے بھاگ کر جان بچائی - مگر
جب اُس کا گھوڑا گنگا میں گرا - بادشاہ منجدھار میں ڈوبنے لگا - ا
بہشتی اُس کی مدد پر آیا - اور مشک پر بٹھا کر کنارہ لگایا - اس
صلہ میں نیکدل ہمایوں نے اُس کو دوپہر تک راج کرنے کا حکم دیا
اور اُس نے اپنی مشک کو کتر کر چمڑے کے سکے چلائے تھے +
جب کسی عزیز و بیگانے سے مدد نہ ملی - وہ راجپوتانہ کی طرف

جو کچھ مصیبت اس نے برداشت کی ہیں اُن کو یاد کرکے آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں - گرمی کا دن - ریگستان کا راستہ - پیاس کی وجہ سے بہت سے ساتھی تڑپ تڑپ کر مر گئے - کبھی کبھی بیچارہ کو پا پیادہ سفر کرنا پڑا - پانی نہیں ملتا تھا - تم کو سُن کر تعجب ہوگا - ہمایوں کے کئی ساتھی پیاس کی شدت نہ برداشت کر سکے - کنوؤں میں گر گئے اور وہاں ہی جان دیدی - آخر امرکوٹ میں آیا - وہاں کے راجہ نے مہمانی کی - اور وہاں ہی اکبر پیدا ہوا +

وہ راجپوتانہ و سندھ سے ہوتا ہوا قندھار میں پہنچا - تاکہ مرزا عسکری سے مدد لے - وہاں کچھ اور ہی گل کھلا تھا - جب عسکری کے بدنیتی کی خبر سُنی ہمایوں گھبراہٹ میں بھاگا - اور گرتے پڑتے ایران پہنچا - اکبر عسکری کے پاس رہا - ایران میں اس کی مہمانداری ہوئی - جب بہت ربط ضبط بڑھ گیا - شاہ ایران نے پوچھا - جب تمہارے پاس بیرم خان کے ایسے جان نثار موجود ہیں تو وطن کیسے چھوڑا - اس نے جواب دیا یگانوں نے رفاقت نہیں کی - بادشاہ نے پوچھا پھر ہندوستان والوں سے کیوں رفاقت نہیں پیدا کی - اس نے کہا وہ غیر مذہب کے لوگ تھے - شاہ ایران تعجب کے لہجہ میں کہنے لگا - یہ تمہاری سخت غلطی تھی - جب بادشاہ غیر قوم میں داخل ہو تو اس کو اُن کے ساتھ محبت و یگانگت سے پیش آنا چاہئے - آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا - ہمایوں نے اس بات کو گرہ باندھ لیا +

وہ کئی برس طہماسپ بادشاہ ایران کا مہمان رہا - آخر اُس سے بارہ ہزار فوج لیکر ہندوستان کی طرف چلا اور اپنے شیر خوار بچہ (اکبر) کے نام پر اس فوج کا نام رکھا - اور اس کو اُس کا فرضی سپہ سالار مشہور کیا - واپسی کے

وقت سب سے پہلے اس نے قندھار کا محاصرہ کیا۔ جب گولے چلنے لگے۔ مرزا عسکری نے کمسن اکبر کو فصیل پر لٹکا دیا۔ ایشور کی شان! +

جاکو راکھے سائیاں مار نہ سکتے کوے
بال نہ بانکا کر سکے جو جگ بَیری ہوئے

گولے چل رہے ہیں۔ اکبر فصیل قلعہ میں لٹکا ہوا ہے۔ اس کو گولا نہیں لگتا نہ وہ مرتا ہے۔ اس سے زبردست کرامات اور کیا ہو سکتی ہے۔ شام کو قندھار سر ہوا۔ ہمایوں کی فوج شہر میں داخل ہوئی۔ مرزا عسکری گلے میں تلوار ڈالے ہوئے حاضر ہوا۔ ہمایوں نیک دل نے اس کو معاف کیا۔ اور اکبر کو گود میں اٹھا لیا۔ کامران کابل کا حاکم تھا۔ اس پر چڑھائی کی۔ وہ بھی مغلوب ہوا۔ اور اس طرح ہمایوں فوج لئے ہوئے دوبارہ اپنے وطن میں داخل ہوا۔ جہاں لوگ اس کی خوبیوں کو یاد کیا کرتے تھے +

شیر شاہ مر چکا تھا۔ اس کا بیٹا بھی قریب المرگ تھا دو تین لڑائیوں کے بعد وہ پھر ہندوستان کے تخت پر بیٹھا۔ اور اپنی طرز سلطنت کو اس طرح بدل دیا کہ جس کا حد و حساب نہیں اور جس کی نمایاں صورت ہم اکبر کی پالیسی اور حکمت عملی میں دیکھتے ہیں +

الغرض۔ بھائی بندوں پر بھروسہ رکھنے والے دنیا میں ہمیشہ ناکام اور ناکامیاب ہوتے ہیں۔ کسی کو کسی پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بھول کر بھی آدمی کسی کا سہارا نہ تلاش کرے۔ صرف اپنے قوت بازو پر بھروسہ رکھے پرماتما اس کا بھلا کرینگے۔ اور اگر اپنے قوت پر اطمینان ہے تو اور لوگ بھی شریک ہونگے۔ ورنہ کوئی کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ کبھی میرا تیرا پنا نہ کرو۔ یہ بُری بلا ہے +

تُو مت جانے باورے - میرا ہے سب کوے
پنڈ پران سون بندہ رہا - سو نہیں اپنا ہوے
ایسے سنگی کوئی نہیں - جیسے جیو اور دیہہ
چلتی بریاں رے نرا - چھانڈ چلت کر کیہہ

سولھواں نظارہ

روحانیت کا سراب

تم کو سنکر تعجب ہوگا کہ روحانیت میں بھی دھوکا ہے - جو لوگ روحانیت کی غلط سمجھ لیکر اُس کی تحصیل و اکتساب کی جانب رجوع ہوتے ہیں وہ دھوکا کھاتے ہیں - کوئی اِن میں چلا کا ساودھن کرتا ہے کوئی موکل بس میں لاتا ہے کوئی ہمزاد کے پیچھے دوڑتا ہے - کوئی خواہ مخواہ انالحق پکارا کرتا ہے یہ سب سراب کے پیچھے دوڑتے ہیں ان میں سے کسی کے ہاتھ کچھ نہیں آتا اور آخر میں ایسے پریشان ہوتے ہیں کہ جس کا حد و حساب نہیں - ان معاملات کے متعلق میں نے اپنے رسالہ سادھو میں دو ایک آرٹیکل لکھے تھے - اُن کو یہاں داخل کر دیتا ہوں +

معجزے و کرامات } جتنے مت متانتر ہیں سب معجزوں کے قایل اور کراماتوں کے معتقد ہیں - اور اپنے مذہب کے بزرگوں کی زندگیاں کو کراماتی زندگی سمجھتے ہیں اور اُس وقت تک اُن کو چین نہیں آتا - جب تک کہ وہ ان کراماتوں کے سلسلہ میں ان کو خاص قسم کا وجود نہیں ثابت کر لیتے

معراج اور آورش کے نقطہ نگاہ سے تو یہ بات بُری نہیں ہے مگر جہاں تک دیکھا جاتا ہے - معجزہ اور کرامات کے عقیدہ کی تہہ میں حد درجہ کی باطل پرستی اور اگیان شامل رہتا ہے اور اس لئے وہ زیادہ حالتوں میں بالعوض فائدہ کے نقصان کرتے ہیں اور ناحق و بلا ضرورت انسان اگیانی بلکہ بھرم کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی ذہنی و روحانی ترقی کے راہ میں روکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ عام انسان کی طبیعتوں میں اگر داخل ہو کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ معجزہ کو ایسی چیز سمجھتے ہیں جو عقل و قیاس میں نہ آوے اور اسی وجہ سے وہ اس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں - انسان اپنے سفلی جذبات کے لحاظ سے عجائب پرست معلوم ہوتا ہے جس چیز کو وہ عجیب و غریب دیکھتا ہے اُس کی طرف عزت اور تعجب کے ساتھ مایل ہوتا ہے اور اس کی پرستش کرنے لگتا ہے - اگر کہیں اس کی حقیقت کا پتہ لگ جائے تو پھر وہ شردھا اور وشواس اس کے دل سے جاتی رہتی ہے اور وہ اس کی تحقیر کرتا ہے - بجلی چمکتی ہے بادل گرجتے ہیں - آسمان پہ گھنگور گھٹائیں چھائی ہیں - موسلا دھار پانی برستا ہے - پھر تھوڑی ہی دیر بعد زور شور کے ساتھ آندھی آ جاتی ہے - جس سے درخت جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں - اور مکانوں کی بُنیادیں ہل جاتی ہیں - معمولی درجہ کے انسان ان کو دیوتاؤں کے خاص طرح کے عجیب و غریب کام سمجھ کر خوف سے اور عزت سے اُن کی بڑائی کرتے ہیں اور بھینٹ و پُوجا چڑھاتے ہیں - اس میں شک ہی کیا ہے کہ یہ سب دیوتاؤں کے کام ہیں - دیوتا قدرت کی طاقتوں کو کہتے ہیں اور یہ دراصل قدرت کے فطرتی فعل ہیں - لیکن جس وقت اس کو سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ سب واقعات دراصل قدرتی مناظر ہیں اور اس کے ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ ان میں کوئی بھی تعجب و حیرت کی بات نہیں ہے -

تب اس کی شردھا ہٹ جاتی ہے اور وہ پھر ان کو نظر استعجاب سے نہیں دیکھتا بعد
کسی ایسے خاص قسم کے واقعات کا خواہشمند رہتا ہے - جو اس کی سمجھ میں نہ آویں
تب وہ ان پر وشواس کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے - مجھ کو کرامات و معجزات سے
حیرت نہیں ہوتی - حیرت تو انسان کی حالت پر آتی ہے - جو اس طرح اگیانی بنکر
رہنا چاہتا ہے - اور عجائب پرستی کا دیوانہ ہے ٭

لومڑی شیر کے نام سے بہت ڈرتی تھی - نام سُنا نہیں کہ اُس کے جسم کے
رونگٹے کھڑے ہوئے نہیں - اتفاق سے شیر کے درباریوں نے اس کو طرح طرح
کے لالچ دیکر مقرب بارگاہ سلطانی بنانا چاہا - اور وزارت کے منصب کی اُمید
دلائی - لومڑی ہانپتی اور کانپتی ہوئی آئی - پہلے دن شیر کے شاہی رعب کو دیکھ کر
فاصلہ پر بیٹھی - دوسرے دن اور نزدیک آگئی - تیسرے دن زیادہ قریب چلی
گئی - تب اس کا خوف جاتا رہا - اور پھر وہ شیر کو معمولی حیوان سمجھ کر اس کی
بیعزتی کے کلمے بھی زبان سے نکالنے لگی - بعینہ یہی حال حضرت انسان کا ہے
وہ بھی ایسی چیزوں کے پرستار ہیں جو ان کی سمجھ سے باہر معلوم ہوتی ہے اور
جہاں ان کی ماہیت سمجھ میں آنے لگی وہ معمولی شے بن جاتی ہیں - اور وہ
پھر اس تعظیم کے ساتھ اس طرف رجوع نہیں ہوتا - مذہب کی بنیاد اسی قسم
کے عجائب پرستی کے خیالات پر ہے اور یہ عجائب پرستی معجزہ و کرامات کے قائل
ہونے کی صورت میں ہر جگہ نظر آتی ہے - اور یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب میں
خرق عادات اور معجزہ و کرامات پر اس قدر زور دیا جاتا ہے اور جب تک سفلی
مذاہب کے معتقد اپنے ولی - نبی - رسول و آچارج کو کراماتی شخصیت نہیں
سمجھ لیتے ان کا عقیدہ مضبوط نہیں ہوتا - لوگ کسی خاص مذہب میں کیوں
شامل ہوتے ہیں ؟ کیونکہ اس کے بانی اور آچاریہ میں کرامات دکھانے کی طاقت

کا یقین رکھتے ہیں اور اس کو سب سے بڑا مانتے ہیں اور اگر اس کے ذات سے کرامات کا اظہار نہیں بھی ہوا ہے تو اپنے طرف سے دس بیس واقعات گڑھ لیتے ہیں اور "پیران نہ می پرند و مریدان مے پرانند" کے مصداق بن کر اس کی کراماتی زندگی کو فوق البھڑک دکھانے کا اہتمام کرتے ہیں +

سفلی طبقہ کے آدمیوں کے لئے چاہے یہ بات اچھی ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اصول حد درجہ کی نادانی اور جہالت ہے اور نادانی و جہالت بالعوض تعریف کے انسان کے لئے شرم کی بات ہے۔ کیونکہ جس چیز کو معجزہ و کرامات کہا جاتا ہے وہ اصل میں کوئی بات تعجب کرنے کی نہیں ہے اور اس پر عقیل انسان کو یقین لانے کی ذرا بھی ضرورت نہیں ہے اس سے بدتر باطل پرستی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ انسان کا اعلےٰ وصف یہ ہونا چاہئے کہ وہ گیانی ہو۔ روشن ضمیر ہو حقیقت اور معرفت کی تہہ کو پہنچا ہو۔ اگر اُن کی وجہ سے اُس کی تعظیم کی جاتی ہے تو وہ بجا اور مناسب ہے اور اگر کرامات کے لحاظ سے ہے تو وہ گمرہی کے خندق میں گرانے والی ثابت ہوگی اور وہ کسی طرح انسانی زندگی کے مقصد کی تکمیل نہ کر سکیگا +

اب سوال یہ ہے کہ یہ معجزہ اور کرامات کیا ہیں اور آیا سچ مچ انسان کی ذات سے اُن کا ظہور بھی ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ اس کا جواب کئی طرح پر دیا جا سکتا ہے +

اگر معجزہ و کرامات ایسی چیزیں ہیں جو قدرتی معاملات کے مخالف اور غیر ممکن سمجھی جاتی ہیں تو ان کی طرف سوائے نادان اور جاہل آدمیوں کے دوسرا شخص جس کو عقل سلیم عطا ہوئی ہے۔ رجوع نہیں ہوگا اور نہ ان کو ممکن سمجھیگا اور اگر وہ قدرتی قانون کے موافق ہیں تو ان پر حیرت کرنے کی ضرورت نہیں

کیونکہ ان کا امکان ہر انسان کی ذات سے ہو سکتا ہے - کیونکہ انسان کا اصل جوہر سب میں عام ہے اور فرق صرف مزاج اور طبیعت کی لطافت اور کثافت کی وجہ سے ہوتا ہے - آخری حالت میں اگر اس طرح سمجھ کر وشواس اور تعظیم کی جاتی ہے تو وہ قابل اعتراض نہیں ہے دوسری برعکس حالت میں قابل اعتراض ہے - اور جتنی جلد انسان اس خیال خام کو اپنے دل سے نکالدے اُتنا ہی اُس کے لئے مفید ہوگا +

انسان میں ہر قسم کی سدھی اور شکتیوں کا امکان ہے - جو شخص دل کے یکسو کرنے کا راز جانتا ہے - وہ اگر چاہے تو مختلف طریقوں پر اُن کا اظہار کر سکتا ہے مگر یہاں اس قدر اور کہہ دینے کی ضرورت ہے کہ جو شخص سدھی اور شکتی کے جھگڑوں میں پڑیگا تو وہ روحانیت کے مفاد سے بالکل محروم رہ جائیگا - یوگی کا اعلیٰ وصف یہ ہے کہ چاہے اس میں سدھی شکتی پیدا ہو جائیں مگر وہ ان کے اظہار کی طرف کبھی مایل نہ ہو - جس طرح ہم دیکھتے ہیں سنتے ہیں سونگھتے ہیں اسی طرح وہ معمولی طور پر اُس کے انگ سنگ رہیں مگر وہ بھول کر بھی اُن سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھاوے - ورنہ اُس میں خود نمائی آ جائیگی - ناموری کی خواہش پیدا ہوتے ہی وہ مغرور ہو جائیگا اور اُس کا دل ایشور کے رہنے کی جگہ نہ ہوگا بلکہ اس میں مایا اور کال کرم آباد ہونگے اور وہ ایسا مُنہ کے بل گریگا کہ پھر کہیں ٹھکانا نہ ملیگا - اعلےٰ مذہب کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے پیرو کو رضا و تسلیم کے راہ میں گرم رفتار بنائے - اُس کے تمام خیالات و جذبات اُس کے اپنے نہ ہوں بلکہ مالک کے ہوں اور وہ معمولی طور پر سادگی و کسر نفسی کی زندگی جو قدرت میں ہر جگہ نظر آتی ہے بسر کرے - اس کو یہ شوق کبھی نہیں ہوگا کہ لوگ اُس کے معتقد ہوں کیونکہ وہ یہ چاہیگا کہ بالعوض اس کی

شخصیت کے لوگ ایشور کے معتقد ہوں - اُس کو شاگرد بنانے کا بھی خیال نہ ہوگا
کیونکہ وہ اس بات کو پسند کریگا کہ لوگ ایشور کی طرف رجوع کریں - اور وہ نہ ایشور
ہونے کا دعویدار ہوگا نہ اپنے قول و فعل سے کسی کے دل میں اپنی تعظیم پیدا کرانے
کا متمنی رہیگا - اور جہاں یہ حالت ہوگی وہاں ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ
کس حدتک خرق عادات و معجزہ وکرامات کے اظہار کا امکان ہو سکتا ہے وہ تعلیم
دیگا - وہ اپنے خیالات کو ظاہر کرتا رہیگا - مگر اس کا مقصد خود نمائی نہیں بلکہ
ایشور کی گیان و بھگتی پھیلانا ہوگا تاکہ سب لوگ ایشور کے سچے بھگت بن جائیں
دُنیا چاہے اس کی طرف رجوع نہ ہو - اس کی اُس کو ضرورت بھی نہیں ہے اور
نہ وہ اس کا شیدائی ہے +

جو بات معجزہ وکرامات آج کل سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اوروں کے
دل کا حال بتا دیتے ہیں - یہ بات مشکل کیا ہے! جس کا دل ذرا صاف ہے اور
وہ خیالات کو یکسو کر لیتا ہے اُس کے دل پر خود بخود دوسرے کے جذبات و
خیالات کا عکس پڑتا ہے - لیکن سالکوں و پنتھائیوں کے طریق میں اس کی بھی
سخت ممانعت ہے - اس جگت میں قدرت نے مختلف پردوں کے اندر اپنے
آپ کو چھپا رکھا ہے - اور یہ چھپا رکھنا کسی خاص مصلحت اور موقع کی وجہ
سے ہے اور ہم کو اور تم کو مجاز کب ہے کہ قدرت کی منشا کے برخلاف پردہ
دری کرتے رہیں - اس طرف بھولکر بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ
چاہے کچھ دنوں کے لئے دُنیا میں عزّت و حُرمت مل جائے مگر نیچر نہ صرف
چند روز کے بعد یہ شکتی چھین لیگی بلکہ ایسا دھکہ دیگی کہ انسان اپنے پایہ سے
گر کر پھر صاف و شُدھ ہونے کے لئے آواگون کے دریا میں غوطہ کھانے کے
لئے مجبور ہوگا - امریکہ اور یورپ میں آجکل لوگ اس دُھن میں لگے رہتے ہیں

کہ کسی طرح یہ طاقت ان میں نشوونما پا جائے۔ یہ بھولے ہوئے ہیں۔ اور اپنی روحانی ترقی کے استحقاق سے محروم ہو جائینگے۔ ہم کو صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ دل کے خیالات اور جذبات کو یکسو کر کے اُن کو مالک کی طرف رجوع کریں۔ ایشور ہی اپنا کام کرے۔ ہم کو اس کا سیوک بنکر رہنا چاہئے۔ اور غلطی سے بھی اس طرف مایل نہ ہونا چاہئے +

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ لوگ خیالات کی دھاروں کے ذریعہ علاج کرنے لگے ہیں اور اس کو مالی مفاد کا ذریعہ بنا رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں چھُومنتر جھاڑ پھُونک۔ اصل میں یہی عمل ہے۔ مگر یہاں روپیہ لینے کی سخت ممانعت ہے امریکہ میں دوسرا خیال ہے۔ بمقابلہ دوسرے کے پہلا پھر بھی کچھ کسی قدر اچھا تھا۔ خیال کی مدد سے علاج کرنے کا راز یہ ہے کہ خیالات کو یکسو کر کے ہاتھوں کے ذریعہ پھونک کے ذریعہ آنکھوں کے ذریعہ دوسرے کے دل میں پہنچایا جاتا ہے۔ جس سے اس کے دل ودماغ اور جسم کو تقویت ہوتی ہے اور وہ اچھا ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں میں پہلے اس کا رواج بہت تھا۔ خود حضرت مسیح اسی طرح عمل کر کے بیماریوں کو اچھا کیا کرتے تھے بات یہ ہے کہ خیال کی طاقت اصل میں بجلی اور مقناطیس کی طاقت سے بھی زیادہ تیز ہے۔ اسی کو کشف بھی کہتے ہیں اگر انسان ابھیاس کرے اور بشرطیکہ اس میں نفسانیت اور کثیف المزاجی نہ ہو تو وہ بآسانی اپنے خیالوں کی دھار کو دوسرے کے دل میں پہنچا سکتا ہے اور بیمار کو اپنے صحت کے خیال سے چنگا کر سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ اگر انسان کا خیالی تعلق پرماتما سے پورا پورا نہیں ہے تو وہ کسی نہ کسی دن اس طاقت سے خالی ہو جائیگا اور کمزور ہو کر بے بسی اور بیکسی کے قعر مصیبت

میں گر جائیگا - اور رُوحانی ترقی ذرا بھی نہ کر سکیگا - ان کے سوا جو لوگ اس عمل کی مدد سے روپیہ کماتے ہیں اُن کا تو کہیں بھی ٹھکانا نہیں نہ لگیگا - جو یہ عمل کرتے ہیں اُن کی زندگی کے انجام کو دیکھو - کہ وہ کس طرح بُری موت مرتے ہیں - اس لئے جو روحانیت پرست ہیں وہ اس سے بچنے کی کوشش میں رہیں - اس کے سلسلہ میں بھی نمود - شہرت اور خود نمائی کا خوف ہے ہم کو تو کسی اونچے مقصد کو نگاہ کے سامنے رکھ کر کام کرنا ہے - ان کھیل و تماشوں میں کیا پڑا ہے - خدا اپنا کام آپ کرے - ہم کو اتنا ہی کافی ہے کہ جو خدمت اس نے دُنیا میں سپرد کر رکھی ہے اُس کی طرف توجہ رکھیں اور اُس میں بھی میرا تیرا پنا نہ آنے پاوے - وہ جانے اور اس کا کام جانے +

تیسرا معجزہ جو آج کل بھی کہیں کہیں سننے میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ کبھی کبھی دور دور کی چیز منگا دیتے ہیں - یہ بھی اور کوئی چیز نہیں ہے صرف خیال کے یکسوئی کی مشاقی ہے - جس کو لوگ جن اور موکل سمجھتے ہیں وہ صرف ان کا خیال ہے - عمل کرتے وقت خیال اس قدر مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ آناً فاناً میں اس قسم کے کرتب کر دکھاتا ہے - حسن خان جنی آگرہ میں ایک مشہور شخص گذرا ہے اس میں یہ کمال تھا - جس طرح آدمی کسی چیز کو منگا سکتا ہے - ویسے ہی جس کو چاہے دور بھی بھیج سکتا ہے - خیال کے کام عجیب و غریب ہوتے ہیں - جس زمانہ میں چنار میں ہیڈ ماسٹر تھا - ایک شخص بھگت رام پرشاد جی ذات کے کوئیری تھے وہ کٹورا چلانے کا عمل کرتے تھے میں اُن سے خوب واقف تھا - اُن میں یہ طاقت آگئی تھی کہ آنکھوں کو کٹورے پر جما کر دیکھتے تھے اور اس میں حرکت آ جاتی تھی اور وہ خود بخود بہت دور تک چلا جاتا تھا - مجھ سے وہ کبھی کبھی ملتے تھے - آخر حقیقت کی ان کو سمجھ

آ گئی اور اس تماشہ کو اُنہوں نے چھوڑ دیا اور پھر گورونانک صاحب کی سنگت میں جاکر تنہائی کی زندگی بسر کرنے لگے اور یادِ الٰہی میں شریر تیاگ دیا - ان کا کارخانہ پتھر کا ہے جو ٹھاکر کمپنی کے نام سے اب تک مشہور ہے ان کے گھرانے کے لوگ اس بات کو جانتے ہیں اور چونکہ اس وقت اُن کے گھر والے اکثر منچلے آدمی تھے عمل حاضرات وغیرہ بھی کیا کرتے تھے اور رفتہ رفتہ سمجھانے بجھانے سے اس کو چھوڑ دیا اور بھگوت بھگتی کو نکھیہ سمجھ لیا - کیونکہ ان سب مزخرفات کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے - جو لوگ حسن خان حنّی کی آخری زندگی کے حالات سے واقف ہیں ان سے پونچھ دیکھئے اُس کا کیا انجام ہوا - الغرض یہ تماشے نہایت مضر ہوتے ہیں اور روحانی ترقی کو روک دیتے ہیں +

چوتھا معجزہ یہ ہے کہ لوگ خیال کی مدد سے طرح طرح کے تماشے دکھاتے رہتے ہیں - اس کو نظر بندی کا عمل کہتے ہیں - اس کو تم کسی حد تک ہپٹنوزم کہہ سکتے ہیں گو یورپ میں ابھی اس کی ابتدا ہے - یہاں وہ کمال کو پہنچ گیا ہے - اس میں راز یہ ہے کہ انسان اپنے خیال کی دھار کو اس قدر گھنا بنا لیتا ہے کہ وہ ایک محدود دائرہ میں محیط بن جاتا ہے اور جو لوگ اہل خیال نہیں ہیں وہ وہی چیز دیکھتے ہیں جو وہ اپنے عمل خیال سے بناکر دکھاتا چاہتا ہے - اونچا درخت بن جاتا ہے اس میں پھل پھول آ جاتے ہیں - آدمیوں کے سر کٹے ہوئے نظر آتے ہیں وہ ایک رسّی یا تاگا آسمان کی طرف پھینک دیتا ہے اور اس پر چڑھ جاتا ہے - اور دیکھتے دیکھتے چھوٹا بنتے ہوئے غائب ہو جاتا ہے - الغرض اس کی مدد سے سینکڑوں تماشے کئے جا سکتے ہیں - جو معمولی آدمیوں کے استعجاب کے باعث ہوتے ہیں - ان سب کا پیدا کرنے والا امر خیال ہے اور کچھ نہیں - خیال کی دھار میں سب کچھ طاقت ہے - اس میں

عمل کیمیائی کے تمام سامان قدرتی طور پر موجود ہیں وہ اپنی رچنا آپ کر سکتا ہے - اور یہ سنسار جو تم دیکھ رہے ہو خود خیالی ہے - اور کسی خاص وجود کے خیال کی دھاروں کے نیرنگی کی صورت ہے جس کو تم اسوقت شاید نہ مانوگے مگر وقت آویگا جب یہ معمہ تمہارے لئے حل ہو جائیگا +

الغرض اس قسم کے سینکڑوں معجزات ہو سکتے ہیں مگر افسوس ہے ان پر جو ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں اور روحانی مذہب کے معراج سے نیچے گر جاتے ہیں +

جو معجزوں کو دیکھ کر وشواس کرتے ہیں اُن پر افسوس ہے +

حقیقت کو سمجھو - ایشور سے لو لگاؤ - اور یہی ہمارے تمہارے اور سب کی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے +

ہمزاد } "ہمزاد" فارسی زبان کا لفظ ہے - اس کے لغوی معنی ہیں - "ساتھ پیدا شدہ" +

انسانی گروہ میں جو ارواح وغیرہ کی ہستی پر یقین کرتے ہیں ان میں ایک عام وشواس ہے کہ کوئی شخص دُنیا میں اکیلا نہیں پیدا ہوتا - بلکہ اس کے ساتھ ایک دو اور شخصیتیں جو محض اس کی عکس ہوتی ہیں - پیدا ہوتی ہیں ہندی میں ان کو "چھایا پرش" کہتے ہیں اور انگریزی زبان میں "ڈپلوکیٹ" اور ڈبل بولتے ہیں +

یہ خیال کسی ایک خاص قوم تک محدود نہیں ہے بلکہ دُنیا میں ہر جگہ اور قریب قریب ہر طبقہ کے آدمیوں میں موجود ہے اور اس کا صرف نام ہی تک نہیں ہے بلکہ بہت جگہ اس کے بس میں لانے کا عمل بھی کیا جاتا ہے مسلمانوں میں اس کو ہمزاد کے قابو کرنے کا عمل کہتے ہیں - ہندوؤں میں

"چھایا پُرش" کے بس کرنے کا سادھن بوتے ہیں وغیرہ۔ تانترک باتوں میں وشواس رکھنے والوں کے یہاں اس کے متعلق اور بھی طرح طرح کے خیالات موجود ہیں +

"ہمزاد" یا "چھایا پُرش" اصلیت ہے یا نہیں - اس پر بحث کرنے کے لئے ہم اس وقت تیار نہیں ہیں - صرف اتنا بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس جگت میں کوئی شے بھی نہیں ہے - جس کا عکس نہ ہوتا ہو - یہاں تک کہ خیال تک کا عکس ہوتا ہے آواز بازگشت دراصل صدا کی دُھن یا عکس ہوا کرتی ہے اور اسی عکس کو اُست متھیا بھرم کہتے ہیں - جس کو تم پرکرتی کہتے ہو وہ پُرش کی عکس ہے - اُس کی اصلیت بھی ہے اور نہیں بھی ہے - اگر پُرش کو مانتے ہو تو پرکرتی کو بھی ماننا پڑیگا - اور رچنا انہیں دونوں کے میل سے ہوتی ہے - یہ بات صرف پُرش اور پرکرتی ہی تک ماننے اور کہنے کی نہیں ہے بلکہ اس اصلیت کے جھگڑے کا عکس رچنا میں ہر جگہ مختلف صورتوں میں کام کرتا ہے - جہاں ست ہے وہاں اُست بھی ہوگا اور ست اور اُست دونوں ملکر خاص قسم کی رچنا کرینگے - اسی طرح جہاں نور ہے وہاں اس نور کا ظل بھی ہوگا اور نور و سایہ ملکر طرح طرح کی صورتیں بنینگی اور یہ سلسلہ عجیب و غریب قسم کا ہوتا ہے جہاں ایک ہے وہاں دوسرا بھی ہے اور یہ دوسرا "ہمزاد" کہلاتا ہے - خلقت میں ہر جگہ اس کا تماشہ موجود ہے +

لیکن اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ "ہمزاد" ہے جس کو لوگ بس کرتے ہیں یا کوئی دوسری چیز بھی ہے ؟ اس کا جواب نفی اور اثبات دونوں میں دیا جا سکتا ہے - مگر مشکل ہے کہ قطعی فتوے دیتے ہوئے جواب دینا آسان کام نہیں ہے کیونکہ جہاں تک ہم غور کرتے ہیں ہم کو اور صورت سے بھی اس کا امکان نظر

آتا ہے +

"ہمزاد" کے بس کرنے کا طریقہ جو ہندوؤں میں عام تھا وہ یہ ہے کہ عمل کرنے والا منتر کا جاپ کرتا ہوا کسی کھُلی ہوئی جگہ میں جہاں شور و غُل کا خوف نہ ہو۔ بستی سے دُور ہو۔ آکاش منڈل میں اپنے قریب ایک نقطہ تصور کر لیا کرتا تھا۔ اور اسی نقطہ پر ہمزاد کا خیال باندھ کر دل میں یقین لاتا تھا کہ یہاں ہی سے وہ پیدا ہوگا اور وہ اُس کے فرمانبرداری کا وعدہ کریگا۔ یہ عمل سنجم کے ساتھ چالیس روز تک متواتر کیا جاتا تھا۔ اور گو کئی دن پہلے ہی سے انسان کی صورت میں نمودار ہُوا کرتا تھا مگر چالیسویں دن صاف شکل میں نظر آجایا کرتا تھا۔ اور عامل جیسا چاہتا تھا ویسے خدمات اس کو سپرد کر دیا کرتا تھا +

مسلمانوں میں اس کا عمل چلّہ باندھ کر کسی بند کوٹھڑی میں کیا جاتا تھا اور اُس کا بھی وہی نتیجہ ہُوا کرتا تھا +

اب یہ سوال ہے کہ آیا یہ ہمزاد تھا جو موکل کی صورت میں نمودار ہوتا تھا یا اس آدمی کے خاص خیال کی مادّی صورت تھی۔ اور لوگ چاہے جو کچھ کہیں مجھ کو نہ اُن سے اعتراض ہے نہ بحث ہے۔ لیکن اگر میری بات مان لی جائے تو میں یہ کہونگا کہ یہ چھایا پُرش خود اس کے خیال۔ یقین اور وشواس کی صورت تھا۔ ایک آدمی نے خیال جمانا شروع کیا۔ خیال میں روز بروز گھناپن آتا گیا۔ اور وہ ہماری ایسی صورت میں نمودار ہوگیا +

اکثر آدمی اپنے ہی خیال سے فرضی بھوت بنا لیتے ہیں۔ بھوت کسی جگہ ہے یا نہیں۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے۔ مگر ایک ڈرنے والے آدمی نے اپنے دل میں خواہ مخواہ ڈر پیدا کر لیا اُس کو بھوت کا وہم ہوگیا۔ اور خارجی موافق اسباب مثلاً تاریکی۔ سون سان کی حالت۔ پتّے کی کھڑکھڑاہٹ وغیرہ

نے ملکر اس کے وہم کو تقویت دیدیا - اور وہ وہم خیال کی صورت میں اس کے دل سے اپنی دھاریں بھیجتا گیا - جہاں یہ دھار گھنی ہو گئیں - بھُوت خود بخود نظر آ گیا وہ ڈر گیا - یا تو جان نکل گئی - یا بیمار ہو گیا - اور اس کے علاج کے لئے مختلف فرضی طریقے گڑھے جانے لگے +

اب سوال یہ ہے کہ آیا انسان کے خیال کی دھار ایک ہی دن اور چند ہی لمحوں میں ایسی صورتیں اختیار کر سکتی ہے ؟ کیونکہ جب ہمزاد کے عمل کرنے میں چالیس دن لگے تھے تو یہاں اس قدر جلد کیسے وہ مادی وکثیف شکل میں ظاہر ہو گیا - اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس دن کا کوئی نیم نہیں ہے جو جتنے گہرے مضبوط خیال کا ہوگا اور جس کا دل جس قدر یکسو ہو کر نتیجہ پیدا کرنے پر قادر ہو سکیگا وہ اتنا ہی جلد خیال کی صورت بنا لیگا - اس کے سوا جو بھوت کی ہستی پر گہرا وشواس رکھتے ہیں ان کے دل میں خود بخود اس خیال کے گھنے ہونے کا مادہ موجود ہوتا ہے - اور اگر ایک ہی لمحہ میں ایسی حالت پیدا ہو گئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے سارا تماشہ دل کا ہے - جیسا دل ہوگا ویسے ہی دیر یا جلد میں نتیجہ برآمد ہوگا +

یہ موکل یا ہمزاد جو بس میں کئے جاتے ہیں دراصل انسان کے خیال کی صورتیں ہیں اور میں اس سے زیادہ اس کو اہمیت نہیں دیتا +

ان خیالی صورتوں کا امکان دنیا میں مختلف طور پر ہوتا ہے اور سب ایک ہی اُصول اور ایک ہی قانون کے زیر اثر کام کرتے ہیں - اکثر جب کبھی زور کے ساتھ ہم کسی اپنے دوست کا دل میں تصور باندھتے ہیں اور وہ تصور اس طرف چلا جاتا ہے - جہاں اس دوست کا مسکن ہے تو یہ ہمارا خیال ہماری صورت میں اس کو اُسی رنگ و روپ سے نظر آ جاتا ہے - جو ہمارا

رنگ و روپ ہے - مرتے وقت اکثر جب کبھی کسی کو کسی عزیز یا دوست کا خیال ستاتا ہے تو یہ خیال مجسم صورت میں وہاں جاکر نمودار ہو جاتا ہے اور وہ اس کو دیکھ کر متعجب ہوتا ہے اس قسم کی نظیریں ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں تحقیقات کرنے پر ملینگی +

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ دل سے دوست یا عزیز کا زور کے ساتھ تصور کیا - اور اس کے خیال کی دھار باہر کی طرف جاکر اس کی صورت میں نمودار ہوگئی +

خواب کے وقت بھی بسا اوقات خیالی صورتیں بن جاتی ہیں اور جس شے کا سنسکار یا اُس کی یاد انسان کے دل میں باقی رہتی ہے وہ خیالوں کی دھاروں کے ذریعہ وہاں پہنچ جاتا ہے اور وہاں کے عجائبات دیکھتا ہے. خواب میں انسان کی رُوح باہر کی طرف نہیں جاتی - کیونکہ اگر جان نکل جائے تو پھر انسان زندہ نہیں رہ سکتا - صرف خیال کی دھار نکلتی ہے - اور وہ ہزار میلوں کی مسافت طے کر آتی ہے - جو لوگ انسان اور انسانی خیال کے لامحدود طاقت کو نہیں سمجھتے - اُن کو اس کا ذہن نشین کرانا بہت مشکل ہے جن کو اس کی سمجھ ہے وہ ہمارے نفس مضمون کی رُوح کو بآسانی جذب کر سکینگے

خیال میں بہت بڑی طاقت ہے اور اگر انسان اس کے قابو میں لانے کا راز سمجھ جائے تو اس دُنیا میں کونسا کام ہے جو وہ نہیں کر سکیگا - یہ خیال دراصل مادہ ہے ابتدا میں یہ بھاپ یا دھوئیں کی صورت میں دھار بنکر دل سے نکلتا ہے - اُس کی دھار اتنی لطیف ہوتی ہے کہ آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی - مگر وہ جب گھنی ہو جاتی ہے اس وقت نظر آتی ہے - یہ پرکرتی بھی اسی طرح خیالی ہے - اور اس کی صورتیں خیال کی مختلف صورتیں ہیں

جیسے بھاپ - پانی اور برف کی مختلف حالتیں تم دیکھتے ہو اور اُن کی ابتدا آکاش میں مانتے ہو ویسے ہی یہ پرکرتی بھی پُرش میں رہتی ہے - اور نانا پرکار کی صورت اختیار کرتی رہتی ہے - جو کوئی اس خیال پر قابو پائے وہ بآسانی پرکرتی وغیرہ کی اصلیت کو جان جائیگا +

تنتر شاستروں کے معتقدین میں بہت سی باتیں ایسی سچی ہیں جن کو سُنکر تعجب معلوم ہوتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ ان میں بہت کچھ مزخرفات کی آمیزش ہوگئی ہے جس سے یہ سائنس قریب قریب گپت ہوگیا ہے +

انسانوں کو ہمزاد کی نسبت اس قدر خیال دلانے کی ضرورت ہے لیکن ممکن ہے کہ کوئی شخص ان سطروں کو پڑھ کر اس کے عمل یا سادھن میں لگ جائے - اس لئے پہلے ہی سے اس کو منع کر دیا جاتا ہے کہ اس سے فائدہ نہیں ہے آخر میں نقصان ہے - اگر انسان کو خیال پر عادی بننے کی خواہش ہو تو وہ کسی قسم کے یوگ کا سادھن اپنے انتر میں کرے - باہر کی طرف چت کی ورتیوں کو نہ بھیجے - ورنہ حسن خان جنی کی طرح اس کا بھی انجام ہوگا سادھن صرف ایشور کی اُپاسنا کے خیال سے کیا جائے اور موکش سے مقصد رکھا جائے - اس وقت انسان خیر و برکت کا سامان بن جاتا ہے - ورنہ وہ لعنت اور شر و فساد کی طرف مایل ہوکر اپنا اور دوسروں کا نقصان کر بیٹھتا ہے +

رُوحانی جذبات کا غلط استعمال} دو افیونی رات کے وقت یکساتھ سوئے ہوئے تھے - اتفاق سے ایک کے پاؤں میں خارش ہوگئی - وہ نادان اپنے پاؤں کو تو نہیں - ساتھی کے پاؤں کو زور سے کھجلانے لگا - اُس نے کہا - بھائی! یہ کیا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھ کو خارش ہو رہی ہے - ٹانگ کھجلا رہا ہوں - اس نے کہا نادان! خارش

ہے - تُو اپنی ٹانگ کھُجا - میری ٹانگ کو کیوں کھجلاتا ہے - اس نے کہا یہ میری ہی ٹانگ ہے - آخر دونوں لڑنے لگے - بہت دیر بعد خارش والے کو پتہ لگا کہ وہ ساتھی کی ٹانگ کھُجا رہا تھا - تب وہ کہنے لگا میری ٹانگ کون لے گیا +

مذہبی دُنیا میں آج کل اسی طرح کام ہو رہا ہے - انسانوں کے دل میں بھگتی بھاؤ اور سچائی کا پیار پیدا ہوتا ہے - مگر ان کو اپنے دل کے جذبات کے سدھارنے اور اُن کو راہ راست پر لانے کا خیال نہیں ہوتا - سچائی کی خواہش ان کے دل میں ہے - مگر یہ اوروں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اور اُن کی ٹانگ کھجلاتے ہیں - یہ بھی افیونی ہیں اور بڑے نادان ہیں ان کو چاہئے تھا - کہ دھرم کے سلسلہ میں اپنی حالت سُدھارتے اور پریم و بھگتی کا آنند بھوگتے یہ تو نہیں ہوتا - اوروں کو سُدھارنے لگتے ہیں - میرا تیرا پنا آجاتا ہے بحث مباحثے - جنگ و جدل - شاستر ارتھ اور دلیل بازیاں ہونے لگتی ہیں اور اس کشمکش کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جو دل میں پریم کی محبت پیدا ہوئی تھی اس کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان پر وہی مثل صادق آتی ہے +

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

بہت دیر بعد پتہ لگتا ہے کہ ہم اب تک غلطی میں پڑے رہے - ہم کو پہلے اپنا کام بنانا چاہئے تھا - اوروں کے جھگڑوں کو ناحق مول لے لیا - مگر اب کیا ہوتا ہے - موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا - سچائی کی وہ تڑپ جو پیدا ہوئی تھی مر جاتی ہے - اور وہ پھر دھرم کی طرف نہیں جھکتے اور ساری عمر بیدین و لامذہب بنے رہتے ہیں - اپنے ارد گرد لوگوں کو دیکھو - تم کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ بات بہت صحیح ہے +

میں یہ نہیں کہتا کہ تم کسی کے اُپکار کا خیال نہ کرو۔ اُپکار کرنا اچھی بات ہے
مگر خارش تو تمہاری ٹانگ میں ہے۔ اس کو کھجلاؤ۔ دوسرے کی ٹانگ
بلا ضرورت کیوں کھجلاتے ہو۔ اپنے من میں گھسو۔ اس کو مطالعہ کرو
اس کے جذبہ کی تعظیم کرو۔ اچھے بنو۔ عامل بنو۔ اس وقت تم کو پتہ
لگیگا۔ کہ کس کس کی ٹانگ میں کھجلاہٹ ہے۔ اس وقت تمہارا کھجلانا
کچھ معنی رکھیگا +

پر اُپدیش لوک - بہتیرے
نج اُپدیشہیں - سونہ گنہیرے

تم آلسی افیونیوں کی وضع نہ اختیار کرو۔ بلکہ شرابیوں کی وضع
سیکھو اور اُن سے اُپدیش لو۔ شراب پینے کی ہوس پیدا ہوئی۔ بوتل
سامنے آئی شرابی نے شراب خوب پی لی۔ بدمست ہوگیا۔ اب جو
کوئی پاس آتا ہے۔ وہ شوق سے کہتا ہے لے یار تو بھی پی لے۔ تم
بھی مالک کے نام کے پیالہ کو پہلے خود چڑھالو۔ پھر اوروں کو اس کا حصہ
عطا کرو۔ اور ہر چہار طرف پریم کے وجد کے مستی کے نظارے دیکھوگے

پی کے پیالہ ہو متوالا - پیالا نام امیں رس کا رے

کہو۔ افیونی اچھا ہے۔ کہ شرابی اچھا ہے؟ مگر کہیں ایسا نہ کرنا۔ کہ
غلطی سے شراب کی طرف جھک پڑو۔ صرف درشٹانت دی گئی ہے اور
درشٹانت کے سوا اگر اور طرف دیکھوگے مارے جاؤگے +

اہم بھاؤ کفر ہے } منصور نے اناالحق کہا۔ مارا گیا۔ اس کا مارا جانا ضروری
تھا۔ کیونکہ اس میں 'میں' تھا۔ 'میں' آتما نہیں
ہے۔ وہ رودر بھگوان کا روپ ہے۔ اس میں کال ہے اور مایا ہے

اس کی راہ زندگی کی طرف نہیں بلکہ موت کی طرف ہے - آتما زندگی ہے رودر کال پُرش ہے - اسی طرح جو "اہم برہمہ اسمی" یعنی 'میں برہمہ ہوں'۔ کہتے رہتے ہیں - وہ بھی کال بھگوان کے ترسول کے زخمیں کھاتے ہیں - ان نادانوں کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ آتما میں میرا تیرا پنا نہیں ہے جو اس کو ایک کہتا ہے وہ بطرز دیگر دو کے ہونے کی گواہی دیتا ہے اور اپنے کو برہمہ سمجھ رہا ہے وہ بطرز دیگر اوروں کو غیر برہمہ ماننے کی طرف اشارہ کرتا ہے - بات کیا تھی کیا ہوگئی - مطلب کچھ اور تھا ہو گیا کچھ اور - سمجھایا گیا تھا کچھ اور سمجھا گیا کچھ - اور دُنیا میں گمراہی پھیل گئی - اور یہ سب موت کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہیں - اسی واسطے کبیر صاحب نے فرمایا ہے :-

'میں' میں بُری بلائے ہے - سکو تو نکسو بھاگ
کہیں کبیر کب لگ رہے - روئی لپٹی آگ

کبیر صاحب بہ آواز بلند سب کو سُنا سُنا کر کہہ رہے ہیں - اگر کان رکھتے ہو تو ان کو صدا کو سُنو +

گیانی مول گنوائیا - آپ بھیا کرتا
یا تے سنساری بھلا - جو سدا رہے ڈرتا

اگر "انا الحق" کہوگے منصور کی طرح مارے جاوگے - اگر 'قُم بہ اذنی' کہوگے شمس تبریز کی طرح کھال کھینچی جائیگی - اگر دُنیا کا نجات دہندہ بنوگے مسیح کی طرح سولی پر چڑھوگے - اگر 'میں میں' کروگے - سَرمد کی طرح دُرّے کھاؤگے اور تڑپ تڑپ کر جان دوگے - تم آخر اپنی 'میں میں' کیوں سُناتے ہو - کس کو سُناتے ہو - تمہارے سوا کیا کوئی اور بھی ہے

جس کو سناتے ہو - جہاں مَیں ہے وہاں تو ہے - جہاں ایک ہے وہاں دو ہے - جہاں برہمہ ہے وہاں مایا ہے - جہاں دویت واد ہے وہاں ہی ادویت واد ہے - جہاں سچ ہے وہاں جھوٹ ہے - جہاں خادم ہے وہاں مخدوم ہے - جہاں خالق ہے وہاں مخلوق ہے - جہاں گیان ہے - وہاں اگیان ہے - جہاں گورو ہے وہاں چیلا ہے - ایک کا نام لو دوسرا تمہارے خیال میں موجود ہو جائیگا - "نور" کو ثابت کرو - سایہ اس کے ساتھ آ جائیگا - رحمان کا نام لیا نہیں کہ شیطان موجود ہوا نہیں - اس لئے

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرّ حق برمن بخند

اسی لئے بھگوان بُدھ دیو نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ بات پر نہ جاؤ - حقیقت کی طرف نگاہ رکھو - کہنا سننا لاحاصل ہے +

اسی وجہ سے ست پورش رادھا سوامی دیال فرما گئے ہیں :-

آپ آپ کو آپ پہچانو

اگر کہیں اڑوگے تو سڑ جاؤگے سڑاندہ پیدا ہوگی - تم کو صرف آئیڈیل کو نگاہ کے سامنے رکھ کر کام کرنا ہے اور بس - گیان کلپدرم کو غور سے پڑھو - اور وچار کلپدرم کا بھی مطالعہ کرو - یہ ممکن ہے کہ یہ تم کو ویدانت کی مراد - اور سنت مت کا اصل الاصول - اور حقیقت کی باریکیاں سمجھا سکے - خبردار - دائیں بائیں نہ دیکھو - نہ پیچھے مڑکر نہ چلو - راستہ صاف ہے - سامنے راہ کھلی ہوئی ہے - شرے مارگ کو اختیار کرو چاہے پریے مارگ کو لو - تمہارا مذاق اور طبیعت جدھر لیجا

چاہے چلو - کوئی قید و بندش نہیں ہے - اگر شرے مارگ منظور ہے
تو شکو دیو جی کی و کبیر صاحب کی مثال نظر کے سامنے رکھو - اگر
پیریہ مارگ پسند ہے تو مہاراجہ جنک کی مثال سے فائدہ اُٹھاؤ - اس
سے زیادہ اس وقت اور کچھ نہ کہونگا - میری نگاہ میں بھوگ یوگ
ایک چیز ہے - گرہن تیاگ کے اصطلاحات فضول ہیں - صرف اصلیت
کی مروج کو جذب کرو

خاتمہ

دُنیا کے سُراب کے مختلف نظارے دکھا دئے گئے۔ یہ ممکن ہے کہ لفظوں کے جس تصویر میں یہ نظارے دکھائے گئے ہوں وہ ناقص ہوں۔ مکمل نہ ہوں۔ اور جیسا ہونا چاہئے ویسے نہ ہوں۔ مگر دیکھنے والوں نے دکھانے والے کی غرض سمجھ لی ہوگی۔ اور صرف اتنا ہی مقصود تھا۔ مسافر ریگستان میں سفر کر رہا ہے۔ جہاں بعض بعض جگہ سُراب کا خوف ہے۔ اگر اُس کو اتنا بتا دیا جائے کہ اس ریتلی زمین میں سراب ہے اور سراب کی ایسی صورت ہوتی ہے تو وہ خبردار ہو جائیگا اور موقع پر خطرہ کے وقت اُس کو خود بخود خیال آ جائیگا کہ یہ سُراب ہے تفصیلی وضاحت کی وہاں اتنی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ صرف معمولی طور پر کہہ دینا ہی کافی ہے۔ اور ہم نے بھی محض معمولی طور پر لفظوں کی بندش میں تم کو یہ تماشے دکھا دئے ہیں تاکہ تم پر غفلت نہ طاری ہونے پاوے اور تم زندگی بسر کرتے ہوئے کسی قسم کے خطرہ میں نہ پڑو +

کسی بادشاہ کی ایک لڑکی تھی۔ بہت کمسن۔ دائی اُس کو کھلا رہی تھی۔ اتفاق سے ایک دن اُس نے دائی کو کوئی چیز انعام میں دی وہ خوش ہوگئی۔ اور دعائیں دینے لگی کہ تم بڑھو۔ جیو۔ خوش رہو۔ لڑکی بھولی بھالی تھی۔ سادگی سے پوچھنے لگی۔ دائی میں جیونگی

اور بڑ ہونگی تب پھر کیا ہوگا۔ دائی نے کہا۔ تیرا بیاہ ہوگا۔ لڑکی نے پوچھا پھر ہوگا۔ دائی بولی لڑکے بالے ہونگے۔ لڑکی بولی پھر کیا ہوگا اُس نے کہا لڑکوں کی شادی ہوگی۔ پھر پوچھا گیا آگے کیا ہوگا۔ دائی نے جواب دیا۔ ناتی نواسہ ہونگے۔ الغرض وہ جواب دیتی جاتی تھی شاہزادی کا سوال ختم ہونے پر نہیں آتا تھا۔ آخرکار جب اُس نے پھر پوچھا کہ کیا ہوگا تب وہ جھنجلا کر بولی۔ تو مر جائیگی دُنیا سے کوچ کر جائیگی تیرا جنازہ اُٹھیگا اور کیا ہوگا لڑکی نے کہا بس اس زندگی کا یہی انجام ہے۔ پھر تو اس سے طبیعت لگانا ہی بُرا ہے۔ اور اس معمولی بات چیت نے اُس کے دل پر یہ اثر پیدا کیا کہ اس نے مدت العمر تک شادی نہیں کی اور اپنی ساری زندگی مالک کے بھجن بندگی میں صرف کر دیا۔ اُس نے صاف صاف دیکھ لیا کہ زندگی میں دھوکا اور بھرم بہت ہے +

کپل وستو کا کمسن شاہزادہ گھر سے سیر کے لئے باہر نکلا۔ پہلے دن اس کو ایک بیمار کراہتے ہوئے نظر آیا۔ آہ۔ یہ بیماری ہے۔ دوسرے دن ایک بوڑھا ملا جس سے چلا نہیں جاتا تھا جس کی آنکھوں سے کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ اس نے اس دن ضعیفی کی تصویر دیکھی تیسرے دن ایک شخص کو ٹکٹکی پر جلانے کے لئے جا رہے تھے آج اُس کو دُنیاوی زندگی کا انجام نظر آیا۔ دل پر مصیبت و تردد کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور اُس نے تخت و تاج حور و لڑکے سب کو چھوڑ کر فقیرانہ بھیس اختیار کر لیا۔ اور دُکھ سے نجات پانے کے ذریعہ کی تشہیر کی +

شنکر آچاریہ کہتے ہیں۔ بار بار ماں کے گربھ میں سونا پڑتا ہے بار بار جنمنا مرنا پڑتا ہے یہ سنسار دُکھ اور مصیبت کی جگہ ہے +

تم کو غالباً یہ شک ہوگا کہ جب دُنیاوی زندگی کا مآل یہ ہے تو پھر ہم خودکشی کیوں نہ کرلیں جی کر کیا کرنا ہے۔ نہیں۔ صاحبو! نہیں۔ یہ تم کو سراب ہیں پھر دوسرے سراب کا بھرم ہو رہا ہے۔ دُنیا نہ بُری ہے نہ بھلی ہے وہ ایشور کی ہے۔ ایشور مکمل ہے اس لئے اُس کی سرشٹی بھی مکمل ہے۔ قصور جو کچھ ہے تمہارے اپنے دل کا ہے۔ تم جذبات کو اپنے گلے کا ہار بنا لیتے ہو۔ تم جھوٹا میرا تیرا پنا کرتے رہتے ہو۔ اور یہی اصل میں سراب ہے۔ یہی مایا ہے۔ یہی بھرم ہے۔ ذرا اصلیت کے سمجھنے کی کوشش کرو۔ پھر تم دیکھو گے کہ یہ دُنیا سُورگ سے زیادہ خوبصورت ہو جائیگی۔ تم اپنے روپ کو نہیں دیکھتے اس لئے تم کو اپنی ذات کی طرف سے اگیان ہے اپنے روپ کو دیکھو۔ اس وقت تم زندگی کا لطف بھی اُٹھا سکو گے اور زندگی کا مقصد بھی حاصل کروگے +

کیا تم نہیں دیکھتے۔ تم میں جو وکیل ہیں بیرسٹر ہیں۔ بُری طرح دُنیا کے سراب میں پھنسے ہیں۔ تم میں جو مہاجن ہیں سیٹھہ ساہوکار ہیں کیسے بھرم میں پڑے ہیں تم میں جو رئیس اور راجے ہیں وہ عیش وعشرت کے دلدادہ ہیں۔ جدھر دیکھو لوگوں نے زندگی کے غلط راہ کو اختیار کر رکھا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں دولت اُن کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ دولت کے لئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں مکان اُن کے لئے نہیں بلکہ وہ مکان کے لئے ہیں اُن کو خیال ہے۔ کہ حکومت ثروت رسوخ عزت حرمت اُن کے لئے نہیں بلکہ وہ اِن کے لئے ہیں۔ یہی نادانی سراب کہلاتی ہے کاش اگر وہ اتنا ہی سمجھ لیتے کہ سب کچھ اُن کے لئے ہے اور وہ پرماتما کے پُتر ہیں تو وہ عقلمند مکھی کی طرح شہد بھی کھا لیتے اور پر وبال بھی نہ

پھنستے - مگر وہ لالچی مکھی کی طرح شہد کے پیالہ میں گر پڑتے ہیں اور ہاتھ پاؤں پھنسا کر دکھی ہوتے ہیں یہ شراب ہے +

مکھی بیٹھی شہد پر - پنکھ گئے پٹائے
ہاتھ ملے اور سر دھنے - لالچ بری بلائے

نگاہ کو وسیع کرو تاکہ دنیا کا دھوکا جاتا رہے پھر نہ صرف تمہاری ہی زندگی شاندار ہو جائیگی بلکہ تم اوروں کی زندگیوں کو شاندار کر سکوگے +

میں نے اس بویک کلپدرم کے ذریعہ تم کو شراب کا نقشہ دکھایا اس میں صرف دھوکا اور بھرم کی تصویر کھینچی گئی ہے - اگر حقیقت سے واقفیت درکار ہے تو گیان کلپدرم اور وچار کلپدرم کو پڑھو - ان سے سچائی کا پتہ لگیگا - اور آیندہ جو کتابیں وگیان کلپدرم برہمہ وچار کلپدرم وغیرہ زیر ترتیب ہیں وہ حقیقت کے نظارہ کہانے کے لئے تمہاری نگاہ کو وسیع اور باریک بین بنا سکینگی +

اب میں گورو کی بانی کا پاٹ کرتا ہوا کچھ دنوں کے لئے تم سے رخصت ہوتا ہوں - گورو تمہارا کلیان کریں

سنت دیا ستگور میا پایا آد اناد ۔۔۔ گت مت کتنے نا بنے سرت بھئی بسماد
سرت شبد یک انگ کر دیکھو نبل بہنا ۔۔۔ مد صیبہ سکھمنا تل بسے تل میں جوت اپار
ست نام ست پرش کا ست لوک میں پڑو ۔۔۔ سرت چڑھاؤ شبد میں درشن حال حضور

بویک کلپدرم سماپت

اِس سلسلہ کی دوسری کتابیں

(۱) گیان کلپدرم - ویدانت کی نایاب کتاب ضخامت ۵۳۲ صفحہ قیمت ۱۲؍

(۲) وچار کلپدرم - ویدانت (ادویت واد) مطالعہ کے قابل ہے قیمت ۱۲؍

(۳) چرتر کلپدرم - مہاتماؤں رشی منی راجا وغیرہ کے چرتر - قیمت .. ۱۰؍

(۴) بویک کلپدرم - زندگی کے سراب کے نظارے - قیمت ..... ۱۰؍

(۵) کتھا کلپدرم - بھکتی بھاو کی لاثانی کتاب قیمت ..... ۸؍

(۶) برہم وچار کلپدرم - صرف برہم کا وچار - اُپنشدوں کا عطر (زیر ترتیب)

(۷) ویدانت کلپدرم -

(۸) رامائن کلپدرم -

(۹) گیتا گیان کلپدرم - (سارے گیتاؤں کا مکمل ترجمہ)

(۱۰) سُرت شبد کلپدرم - سُرت شبد یوگ کی کُنجی -

(۱۱) وگیان کلپدرم - شیوجی کا اپنا انبھو معرفت و حقیقت کا نادر رسالہ

سب زیر ترتیب ہیں

سادھو کے خریداروں کو خاص رعایت پر سستی دی جاویگی

ملنے کا پتہ

مینیجر سادھو سرسوتی بھنڈار

لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۴۶

۱۰۷

ہاں یک بار ہو درخشاں

منبع علم سرسوتی بھنڈار

سرسوتی بھنڈار

جلد ۱ بابت ماہ اگست ۱۹۱۰ء نمبر ۵

وید - ویدانگ - سمرتی شاستر - درشن - پوران - اتہاس - اور آریہ - بودھ

جینیوں کے مقدس گرنتھ - واخلاقی - تواریخی و مذہبی کتابوں کا ماہوار رسالہ

ایڈیٹر بابو شیو ورت لال ورمن ایم اے

۱- سرسوتی بھنڈار کی اشاعت کی غرض ہندؤں کے درمیان مذہبی د
لٹریچر پیدا کرنا ہے +

۲- اس کی قیمت سالانہ للعہ ہے جو محنت و خرچ کے لحاظ سے بہت ک

۳- جو صاحب مستقل خریدار نہ بنیں گے - اور کوئی کتاب علیحدہ خر
چاہیں گے اُن کو وہ اُس قیمت پر ملیگی جو پُشت کتاب پر لکھی رہیگی +

۴- رسالہ سادھو (اردو) تین روپے - تتو درشی (ہندی) تین روپے،
(اردو) ...کی آسٹے - لکشمی بھنڈار (ہندی) عہ - اور پنجابی سوریا دگور (کھی) عہ کے
خریداروں کے ساتھ خاص قسم کی رعایت ملحوظ رہیگی - جو وقتاً فوقتاً اُن کے
کالم میں مشتہر ہوتے رہیں گے +

۵- رسالہ ہر خریدار کے پاس صرف پیشگی قیمت آ جانے پر بھیجا جاویگا ا
رسالے کے ہر نمبر اُ کے وی-پی کے ذریعہ بھیجے جاوینگے - تاکہ راہ میں کھوئے
خوف نہ رہے +

۶- بیشتر کتابیں ایک ہی جلد میں نکالی جائینگی - اگر زیادہ ضخیم ہوئیں تو مجبو
دو جلدوں میں چھاپی جاوینگی - جن صاحبوں کو مجلد کتاب منگوانی ہو وہ اپ
رائے سے مطلع کر سکتے ہیں - اُن کے لئے صرف برائے نام قیمت لاگت کے
حساب سے لی جایا کریگی +

۷- آئندہ خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہو +

گوری شنکر لال اختر منیجر سرسوتی بھنڈار

سرسوتی بھنڈار   جلد نمبر ۵

چرتر کلپدرم (مکمل)

یعنی

ویر پُرش

اور اُن کے دلچسپ دل پسند تذکرے۔ جس میں بھگت مہاتما۔ راجہ۔ اور بہادروں کے مفید حالات قلمبند کئے گئے ہیں

نامِ نیکو رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نامِ نیکت برقرار
سعدی

از

بابو شیو برت لال ورمن۔ ایم اے
ایڈیٹر
سادھو۔ تتو درشی۔ مارتنڈ۔ سرسوتی بھنڈار
و لکشمی بھنڈار۔ لاہور

پہلی بار ایکہزار جلد   آریہ سیٹم پریس لاہور   قیمت فی جلد ۱ر

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ
(۱)	منوجی مہاراج	۳
(۲)	دیورشی ناردجی مہاراج	۱۵
(۳)	دیروگرادتیہ	۲۷
(۴)	مادھوآچاریہ	۴۰
(۵)	رامانج آچاریہ	۴۷
(۶)	شری پدم پادآچاریہ	۵۳
(۷)	کمالے کملی والے بابا	۶۳
(۸)	بلوجی چمپادت	۷۳
(۹)	رامانج اور دھنرداس	۸۸
(۱۰)	پوہاری بابا	۹۵
(۱۱)	راجہ جنک اور ایک اس کا شاگرد	۱۰۷
(۱۲)	سکدیوجی اور بچھو	۱۱۱

جو شخص ہندوؤں کی اصلیت کا پتہ لگانا چاہے۔ اُس کو چاہئے کہ منو۔ منوسمرتی۔ اور مانو دھرم شاستر پر وچار کرے۔ اُس سے اُس کو کسی قدر سمجھ میں آجائیگا۔ کہ ہندوؤں کی اس دنیا میں کیا حیثیت ہے۔ اور کس وجہ سے وہ اب تک سطح ہستی پر مضبوطی کے ساتھ قدم جمائے ہوئے کھڑے ہیں؟

دنیا میں کتنی انسانی نسلیں پیدا ہوئیں اور مر مٹیں۔ کتنی سلطنتوں کے سورج عظمت و عروج کے نصف النہار پر چمکے اور پھر ہمیشہ کے لئے غروب ہو گئے۔ کتنے تہذیب کے دور آئے اور معدوم ہو گئے۔ قوموں نے وحشی پن کی حالت سے مہذب شائستہ گروہ کی شکل و صورت میں تبدیلی پا کر آناً فاناً میں غائب ہو گئیں۔ مگر ہندو قوم اب تک زندہ ہے۔

جسوقت کسی ملک کے کھنڈرات میں انسان وحیوانات کے ہڈیوں کے ڈھانچے انکے اوزار ہتھیار اُنکے کھانے پینے کے برتن برآمد ہوتے ہیں لوگونکو تعجب ہوتا ہے کہ یہ کس قسم کے زبردست مخلوق رہے ہونگے۔ اُن کے قصے وکہانیوں تک کا پتہ نہیں وہ پانی کے بلبلوں کی طرح سطح پر آئے۔ اور پھر غائب ہوگئے۔ اُن کا کوئی نام ونشان تک نہیں جانتا۔ اُن کے قوم میں ایک بھی ایسا آدمی اب نظر نہیں آتا جو گئے ہوؤں وگذرے ہوؤں کے عروج وزوال کی کہانی سنادے۔ دنیا حیران ہے۔ آج کل کے مہذب قوموں کے دلوں میں بھی یہہ رہکر نشتر کی طرح یہہ خیال چبھتا رہتا ہے کہ ہم بھی ایک دن اسی طرح گذر جائیں گے اور کوئی ہمارا نام لینے والا تک باقی نہ رہے گا۔ قدیم قوموں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ مگر ان دو چار ہزار برسوں کے قوموں کی کہانیاں کیسی پرسوز اور جانکاہ ہیں۔ آج مصری کہاں ہیں جو کوس لمن الملک کی بجاتے تھے۔ آج پارسیوں کا کیا حال ہے جن کے نام سے اس زمانہ کے بہادر وسورما خوف کھاتے تھے۔ آج یونانیوں کی عظمت کا ستارہ کہاں چمک رہا ہے۔ یہہ اُٹھے اور زمانہ کے ہاتھوں نے تھوڑی ہی دیر بعد اُن کو بٹھا دیا۔ صرف بٹھایا ہی نہیں بلکہ عدم آباد کے قبرستان میں ہمیشہ کے لئے سولا دیا۔ وہ سب مر مٹے۔ کوئی اُن کے حالات سے واقف نہیں۔ یہہ حال صرف قوموں ہی کا نہیں ہے۔ اُن کے مذہبوں کی بھی یہی کیفیت رہی۔ نہ اُن کا آئین زندہ ہے نہ اُن کی تہذیب کے نشان کہیں نظر آتے ہیں۔ مگر برعکس اس کے لاکھوں کروڑوں برس گذرے۔ ہندو قوم اب تک زندہ ہے۔ اُس کا اصلی مسکن ہمالیہ کی عالیشان چوٹی اب تک اسی آن بان سے کھڑا ہوا زمانہ کے برباد کرنے

والے ہاتھوں کو للکار رہا ہے۔ اُسکا قدم بلکہ سب سے قدیم ویدک دھرم باوجود اپنی دیرینہ سالی کے
نوجوان سے نوجوان مذہب کیساتھ دو دو ہاتھ لڑنیکو تیار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے
کسی مذہب کو حوصلہ تک باقی نہیں رہا۔ کہ اُس کے سامنے کھڑے ہوکر ذرہ قوت
آزمائی کرسکے۔ ابھی کلہ کی بات ہے۔ جس وقت سوامی دیانند
سرسوتی نے مینار پر چڑھ کر غیر ویدک مذہب والوں کو للکارا کہ

صداقت وید اقدس آزمائے جسکا جی چاہے

حریفوں کے خیمہ میں کھلبلی پڑ گئی۔ نہ صرف آریہ ورت ہی نہیں بلکہ دنیا کے
مذہبی خیال میں تہلکہ پڑ گیا۔ امیریکا کا مشہور فلاسفر انڈرو جیکسن صاحب
کہتا ہے کہ مجھ کو آریہ ورت کے آتشکدہ میں ایک اس قسم کی آگ جلتی ہوئی
نظر آرہی ہے جو مغربی دُنیا کے مذاہب کو جھلس دیگی۔ انڈرو جیکسن کے
یہ ریمارک ویدک دھرم کے متعلق تھے۔ ہند و تہذیب کی دیوار گو متزلزل
نظر آتی ہے۔ مگر اس کی بنیاد کی پختگی کو دیکھو۔ ہندو اب تک زندہ ہیں
اپنے بزرگوں کے یادگار۔ کسی نہ کسی حیثیت میں اُن کی کہانیوں کو محفوظ
اور اُن کے آئین کو زندہ بنا رکھا ہے۔

آخر اس کا سبب کیا ہے۔ جو اس کے کئی سبب ہیں۔ ہم اُن
پر اور کسی وقت بحث کریں گے۔ اُن میں سے ایک خاص سبب یہ
بھی ہے کہ منو جب کبھی پیدا ہوتے ہیں ہندوؤں ہی میں ہوتے ہیں۔
ممکن ہے لوگ سوال کریں کہ یہ تخصیص کیوں صرف ہندوؤں کو عطا کی گئی
ہے کہ اُس کا ایک جواب تو ہمارے پاس یہ ہے کہ ہندو دنیا کے نوع
انسان کے بیج ہیں ہم ان کو بلاخوف تردید دنیا کی نسل فروعی نہیں بلکہ
اصلی یا Root Race کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے

کہ ہم اسکا سبب نہیں بتا سکتے ایشور نے صرف آریہ ورت کو کیوں ہمالیہ کیطرح عالیشان پہاڑ عطا کیا کیوں اسی ملک میں گنگا جمنا کو بہایا۔ اسکا جواب ہمارے پاس کچھ نہیں ہے مگر جو لوگ اس بات کو قبول کریں گے کہ ہندو Root Race ہیں اُن کے لئے ہمارا پہلا جواب کافی ہے۔ اور اُن کو پھر اعتراض کی گنجائش نہیں رہیگی۔ ہم جس طرح دنیا کے کل قوموں کے پیدا کرنے والے ہیں ویسے ہی ہمارا دھرم بھی Root Religion یعنی ام المذاہب ہے اور ہماری زبان Root language ہے۔ سب چاہے مر مٹیں۔ مگر ویدک دھرم کے مٹنے کا خوف صرف نادان آدمیوں کو ہوگا اور قومیں چاہے برباد ہو جائیں مگر ہندو قوم کی بربادی امر محال ہے۔ نیچر کے نظام نے اسکو سب کے جڑ و بیخ و بنیاد کی حیثیت عطا کر رکھی ہے۔ اور جب تک دنیاوی نظام میں اس کی ضرورت ہے۔ قدرت خود اس کی محافظ بنی رہے گی۔ اور جن کو دنیا کے تواریخ کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔ وہ ان ہمارے لفظوں میں سچائی کے جھلک کی زیارت کریں گے۔ جسطرح ہمالیہ اس کرہ ارض کی مدت العمر تک زندہ رہنے کا یقین دلاتا ہے۔ جس طرح پورانیوں کی دلچسپ کہانیوں سے ویدوں کی حفاظت کا وشواش ہوتا ہے۔ اُسی طرح ہندو ہمیشہ اپنی عمر طبعی تک زندہ رہیں گے۔ جور و ظلم کے سیلاب ہمارے سروں پر سے گذر گئے۔ سختی جبر و تعدی کے مظالم کے باد سموم کے جھونکے ہمارے مُرجھانے کے لئے۔ مدتوں بہلگئے مندر ڈھائے گئے۔ تیرتھوں کو ناپاک کیا گیا۔ کتب خانے جلائے گئے۔ مگر ہم پھر بھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے کیونکہ ہم دنیا میں Root Race ہیں اور منو ہمیشہ ہی میں پیدا ہوا کرتے ہیں +

قبل اسکے کہ ہم منو کے کچھ حالات آپکو سنائیں اس کی تھوڑی سی قابل اطمینان تشریح کرنا مصلحت سمجھتے ہیں دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ شائستہ و مہذب قوم ہمیشہ وحشی اور جنگلی قوموں کی جھپٹ میں آجاتی ہے۔ یہہ کچھ قدرتی اصول معلوم ہوتا ہے۔ ایک قوم ہے جو وحشی پن کی حالت سے ذرا ہی اونچی ہوئی ہے۔ چونکہ اس میں جسمانی زور زیادہ ہے۔ اپنے سے زیادہ مہذب قوم پر چھاپہ مار کر اُس کو مغلوب کر لیتی ہے۔ مگر جب وہ اپنی باری پر مہذب و شائستہ بن جاتی ہے۔ دوسری وحشی قوم اس کو آکر مغلوب کر لیتی ہے۔ اور اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جس طبقہ میں ہم اس وقت بیٹھے ہوئے لکھ رہے ہیں۔ وہ بالکل مادّی طبقہ ہے۔ یہاں مادّہ کو بڑی طاقت حاصل ہے۔ یہاں مادّہ ہمیشہ عقل وگیان پر غالب آیا کرتا ہے اگر ہماری باتوں کو نہ مانو تو چھندوگ اُپنشد کے آخری ابواب کو مطالعہ کرو خود سمجھ جاؤ گے پس دنیا کے قوموں کے بننے و بگڑنے کا یہی سبب ہے جس کو ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے۔ مگر ہندوؤں کی شان نرالی ہے۔ ان میں انسانی تہذیب کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں ہے۔ جو نظر نہ آوے۔ بھارت ورش خود تمام کرہ ارض کا عجائب خانہ ہے۔ جس میں انسانی ترقی کے تمام مدارج زندہ صورتوں میں نظر آتے ہیں۔ یہہ وصف صرف میں ہوتا ہے۔ اور ہندوؤں کی سخت جانی کا بہت بڑا سبب یہی ہے۔ اور چونکہ وہ قدرتی ہے۔ اور منجانب قدرت عطا ہوا ہے۔ اس لئے کوئی اُس سے ہم کو محروم نہیں کر سکتا۔

تمہید بہت لمبی چوڑی ہو گئی۔ مگر ہم کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارا مطلب قصہ کہانی سنانے کا نہیں ہے۔ اس مطلب کے لئے

بہت سی کتابیں دنیا میں موجود ہیں۔ ہم ان کے ذریعہ پڑھنے والوں میں سچائی کی روح داخل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس لیے معاف کئے جانے کے قابل ہیں۔ اب ہم اس منونتر کے منو کے کچھ حالات سناتے ہیں۔

قدیم کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب زمین اس قابل نہیں رہتی۔ کہ اس میں حیوانات کی زندگی قایم رہنے کی قابلیت رہ سکے۔ اس وقت زمین پانی کی شکل میں تبدیل ہونے لگتی ہے۔ مٹی دراصل بنی بھی پانی ہی سے ہے۔ اور اس لئے ہر چیز کا ضرورت کے وقت اپنے اصل کی طرف رجوع ہونا لازمی اور قدرتی بات ہے۔ تم خود اپنے جسم کے اندر دیکھو جب ذرہ بھی صدمہ پہونچتا ہے۔ فوراً جسمانی احساس کا رُخ دماغ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی اس طرح رجوع ہونے سے زمین پر ہر جگہ پانی ہی پانی ہو جاتا ہے۔ زندگی کی تمام صورتیں معدوم ہو جاتی ہیں جو شخص بچ رہتا ہے۔ اُسی کو منو کہتے ہیں۔ اور پھر از سر نو اس کی ذات سے انسانی نسل کی ابتدا ہوتی ہے۔

پوران کہتے ہیں ابتدا میں بھی جو پہلا شخص دنیا میں پیدا ہوا تھا وہ بھی منو تھا۔ اُس کا نام سوئمبھو بتایا جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا منو آیا۔ پھر تیسرا و علیٰ ہذا القیاس۔ اس وقت تک چھ منو گذر چکے ہیں اُن کے نام نامی یہ ہیں۔ سوئمبھو۔ سوارُوچش۔ اُتّم۔ تامس۔ ریوت اور چاکشش۔ دو منو کے عہد کے درمیان جو زمانہ گذرتا ہے وہ منونتر کہلاتا ہے۔ اور وہ برہما کا ایک دن ہے۔ پورانوں میں اُس کی تعداد ۳۰۸۴۴۸۰۰۰ برس بتائی گئی ہے۔ ایک کلپ میں چودہ منو ہوتے ہیں۔ یہ وارہ کلپ ہے۔ اس منونتر کے منو کا نام ویوسوت

ہے اسکو سورج بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ اسکے لڑکوں میں سے ایک اکشواکو تھا اسلئے اس خاندان کے کشتریوں کا نام سورج بنسی ہے۔ اس ویوسوت منو کا تیسرا نام ریوت ثانی یا سنگیہ ورت بھی ہے۔ اس کی ستری کا نام شردھا تھا۔

لکھا ہوا ہے جب اس منو کو راج کرتے ہوئے کچھ دن گذرے اس کو ایشور کی طرف سے الہام ہوا کہ آج سے ساتویں دن تمام دنیا جل سے بھر جائے گی۔ منو نہایت زبردست صاحب خیال تھا۔ منو کے معنے ہی صاحب خیال ہیں۔ اس نے ایک مضبوط کشتی تیار کرالی۔ اور اپنے متعلقین وسپت رشیوں کو اپنے ساتھ کشتی میں لے لیا۔ اُس نے ضروری سازوسامان بھی ساتھ رکھ لیا تھا۔ جب زمین پر پانی پڑھنے لگا۔ یہ سب اُس کشتی پہ بیٹھ گئے۔ تمام دنیا پانی پانی ہو گئی۔ منو کی کشتی سومیرو پربت کی چوٹی پر جاکر ٹھہری جو ہمالیہ کا سب سے اونچا حصہ ہے۔ اور جو آریہ جاتی کا اصلی وطن ہے مغربی علما اس کو وسط ایشا کا کوئی حصہ قرار دیتے ہیں۔ بعضوں کی دانست میں وہ تاتاریش کا کوہ قاف ہے۔ اور اُسی کی چوٹی کا نام ارارات ہے۔ مگر یہہ کئی وجہ سے غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اول تو وہ دنیا میں سب سے اونچی جگہ نہیں ہے۔ دوسرے مہابھارت وغیرہ میں سومیرو پربت کا تعلق ہمالیہ سے بتایا جاتا ہے۔ مشرقی علما جن سے ہماری مُراد اپنے آریہ جاتی کے عالموں سے ہے۔ آریوں کا اصلی وطن تبت بتاتے ہیں جو پورانک بیانات سے ملتے جلتے ہیں

ویوسوت منو اس کلپ کا ساتوں منو ہے اور یہہ ساتواں منونتر ہے۔ اس کے کئی لڑکے بتائے جاتے ہیں۔ جب پانی کم

ہوا اسکی اولاد دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلنے لگی۔ سومیر وپربت کے اسطرف کی راج اُسنے اپنے نو لڑکوں نرگ۔ شرمیاتی ۔ درشٹ ۔ گھرشٹ ۔ مکروشک ۔ نرشینت ۔ پرسنگھن ۔ بھگ کو عطا کی۔ اکشواکو اُس کا بڑا لڑکا تھا۔ بھارت ورش کے اودھ علاقہ میں اُس نے اُس کو راج کرنیکا حکم دیا اور یہاں اجودھیا شہر کی بنیاد ڈالی جیس سومیر وپربت کرہ ارض کی چوٹی ہے۔ اُسی طرح یہہ اجودھیا اور اُس کے آس پاس کے مقامات نافِ زمین کہے جا سکتے ہیں۔ اس منو کی ایک لڑکی کا نام ایلا تھا۔ اُس کی شادی چندر کے بیٹے بدھ کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس شاہزادی کے بطن سے جو بلند اقبال فرزند پیدا ہوا اُس نام پُرورا تھا۔ اس کی دارالحکومت پرتشٹھان پور میں تھی۔ جو اب جھونسی کے نام سے مشہور ہے۔ اور الہ آباد کے مشرق گنگا کے کنارے اپنے میلوں میں پھیلے ہوئے کھنڈرات کے ذریعہ اپنی قدیم عظمت کی یاد دہانی کرتا ہے۔ یہہ پرورا کشتریوں کے اُس نسل کا مورثِ اعلےٰ ہے۔ جو چندر بنشی خاندان کہلاتے ہیں۔ اور جن کے کارنامے مہا بھارت میں موجود ہیں۔ یودھشٹر اسی خاندان کا سرتاج تھا۔

منو کے نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ چکرورتی راجہ تھا۔ اور اس وقت جتنے جزیرے پانی میں نکل آئے تھے سب پر اُس کی حکومت تھی۔ کیونکہ منو ہمیشہ سرب بھوم ہوا کرتے ہیں۔ اس کے وزیر سپت رشی تھی جن کے نام یہہ ہیں۔ کشیپ[1]۔ اتری[2]۔ وسشٹ[3]۔ وسوامتر[4] گوتم[5]۔ بھردواج اور جمدگنی اور انہیں کے ذریعہ انسانی نسل کو ترقی نصیب ہوئی +

منو اور اس عالی دماغ منتری سب کے سب دھرماتما تھے۔ اور جب اُن کی اولاد پیدا ہوئی تو وہ بھی اسی طرح کی دھرماتما تھی اور دھرم ارتھ۔ کام۔ موکش کے لئے ویدوں کی ہدایت پر کاربند رہتے تھے۔ ہر شخص روزانہ سندھیا اور ہون کیا کرتا تھا۔ یگیہ وغیرہ میں قوم کے کل افراد اکٹھا ہو کر مذہبی اتفاق و اتحاد کا تماشا دکھاتے تھے۔

پوران کہتے ہیں۔ ان میں ہر طرح کے علوم و فنون کا رواج تھا۔ تتوگیان۔ دھنر ودیا۔ کھگول۔ بھوتل۔ بھوستر پدارتھ وگیان۔ رسائن کرشی کرم۔ ویدک۔ دِمان۔ اگنی رتھ۔ سنجیونی ودّیا۔ پرکایا پردیش۔ گاین۔ نریتہ۔ وچن۔ سیدّھی۔ ششتر استر۔ وغیرہ علوم کا رفتہ رفتہ بہت پرچار ہوا۔ اس میں کہاں تک سچائی ہے ہم بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہہ الفاظ ہمارے نہیں ہیں۔ پورانوں کے ہیں۔ اِن سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانہ میں ان سب علوم کا رواج زور کے ساتھ تھا۔ وقت کی خوبی۔ آریہ جاتی ان کو بھول گئی بعض بعض علوم مثلاً پرکایا پردیش یعنے دوسرے کے قالب میں داخل ہونا ایسے غائب ہیں کہ کسی کو ان کا نام تک نہیں معلوم کیونکہ دنیا مادہ پرست ہے۔ آتما پر کسی کا بھی پورا وشواس نہیں رہا ہے۔ دھرم کرم صرف فرضی اور وہمی ڈھکوسلہ سمجھا جاتا ہے۔ جو لوگ ظاہرا طور پر اُس کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ بھی پورا پورا اعتقاد نہیں رکھتے؛

منو کے عدل و انصاف کا دنیا میں ہر جگہ ڈنکا بجتا تھا۔ وہ پرجا کا باپ۔ پرجا کا پالن کرنے والا تھا۔ اور جب راجہ نیک نیت

اور دھرماتما ہو ضروری بات ہے کہ اُس کی رعیّت بھی ویسی ہی ہو۔
منو اپنے زمانہ کا نہ صرف راجہ تھا۔ بلکہ وہ دھرم گورو بھی تھا۔ اور
برمھہ گیان کا سینہ بہ سینہ علم بھی اُس کے طرف سے برابر کشتریوں
تک چلا آیا ہے۔ جس کا کچھ کچھ پتہ اُپ نشدوں کے گاتھاؤں اور
سوامی شنکر آچاریہ کے بیان سے ملتا ہے +

منو خود دھرم شاستر کی عملی صورت تھا۔ مگر آئندہ سلطنت کے
قایم رکھنے کے خیال سے اس نے علم سیاست کی بنیاد ڈالی منو
کا بنایا ہُوا ہُوا دھرم شاستر دنیا میں لاثانی کتاب ہے۔ کون سے
مضمون ہیں جو اُس میں زیر بحث نہیں آئے افسوس یہہ ہے۔
کہ اُس میں کہیں کہیں بُری طرح سے آمیزش کر دی گئی ہے ورنہ وہ
بطور خود اِس قسم کی تصنیف ہے۔ جس کو دُنیا کے کتب خانہ میں سب
سے پہلے رکھی جانے کا رُتبہ حاصل ہے۔ ویدوں کے بعد سمرتی کی
عزت ہوتی ہے۔ وہ الہامی ہیں یہہ رشی کرت ہیں۔ اور حالانکہ بعد
کو اور بھی سمرتیاں تصنیف ہوئیں اور زمانہ شناس رشیوں نے مقتضا
وقت کو دیکھ کر کئی دھرم شاستر لکھے۔ جیسے یاگیہ ولکیہ سمرتی۔ نارد
سمرتی۔ پاراشر سمرتی وغیرہ۔ مگر کسی کو منو سمرتی کے مغلوب کرنے کا
موقع نہیں ملا۔ وہ اب بھی مستند سمجھی جاتی ہے۔

منو سمرتی میں ہندو جاتی کے تمام کرم دھرم کا بیان ہے کسی بات
کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ سوسائٹی کے متعلق جن جن معلومات کی ضرورت
ہے۔ سب قلمبند ہیں عقیل و دانشمند مصنف نے ایک بات بھی
نہیں چھوڑی جو ضروری سمجھے جانے کے قابل ہے۔ جس جگہ منو شتریوں

کی حیثیت کی بابت لکھتا ہے اس کے الفاظ بہت صاف
ہیں۔منو فرماتا ہے "جہاں استریاں روتی ہیں یا دُکھ پاتی ہیں وہ گھر
جلد ناش ہو جاتا ہے" "خاوند۔ سُسر اور دوسرے رشتہ داروں
کو چاہیئے کہ زیور۔ لباس اور پھل پھول سے ستریوں کو خوش کرتے
رہیں" ستریوں کے حقوق مردوں سے کسی حالت میں کم نہیں تھے
کوئی یگیہ بقول منو پورا نہیں ہوتا۔ جب تک اردھنگی ستری ساتھ
نہ ہو۔منو ستری کو لکشمی روپ۔ دیوی روپ بتاتا ہے۔ اُسی کی
اشیرباد سے آنند پراپت ہو سکتا ہے۔کیونکہ "وہ گرہنی اور گھر کی
رانی ہے" مگر آج کل ہندوؤں میں جو عورتوں کی حالت ہے وہ ناگفتہ
بہ ہے۔گھر میں اُن کے حقوق کی بہت کم عزت کی جاتی ہے اور یہی
سبب ہے۔کہ ہندوؤں میں خرابی آگئی ہے۔

منو نے کتنے دنوں تک راج کیا یہ داستان دراز ہے۔آخر
میں اس نے بن میں جا کر ریاضت اور یوگا بھیاس کرتے ہوئے سنسار
کو تیاگ دیا۔اور اپنے پیچھے امر کیرتی چھوڑ گیا۔کون ہندو بچہ ہے جو منو کے
نام سے ناواقف ہو گا۔اور چونکہ دنیا کی قومیں آریہ جاتی سے نکلی ہیں۔
وہ بھی اپنے قدیم روائتوں میں کسی نہ کسی شکل میں منو کو سب سے
پہلا واضع قانون تسلیم کرتے ہیں۔مصری اس کو مینو اور یونانی مینس
کہتے ہیں۔ان لفظوں کی صراحت میں کون جانے منو کی تواریخ
شامل ہو؟

ہم نے اوپر بتا دیا ہے اب تک چھ منو گذر چکے ہیں یہ ساتواں
منونتر ہے۔اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اِس کلپ میں اب تک

انسان کی سات مختلف نسلوں کا ظہور ہوا ہے۔ تھیا سوفی والے اس کی تاویل مختلف پیرایہ میں کرتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں۔ کہ تمام نسلوں کی ابتدا محض ہندو جاتی سے ہے کیونکہ یہی کرہ ارض کی ہوالادل ہوالاخر قوم ہے اور منو ہمیشہ اسی میں پیدا ہوا کرتے ہیں*

ہندوؤں کو ان معدودے چند صفحوں کو جو تواریخی بیانات سے خالی مگر خیالات کے لحاظ سے پُر ہیں۔ بغور پڑھ کر اپنے قومی افراد کو ڈھارس دینا چاہئے کہ "سیڈ ریس" یعنی بیج کبھی بھی سطح ہستی سے غائب نہیں ہو سکتا جب تک زمین ہے جب تک ہمالیہ سر بفلک کشیدہ کھڑا ہے۔ جب تک گنگا جمنا میں امرت بہتا ہے جب تک ویدوں کی مریادا قایم ہے۔ جب تک منو مختلف نسلوں کے مورث اعلےٰ پیدا ہوتے رہیں گے۔ تب تک ہندو جیتے رہینگے۔ اُن کو کوئی مار نہیں سکتا نہ وہ غائب ہو سکتے ہیں۔

آتما کی لایزال ہستی پر یقین رکھنے والو! ان باتوں پر غور کرو خوف۔ فکر اور مایوسی کے خیالات کو دل پر قابو نہ پانے دو یقین رکھو۔ تم کبھی مروگے نہیں۔ تمہارے لئے موت ہے۔ اس کرہ ارض میں تمہاری خاص حیثیت ہے۔ تمہاری قومی ہستی کچھ معنی رکھتی ہے تمہارے سپرد دُنیا کا جو مشن ہے وہ اور کسی سے انجام نہیں پا سکتا اس لئے تم زندہ رہوگے۔ زندہ رہوگے۔ زندہ رہوگے اس میں ذرہ بھی شک نہیں ہے۔ وقت کے سیلاب سے مت گھبراؤ یہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ اپنی اصلیت پر قایم رہو۔ اور پھر بھی تم

کسی وقت دنیا کو اپنے دھارمک تہذیب کا تماشہ دکھا سکو گے ہمارا مشن خونریزی یا جبر و سختی کرنا نہیں ہے۔ ہم شانتی کی تعلیم دینے کو پیدا ہوئے ہیں۔ ہم دنیا کے معلم تھے۔ معلم ہیں اور پھر بھی معلم ہوں گے۔ یہہ ہمارا روحانی استحقاق ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ ایشور! تم سب کو شانتی دے۔

دیورشی ناردجی مہاراج

فکرِ معاد یاں جنہیں شام و سحر نہیں
حیوان سمجھتے ہیں اُسے ہم وہ بشر نہیں

نارد کا نام سب نے سُن رکھا ہے۔ ہندوؤں کا ایک ایک بچہ اس نام سے واقف ہے۔ کتنے بھونڈے ضرب المثل اس پاک نام سے مخصوص و منسوب ہیں۔ مگر ایسے آدمی کم ملیں گے جو ان کے حالات سے واقف ہونگے۔

یہ کون تھے جو پرانوں میں ان کے حالات کچھ اس طرح ملے جلے پراگندہ طور پر موجود ہیں کہ اُن سے سلسلہ وار واقعات کی صورت میں ایک مختصر سوانح عمری کی ترتیب دینی نہایت مشکل بات ہوجاتی ہے۔ ایک جگہ ان کو پدم کلپ میں بتایا گیا ہے۔ دوسری جگہ وراہ کلپ میں قایم کیا گیا ہے کہیں برمہا کے بنس کا آدرشی نام دیا گیا ہے

منو کے دربار میں رہنے والے رام اور یودھشٹر کے سبھاؤں میں عزت پانے والے۔ غرضیکہ جہاں تک پورانوں تعلق ہے۔ کوئی شخص نہیں کہ سکتا کہ نارد ایک تھے یا اس نام کے مختلف آدمی تھے۔

مگر نارد تھے ضرور

تا نباشد چیزکے مردم نہ گوید چیزہا

ہندؤں کی مذہبی دنیا میں جس شخصیت نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہوں۔ وہ قصہ خوانوں کے دماغ کا فرضی مخلوق نہیں ہو سکتا۔ نارد صاحب تصانیف ہیں۔ بہت سے ہنر اس قسم کے ہیں۔ جو ناردجی سے مخصوص کئے جاتے ہیں۔

آخر نارد کون تھے؟ آیئے جہاں تک ممکن ہے۔ ہم آپ کو اُن کے حالات و سوانحات سنانے کی کوشش کرینگے۔

پوران اس طرح کہتے ہیں۔ نارد داسی پُتر تھے۔ ان کی ماں رشیوں کی خدمت میں رہا کرتی تھی۔ اور انہیں بزرگوں کی ٹہل سیوا کو اُس نے اپنی زندگی کا اصلی اعلےٰ اور بہترین فرض سمجھ رکھا تھا۔ ناردجی اُسی پاک خدمت کے اصلی پھل کہے جا سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ برسات کے دنوں میں جب آسمان کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں کئی دن موسلا دھار پانی برستا رہا۔ یوگیوں کے آشرم میں سنک سنندن وغیرہ مہاتما آئے۔ ماتا کی پیروی میں نارد نے خلوص دل سے اُن کی سیوا کی۔ اور وہ خود اس طرح لکھتے ہیں:۔

ان مہاتماؤں کے فیض صحبت نے مجھ میں اثر کیا۔ میں نے اُن کے پاک مقناطیسی اثر کو اپنے دل میں جذب کر لیا۔ اور میرے

دل کی تمام چھپی ہوئی طاقتیں خود بخود اُبھر کھڑی ہوئیں۔ میں ابتداء عمر سے بے باک تھا۔ رشیوں نے میری قدرتی بیباکی کو پسند کیا۔ صبح و شام جب وہ سندھیا سے فارغ ہوتے۔ اور ایشور کی اُپاسنا میں تمام وید کے منتر گانے لگتے۔ میں اُن کے لہجہ و خوش ادائی کی دل ہی دل میں نقل اُتارا کرتا۔ مجھ میں دھرم کا پیار بہت تھا۔ ایک دن میں رشیوں کی طرح خوش الحانی سے سام وید گانے لگا جس نے سُنا۔ وہ سرور و وجد کی حالت میں آگیا۔ رشی کہنے لگے:۔ "یہہ کوئی ونکش بالک ہے"۔ اور مجھ کو دھرماتما و سچا حق پرست سمجھ کر ویدوں کے ذریعہ ایشور کا گیان عطا کیا۔ یہہ میری بزرگی کی مختصر کہانی ہے۔ رشیوں کی صحبت فیض اور اُن کی نگاہ مہر آلود کی برکت نے مجھ کو فضیلت کا درجہ عطا کیا۔ اور میں رشیوں میں دیو رشی کہلانے لگا۔

یہہ ست سنگ کی زبردست تاثیر ہے۔ گوسوامی تلسی داس جی فرماتے ہیں "برے سے برا آدمی اُسی طرح اچھوں کی صحبت میں جاکر کچھ کا کچھ بن جاتا جس طرح لوہا پارس سے چھو جانے پر خاص سونا ہو جاتا ہے"۔ نارد کو محض ست سنگ کی وجہ سے یہہ رتبہ نصیب ہوا۔ "ست سنگ خوشی اور مسرت دینے والی چیز ہے۔ ہر قسم کے نیک سادھن اور شغل و اشغال اس کے پھل ہیں سدھی اس کا پھول ہے" "عقلی نمود۔ روحانی عروج۔ زندگی کے مقصد کی کامیابی۔ شہرت اور نیکنامی وغیرہ جب کبھی جہاں کہیں کسی کو نصیب ہوتی ہیں سمجھ لو اُن کی بنیاد میں ست سنگ کا اثر ضرور موجود ہے۔ لوک اور وید میں اس

کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔"

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

نارد اپنے حالات اس طرح سنا رہے ہیں "جب رشیوں کے قدموں کی برکت سے میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے پرماتما کی جمالی اور جلالی صورت کا درشن کر لیا۔ خوشی اور وجد میں آ کر ناچنے لگا۔ مستی اور مدہوشی کی حالت طاری ہوئی۔ اور دم کے دم میں مجھ کو جسم کے سفلی طبقہ کے اوپر روح کے خوشنما۔ دیرپا اور لطیف مسکن پر جگہ دی گئی ہے۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا	گو نشیند اندر حضور اولیا
ہمنشینی ساعتے با اولیا	بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
صحبت مرداں ترا مرداں کند	نار خنداں باغ را خنداں کند

"ماں کو میرے ساتھ گہری محبت تھی۔ میں اُس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اُس کی آنکھوں کا تارا۔ جان و مال سے پیارا! اس نے میری حالت دیکھی۔ اور سمجھ گئی۔ نارد پر مہر آلہی نازل ہوا۔ میرے استغراق و محویت سے اُس کو خوشی حاصل ہوئی" کیونکہ جس ماں کے پیٹ سے بھگت پیدا ہوتا ہے۔ وہ ماتاؤں میں مبارک سمجھے جانیکے قابل ہے۔

"میں نے ماں سے ایک دن کہا "ماتا! اگر اجازت ہو۔ تو میں بن میں رہ کر یاد حق میں باقی زندگی بسر کروں" اس نے جواب دیا "ایشور کی عبادت سے بہتر کوئی کام نہیں ہے۔ مگر یہ خطرے سے خالی نہیں

جیسے اور کاموں کے لئے تجربات اور رشاہدات کی ضرورت ہے ویسے ہی اس میں بھی بتدریج اپنی واقفیت کے وسیع کرتے جانے کی ضرورت رہتی ہے۔ میری سمجھ میں تو سب سے پہلے ملکوں کی سیر کرنا کہ ایشور کے صناعی کا تماشا دیکھتا ہوا بہ آسانی تیرا کام ہو۔ یہہ بھی عبادت ہے اور بہترین عبادت ہے۔ کیونکہ ایسے عابد کو قدم قدم پر مالک کی بیحد اور بے حساب قدرت کی یاد دہانی ہوتی رہے"۔ میں نے ماں کے پاؤں کو سجدہ کیا۔ اور اسی وقت دنیا کی سیر کے ارادہ سے باہر نکلنا چاہا۔ ماں نے کہا "بیٹے نارد! کیا تو اپنی ماں کو اس بڑھاپے میں اکیلی چھوڑ جائیگا۔" میں نے اُس کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ اور ہاتھ میں دوتارا لئے ہوئے سننے والوں کو حقانی راگ سناتا ہوا دنیا کے چکر لگانے لگا۔

میرے من رام نام دوسرا نہ کوئی

میرے من رام نام دوسرا نہ کوئی

پانچ برس سفر میں صرف ہوئے مختلف ملکوں کی سیر ہوئی۔ کتنے شہر جنگل و بیابان دیکھے۔ مجھ سے بات چیت کرنے کے لئے پانی کی روانی کو زبان مل جاتی تھی جب ہوا کے جھونکوں سے درختوں کے پتے آپس میں ٹکراتے تھے۔ اُن کے آواز میں مجھ کو خوشی کا نغمہ سنائی دیتا تھا۔ دنیا سچ مچ ایک عجیب و غریب کتاب ہے جو خاص پرماتما کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ ماتا نے سچ کہا تھا۔ جو شخص اسطرح براہ راست دنیا سے سبق لینا چاہتا ہے اُس کے لئے ہر جگہ ہر وقت اور ہر نظارہ میں سمادھی کا سرور موجود ہے اور اُس کو قیمتی علم عرفان کا وہ خزانہ عطا کیا جاتا ہے جو اور ذریعہ سے ناممکن ہے۔

برگِ درختاں سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفترے ست معرفتِ کردگار

راہ میں ماں کو سانپ نے ڈس لیا۔ اُس نے مرتے وقت مجھکو یہ
دُعا دی کہ تجھ کو ایشور کی سچی بھگتی پراپت ہو۔ میں نے اس کا مرتک سنسکار
کیا۔ اور پھر مزید آزادی کے ساتھ۔ کچھ دلوں اور دنیا میں گھومتا پھرتا رہا
اس دوران سفر میں نارد نے کئی واقعات ایسے دیکھے جن سے
اُن کی نگاہ میں زیادہ وسیع النظری آتی گئی۔ اور اصلیت کا گہرا پردہ
جو ہر جگہ محیط نظر آتا ہے اُٹھتا گیا۔

ایک جگہ دو آدمی اپنے اپنے ڈھنگ پر ریاضت کرتے تھے ایک
شخص روز مقدس کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا۔ دوسرا مست وبیخود تھا۔ دونوں
کو اپنے موکش کی فکر تھی۔ سوال کیا گیا۔ اُن کے موکش میں ابھی کتنے دن
باقی ہیں ؟ مگر جب کتاب پڑھنے والے کو کہا گیا کہ چار جنم بعد اس کو ایشور
کا درشن نصیب ہوگا۔ وہ رونے اور سر پیٹنے لگا۔ چار جنم کا انتظار مشکل
کام ہوتا ہے۔ مگر جب اُس بیخود آدمی کو کہا گیا کہ تیرے لئے ابھی اتنے
جنم دھارن کرنے باقی ہیں جتنے اِملی کے درخت میں پتے ہوتے ہیں
اس کے بعد تجھ کو درشن نصیب ہینگے۔ وہ اتنا ہی سُنکر مستی اور
سرور کے نشہ سے مخمور ہو کر ناچنے لگا۔ اور کہنے لگا کچھ مضائقہ نہیں
چاہے جتنے جنم دھارن کرنے پڑیں وصال ہوگا۔
نارد نے دل میں کہا۔ "اس کو اب بھی وصال کا درجہ حاصل ہے"
ایک جگہ سمندر کے کنارے ایک چھوٹی سی چڑیا۔ اس کے پانی
کو چونچ سے اُلیچ اُلیچ کر خشکی کی طرف پھینک رہی تھی۔ سوال کیا گیا وہ

کیوں ایسا کر رہی ہے۔ جواب ملا۔ سمندر کی لہریں اُس کے انڈے کو بہا لیگئیں وہ چاہتی ہے کہ اُس سے بدلہ لے اور اپنی چونچ سے اُس کے پانی کو باہر پھینک کر خشک کر دے۔

نارد ہنسے۔ مگر اُس کی ہمت کے پردہ میں کیسے استقلال اور اولوالعزمی کی صورت چھپی ہوئی تھی۔ جو شخص پرماتما کے پریم کی آگ کو اپنے دل میں روشن کرنا چاہے۔ اُس کو بھی اسی طرح کا استقلال ہونا چاہیئے۔ سرمد نے کیا اچھا کہا ہے۔

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوز دل پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار
ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

نارد کی زندگی میں ایسے نصیحت آموز واقعات ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ کوئی اُن کا کہاں تک ذکر کرے۔

نارد کی ذات مجمع الحسنات تھی۔ ویراگ اتنے زور کا تھا کہ جہاں کسی دنیا پرست مجمع میں ان کا گذر ہوا۔ وہاں ہی کھلبلی پڑ جاتی تھی اور سب کو خوف ہو جاتا تھا کہ اب کچھ نہ کچھ خرابی ضرور واقع ہوگی۔ عام ہندوؤں میں ایک مثل مشہور ہے۔

جہاں ہو تفرقہ بیٹھے بٹھائے
یہ ہے ضرب المثل نارد مُنی آئے

کہیں شوہر کو استری کی محبت سے آزاد کر کے یاد حق میں لگا دیا۔ کہیں کسی کے لڑکے کو حقانیت کی تعلیم دیکر خانمان آوارہ بنا دیا۔ سچائی

مجسّم تھے اور یہی سبب ہے اُن سے سب چوکنے رہتے تھے۔

سانچی بات کبیرا کہیں
سب کے من سے اُتر رہیں

دنیا کی سمجھ بھی کیسی اُلٹی ہے جو انسانیت کا خاصہ ہے وہی عیب سمجھا جاتا ہے۔ نارد ستیہ وادی تھے اور اِسی سچائی کو اُن کے ہمعصر بُرا سمجھتے تھے۔ مگر سچائی کے بغیر کام نہیں چلتا۔ اِس لئے اُس کے اختیار کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

سادھو ایسا چاہیئے سانچی کہے بنائے
کے ٹوٹے کے جُوڑے بن کہے بھرم نہ جائے

اب بھی لوگ ایسے سچے آدمی کو جس کی باتوں سے تفرقہ اندازی کا خوف رہتا ہے۔ کراہیت کے لہجہ میں نارد منی کہا تے ہیں۔
نارد نہ صرف راستی پسند ہی تھے بلکہ پر اُپکاری بھی کمال درجہ کے تھے اور جس کی طرف ذرہ توجہ کردی وہ پھر صاحب کمال ہی بن گیا اور پورا مستغنی المزاج ہو گیا۔

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم ز ابنا ء جنس

ذکر ہے۔ نارد کا گذر ایک شہر کے قریب ہوا۔ پانچ برس کا کمسن بچہ روتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اِنہوں نے پوچھا " بیٹے کہاں جا رہا ہے" بھولے بھالے لڑکے نے کہا " مہاراج! ایشور کی تلاش میں جا رہا ہوں" نارد ہنسے کہنے لگے " بیٹے! تو کیوں ایشور کی تلاش میں نکلا ہے؟"

اُس نے رو کر کہا " میں راجہ اُتان پاد کا بیٹا ہوں۔ میری دو

ماتائیں ہیں۔ سونیتی اور سوروچی۔ سونیتی بڑی اور سوروچی چھوٹی ہے
میں سونیتی کا لڑکا ہوں۔ اُتم میرا چھوٹا بھائی سوروچی کا لڑکا ہے
آج صبح اُتم باپ کی گود میں بیٹھا تھا۔ میں بھی جا کر بیٹھ گیا۔ سوروچی
ماتا نے جھپٹ کر مجھ کو راجہ کی گود سے اُتار دیا۔ اور کہنے لگی۔ اگر تو
میری کوکھ سے پیدا ہوتا تو بیشک راجہ کی گود میں بیٹھ سکتا تھا۔ مجھ کو
دکھ ہوا۔ میں روتا ہوا سونیتی ماتا کے پاس گیا۔ جب اُس نے سب
باتیں سُن لیں میرے آنسو پونچھ کر کہنے لگی بیٹے! تو اس بےعزتی کی جگہ میں
مت رہ جہاں روز روز طعنے ملتے رہتے ہیں۔ جا بیٹے! ایشور کی گود
تلاش کر وہ اناتھوں کا ناتھ۔ دین دکھیوں کا باپ ہے۔ وہ چھوٹے
بچوں سے پریم کرتا ہے۔ اس لئے مہاراج! میں اس کو ڈھونڈھنے
نکلا ہوں اور اُسی کے گود میں رہ کر مجھ کو آنند ملیگا۔ اگر آپ جانتے
ہو تو پتہ بتا دو۔

بھولا بھالا بالک۔ بھولی بھولی باتیں۔ نارد کی آنکھ سے پریم کے آنسو
بہہ نکلے۔ پرماتما! ایسی طفلانہ سادگی ایسا سچا اور سرل وشواس تو
ہم کو بھی عطا کر۔

لڑکا دگیا سو تھا۔ سچا تھا۔ ادھکاری تھا۔ سادھو ادھکاری کو پاکر
خاموش نہیں رہتے۔

گوڑھ رہو۔ تتو نہ سادھ دورا وھین
آرت ادھکاری جب پاؤ ھین

لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہوئے اُس
کو جنگل میں لائے اُس کو تعلیم دی اور حقیقت کے راز سے واقف کر دیا

تھوڑے ہی دنوں میں یہہ لڑکا ریاضت کرکے پورا تپسوی بنا صاحب کمال۔ عالی ہمت۔ یہاں تک کہ راجہ اُتان پاد معہ اپنی استریوں کے اُس سے معافی مانگنے آیا۔ اور تاج و تخت کا وارث کر دیا۔ اس لڑکے کا نام تواریخی دُنیا میں دھروو ہے۔ جس کی دائمی نیکنامی کا اٹل اور منور ستارہ آج تک چمک رہا ہے۔ یہہ نارد کے اُپدیش کا اثر تھا۔

نارد کی بات اثر سے کبھی خالی نہیں جاتی تھی۔ کیونکہ سچی کمائی والے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ہماچل نامی راجہ کے گھر گئے۔ وہ اپنی کمسن لڑکی پاروتی کو ساتھ لئے ہوئے چرنوں میں گرا۔ پاروتی بھولی بھالی کنیا تھی۔ ہماچل نے پوچھا "پاروتی کے لایق کوئی ور آپ کو نظر آیا ہے؟" انہوں نے لڑکی کو بغور دیکھا کہنے لگے "یہہ شیوجی کے ساتھ بیاہنے کے قابل ہے"۔ نارد چلے گئے ہماچل بھی ان کی بات کو بھول گیا۔ مگر پاروتی نے اپنے دل کے خزانہ میں قیمتی جوہر کی طرح اُس کو مقفل کر لیا اور اُسی وقت سے شیو کے ساتھ شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ تپ کرنے لگیں۔ ماں باپ رشی منی سب نے سمجھایا۔ شیو کا خیال چھوڑ دو مگر اُس باکمال لڑکی نے اِن سب کو جو جواب دیا ہے وہ ہر سالک اور ہر طریقت پر چلنے والے کے لئے زبردست و موثر سبق ہے۔ وہ کہتی ہے۔

جنم کوٹی لگ رگر ہماری۔ بروں شنبھو نہیں رہوں کماری
تجوں نہ نارد کر اُپدیشو۔ آپ کہیں ست بار مہیشو ۔۔۔ سوتا
اب میں جنم سنبھو ہت ہارا۔ کو گن دوش ہیں کرے وچارا
نارد بچن نہ میں پرہرؤں۔ بسو بھون ۵۲ اجرٹے نہیں ڈروں ۔۔۔ گھر

گوروکے بچن پریت نہیں جے ہی سپنے سوگم نہ سُکھ سدھی تے ہی

ترجمہ۔ کروڑوں جنم تک میں اسی عہد پر قایم رہونگی۔ یا تو شیو کے ساتھ شادی ہوگی یا کنواری رہونگی۔ میں کبھی نارد کے اپدیش کو ترک نہیں کرونگی۔ اگر شیو جی آپ ہزار بار آکر منع کریں تب بھی باز نہ آؤں گی۔ میں نے اپنا جنم شیو کے لئے مخصوص کر دیا۔ مجھ کو اُن کے عیب و ہنر کے دیکھنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ نارد کے بچن کو کبھی یاد سے نہ بھلاؤنگی چاہے مکان آباد ہو یا اُجڑ جائے۔ جس کو گورو کے بچن میں پریت نہیں ہے۔ اُس کو خواب میں بھی سکھ اور کامیابی نصیب نہیں ہوتی "۔

کیا کہنا ہے! کیسی زبردست راسخ الاعتقادی ہے۔ یہہ نارد کے تعلیم کا کمال تھا۔

نارد جی کے شاگردوں کی تعداد ساٹھ ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ بُدھ دھرم کے شاندار زمانہ میں ایک ایک خانقاہ میں ستائیس ستائیس ہزار بھکشو رہتے تھے۔ تو ہم کو اس کثیر تعداد پر تعجب کرنے کی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ان میں دُھرو وغیرہ کی طرح بہت سے راجے مہاراجے بھی تھے +

اُپدیش کا ڈھنگ بھی نرالا تھا۔ ذکر ہے چترگپت جی کے پتروں کو کسی وجہ سے افسوس تھا۔ نارد جی وہاں پہنچے۔ کہنے لگے "تم کو کیوں رنج ہے۔ اگر کوئی چیز چھن گئی چھن جانے دو۔ اس سنسار میں سب کچھ پرکرتی کا سامان ہے۔ یہہ ہمیشہ ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔ بدلنا ہی دوسرے لفظوں میں موت کا نام ہے۔ اور جب موت کا لمحہ لمحہ مقابلہ رہتا ہے۔

تو پھر فکر کس کی اور کیسی؟ تم پہلے لڑکے تھے اب جوان ہو لڑکے کی حالت سے گذر کر جوانی میں آنا - لڑکپن کی موت ہے - کیونکہ اب وہ جسم نہیں رہا دوسرا جسم تم کو ملا ہے جسم کے پرمانو بدل گئے - جب بڑھاپا آویگا - جوانی کا جسم بھی جاتا رہے گا - دیکھو - اسی جنم میں تم کتنی دفعہ بدلے - موت بھی چولا بدلنے کا ہی نام ہے اگر کوئی مر گیا تو کیا غم ہے - پیدا ہونے والے کے لئے مرنا لازمی امر ہے کیا تم بتا سکتے ہو کہ کوئی پیدا شدہ آدمی اب تک زندہ ہے - جب پرکرتی کے پرمانو اکٹھا ہو گئے -

ایک شکل بن گئی - نام روپ کا سلسلہ شروع ہوا جب پرمانو بکھر گئے - نام روپ بھی جاتے رہے جب تک تم بدلنے والی پرکرتی پر نگاہ رکھو گے تب تک بھرم اور بھرانتی رہے گی - آتما کی طرف نگاہ رکھو - فوراً شانتی نصیب ہوگی "

نارد کی نسبت یہہ بھی مشہور ہے کہ وہ بڑے صاحب مذاق تھے - مسخرہ پن کی عادت اُن میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور کون جانے اسی مسخرے پن نے اُن کی سچائی کو بدنام کیا ہو -

نارد جی صاحب تصانیف بھی ہیں - اُن کی متعدد کتابوں کا پورانوں میں ذکر آتا ہے - مگر اب وہ دستیاب نہیں ہوتیں - سب سے زیادہ مشہور تصنیف نارد بھگتی سوتر ہے - اس میں گیان کے متعلق تذکرہ ہے - دوسری بھگتی سوتر ہے جو اب بھی شوق سے پڑھی جاتی ہے - ان کے سوا نارد سمرتی بھی ایک کتاب ہے - اور کہا گیا ہے - علم جغرافیہ - علم موسیقی - علم صنعت وغیرہ باکمال ہونے کی وجہ سے ان پر انہوں نے متعدد رسالے لکھے تھے - مگر اُن کا اب کہیں پتہ بھی نہیں ہے - نارد کے نام پر ایک پوران

بھی لکھا گیا ہے جو نارد پوران کہلاتا ہے +
کہتے ہیں۔ ویاس کو جو ویدانت کا علم نصیب ہوا ہے وہ بھی نارد کا دیا ہوا تھا۔ چاہے جو کچھ ہو اس نام کی شہرت کا کافی ثبوت ہے کہ نارد دنیا میں زبردست فردیت اور شخصیت کے بزرگ گذرے ہیں اور جب تک ایک ہندو بچہ بھی دنیا میں زندہ ہے۔ ان کا نام اسی طرح عزت کے ساتھ گایا جائے گا۔

زندگی جاوید یافت ہر کہ نکونام زیست

ویر وکرمادیتہ

فلاطون حکیم اپنے ریپبلک نامی کتاب میں اس طرح لکھتا ہے: "جب تک فلاسفر بادشاہ نہ ہوں جب تک اس دنیا کے تاجدار حکمرانوں میں فلاسفی کی روح اور طاقت۔ پولیٹکل عظمت اور دانشمندی کے ساتھ ساتھ ملی جلی نہ ہوں تب تک نہ تو شہروں سے خرابیاں دور ہونگی۔ نہ انسانی نسل کی اصلاح ہو سکنگی اور مجھ کو یقین ہے کہ اس وقت تک نہ سلطنت میں زندگی آنے گی اور نہ اس کو روشنی نصیب ہوگی" اتنا ہی نہیں۔ بلکہ آگے چل کر وہی حکیم اس طرح کہتا ہے "سچی بات تو یہ ہے جس سلطنت کے حکمران حکومت کی ہوس نہیں رکھتے اس کا انتظام اعلےٰ ہوتا ہے اور وہاں نہایت امن و امان کے ساتھ حکومت کیجاتی ہے۔ اور جن سلطنتوں کے حکمران حکومت کرنے کے شایق اور حریص رہتے ہیں۔ وہ سب سے بدتر ثابت ہوتی ہیں"

یہ ایک ایسے دانشمند کا قول ہے جس کے نام کی دُنیا اب تک عزت کرتی ہے اور اس میں شک بھی نہیں ہے کہ اُس کا خیال بہت کچھ صحیح ہے۔ اس آریہ ورت کی تواریخ میں ایک ایسا زمانہ گذرا ہے جب یہاں کے راجے مہاراجے راج کاج کے کام کو محض اپنا دھرم سمجھ کر کرتے تھے۔ اُن کو یہہ ہوس نہیں رہتی تھی کہ ہم راجہ بنائے جائیں بلکہ اصلیت کو سمجھتے ہوئے وہ سلطنت کی نازک ذمہ واریوں کے بار صرف دھرم اور فرض کی وجہ سے اختیار کرتے تھے۔ اس قسم کی نظیریں یہاں ایک دو نہیں بلکہ بیشمار ہیں۔ اور جب جب اس خیال کے حکمران تخت پر بیٹھے ہیں۔ ملک ہر طرح سے آباد اور اُن کی رعیت شاد تھی۔ سب سے بہتر نظیر شری رامچندر جی کی ہے۔ اُن کو مطلق راج یا سلطنت کا خیال نہیں تھا جس وقت یہ معلوم ہوا کہ راج اُن کے چھوٹے بھائی بھرت کو ملنے والا ہے۔ وہ بہ خندہ پیشانی جنگل کی طرف راہی ہوئے۔ واپسی پر جب بھرت نے راج نذر کیا اُسی بے پروائی سے انہوں نے اس کو قبول کیا۔ ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں: "بھرت! میں سلطنت اپنے خیال سے نہیں کرتا ہوں بلکہ تمہارے خیال سے اور تمہارے لئے میں نے ۔ ۔ ۔ ۔ اس بوجھ کو اپنے ذمہ لیا ہے" اور رامائن کا قابل تعظیم مورخ کہتا ہے کہ "رام کی حکومت آئیڈیل حکومت تھی۔ رام اپنی پرجا کے باپ تھے چھوٹے چھوٹے بچے تک اُن کو اسی نظر سے دیکھتے تھے۔ رعیت کی خوشحالی کی یہہ کیفیت تھی کہ رام کے عہد میں نہ کبھی قحط کے مصائب واقع ہوئے نہ دبا آئی۔ نہ کسی غنیم کو حملہ کرنے کی جرأت ہوئی۔ ملک ہر طرح سے باامن اور خوش تھا۔ کہنے والے تو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ اُن کے زمانہ میں باپ و ماں کی زندگی میں کبھی نوجوان آدمی نہیں مرے۔ ملک بیماریوں سے بالکل محفوظ تھا۔ اِس

میں کلام نہیں۔ ان میں کچھ نہ کچھ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ مگر مبالغہ بھی وہاں ہی استعمال کیا جاتا ہے جہاں کچھ سچائی رہتی ہے۔ رام راج دراصل آئیڈیل راج تھا۔ اور اس کا سبب اس کے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے۔ کہ رام نرپتے۔ فلاسفی کی روح اور فلاسفی کی طاقت اُن میں تھی اور اُن کے عہد میں کوئی بھی ایسی بات نہیں ہوئی جو شکایت کے قابل ہوتی۔ راج سے زیادہ اُن کو دھرم کا پیار تھا۔ دھرم کے نام پر وہ سب کچھ نثار کرنے کو تیار رہتے تھے۔ یہاں تک کہ دھرم کے تعظیم میں انہوں نے اپنے آپ کو جان بوجھ کر مصیبت میں ڈال رکھا تھا۔ مگر دھرم پر حرف نہیں آنے دیا۔ اسی وجہ سے رام کو مریادا پرشوتم کہتے ہیں رام اگر راجا تھے تو ساتھ ہی فلاسفر اور روحانی معلّم بھی تھے۔ اور جب جب اس ملک میں اس قسم کے فرمانروا ہوئے آریہ ورت سورگ دھام بن گیا تھا۔

رام لاثانی تھے۔ مگر اس ملک میں اکثر تاجدار ایسے بھی ہوئے ہیں جو اُن کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی تعداد کثیر ہے۔ دو ہزار برس ہوئے۔ اسی قسم کا ایک حکمران جس نے اپنے عہد میں رام راج کی خوبیوں کی یاد دھانی کرنی چاہی تھی۔ مہاراجہ ویر وکرمادتیہ تھا۔ جو اجین نگری (مالوہ دیش) کا راجہ ہوا ہے۔

ویر وکرمادتیہ کے باپ کا نام گندھرب سین تھا۔ جو پرماربنش سے تھا۔ یہ پرماربنش کون تھا اس کا بھی کچھ حال بتا دینا ضروری ہے۔ جب اس ملک میں دھرم کی ہانی ہونے لگے اور دھرم حمایت کا سامان برباد ہو گیا۔ اس وقت کے رشی آبو پربت پر گئے۔ آپس میں بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے اور وہاں ہی نئے قسم کے اگنی کل کشتری پیدا کرنے کی تدبیر نکالی پر طرح

چوہان - سولنکھی - پرہار - یہ سب اگنی کل کشتری تھے - ان کا تعلق قدیم کشتریوں سے نہیں ہے جو اُس وقت بالکل تباہی کی حالت میں آ گئے تھے - اِن نئے سنسکار کئے ہوئے کشتریوں میں غضب کا جوش و حوصلہ تھا - اور یہ اپنے زمانہ میں دھرم کی رکھشا کے بہترین اوزار ثابت ہوئے - وکرمادتیہ کا باپ اسی اگنی کل بنس کے پرمار خاندان کا کشتری تھا - وکرم کے کئی بھائی تھے - اُن میں سے بھرتری ہری سب سے بڑا تھا جب گندھرب سین مرگیا - بھرتری ہری تخت پر بیٹھا - بھرتری اپنے وقت کا بڑا پنڈت ہوا ہے - اسکی کتاب بھرتری ہری شتک اُس کی علمیت کی زبردست یادگار اب بھی بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہے - اس نے وکرمادتیہ کو اپنا مشیر بنایا وکرمادتیہ کی تعلیم بہت اچھی ہوئی تھی - خود بھرتری ہری نے اُس کو پڑھایا لکھایا تھا - اس کے بعد چندر آچاریہ نامی گورو نے اُس کی تعلیم کو مکمل کیا - وید - ویدانگ - اُپانگ وغیرہ سب سے اُس کو اچھی طرح واقفیت تھی - سنسکرت بہت اچھی جانتا تھا - شجاعت و ہمت میں سب اُس کا لوہا مانتے تھے - راج نیتی کی سمجھ اتنی اچھی کہ بھرتری بغیر اُس کی رائے کے کچھ کام نہیں کرتا تھا - شہسواری کرنے اور ہتھیار چلانے میں کمال تھا - ان سب باتوں کے سوا اُس کی بہت بڑی تعریف یہ تھی کہ جب کبھی کسی کو مصیبت میں دیکھتا جان جوکھم میں پڑکر مدد کرتا تھا - اُس کی اس وصف نے اس کے لئے "دو دکھ بھنجن" کا خطاب حاصل کرلیا تھا - اور وہ اسی نام سے اُجین میں یاد کیا جاتا تھا - بھرتری اُس کو دل سے پیار کرتا تھا - راج کاج کے کام میں ہر جگہ اس کا ہاتھ رہتا تھا - کوئی مُد ایسی نہیں تھی جس پر وکرمادتیہ

کی نظر نہ رہتی ہو۔ ملک میں جتنے بدمعاش اور بدچلن لوگ تھے۔ اس کا نام سن کر ڈرتے تھے۔ بھرتری کے عہد کا وہ زمانہ جس کی وزارت کے فرائض وکرم کے ہاتھ میں سپرد تھے۔ بہت بڑا اور شاندار وقت سمجھا جاتا ہے۔ مگر افسوس! اس کی مدت تھوڑی تھی اور بھرتری کو زیادہ دنوں تک اس طرح کا راج کاج کرنا نصیب نہیں ہوا۔

بھرتری ہری باوجودیکہ بہت بڑا پنڈت اور عالم تھا۔ مگر پنگلا نامی رانی کی محبت میں بری طرح پھنسا تھا۔ اکثر باوصف وصاحب کمال آدمیوں میں ایک آدھ عیب دیکھے جاتے ہیں۔ پنگلا بہت حسین تھی۔ مگر دل کی ناپاک تھی۔ ایک دن وکرم کی نظر اس کی بدی پر پڑ گئی۔ راجکمار نے چاہا کہ حکمت عملی کے ساتھ برتاؤ کیا جائے تاکہ راجہ کی بدنامی نہ ہو۔ مگر پنگلا اس سے خوف کھاتی تھی۔ اس لئے اس نے بھرتری ہری کے کان بھرنے شروع کئے۔ کچھ دنوں تو بھرتری ہری نے اس کی بات نہیں سنی آخر جب بارہا شکایت کی گئی۔ راجہ نے چھوٹے بھائی کو بلایا۔ اور کہنے لگا "وکرم! تو راج نیتی خوب جانتا ہے۔ میں ہمیشہ تیری رائے سے راج کرتا ہوں۔ آج ایک معاملہ پیش آیا ہے۔ تو اس میں اپنی صلاح سے میری مدد کر" وکرمادتیہ کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ سمجھ گیا کہ راجہ کیا کہنے والا ہے۔ کیونکہ آدمی دوراندیش تھا۔ تاہم دل کو ضبط کرکے پوچھا:۔ "مہاراج! حکم کریں میں جو کچھ جانتا ہوں یا سمجھتا ہوں۔ ویسا کہونگا" بھرتری ہری نے کہا "اگر کسی راجہ کا چھوٹا بھائی نیتی مارگ کے برخلاف کام کرے اور اس کے چال چلن سے پرجا کے اخلاق

بگڑنے اور بدنامی پھیلنے کا خوف ہو تو کیا کام کرنا چاہیئے۔" وکرم ادتیہ
نے ہاتھ باندھ کر کہا "مہاراج! ایسے شخص کو یا تو جان سے ہلاک
کرنا چاہیئے۔ یا جلا وطن کر دینا چاہیئے۔ لیکن انصاف چاہتا ہے
کہ تا وقتیکہ معقول طور پر تحقیقات نہ کر لی جائے۔ ایسے کام میں
جلدی کرنا راج نیتی کے برخلاف ہے۔" بھرتری نے جواب دیا
"وکرم! تیری بابت مجھ کو مختلف رپوٹیں ملی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جو
فیصلہ تو نے ابھی اپنی زبان سے دیا ہے اُسی کے موافق تیرے
ساتھ برتاؤ کیا جائے" وکرم بولا "میں بالکل بے قصور ہوں
ایسا نہ ہو کہ آخر میں آپ کو افسوس کرنا پڑے۔ کیونکہ گو ناموافق
حالتوں میں سچائی مغلوب ہو جاتی ہے۔ مگر وقت کا ہاتھ اُس کو پھر
تقویت دیکر اُٹھا دیتا ہے اور تب سچ جھوٹ معلوم ہو جاتا ہے
اے راجہ! آپ بُدھی مان ہو۔ سوچ سمجھ کر کام کرو۔ میں اپنی نسبت
کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ مجھ کو صرف اتنا خیال ہے کہ ایسا نہ ہو آپ کو
اپنے لئے پرپچھتانا پڑے۔" بھرتری کا مزاج بگڑ گیا تھا۔ عورت کی
باتوں کا جادو اپنا اثر کر گیا تھا۔ وہ غصہ کے لہجہ میں کہنے لگا۔
"وکرم! تو جھوٹا ہے۔ اپنی جھوٹی باتوں سے میرے کانوں کو ناپاک
نہ کر۔ تو اس ملک کو چھوڑ جا۔ یہی تیری سزا ہے۔ تجھ کو جان سے
مارنا منظور نہیں ہے۔" وکرمادتیہ نے پھر دوبارہ زبان کھولی۔
"مہاراج کی جے ہو۔ آپ کا حکم سر و آنکھوں پر! میں جاتا ہوں۔
آپ کے راج اور رعیت کی شانتی کے لئے دُعا کرتا رہوں گا
مگر ایک مرتبہ پھر آپ سے کہہ جاتا ہوں۔ اس فیصلہ کے لئے آپ

دکھی ہوں گے۔ اس وقت وکرم کو تلاش کرینگے۔ مگر وکرم آپ کو نہ ملیگا
اے راجن! اس سنسار میں غلط فہمی کی وجہ سے بڑے بڑے ظلم ہوتے
رہتے ہیں۔ یہہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ آپ مجھ کو بغیر سمجھے بوجھے
ملزم اور مجرم قرار دیتے ہیں۔ یہہ قسمت کی خوبی ہے۔ کرم کی گتی پربل ہے
اس کے سواء اور کیا کہوں۔ آپ کی جے ہو۔"

یہہ کہہ کر وکرم نے اُسی وقت بلا یا رو مدو گار جنگل کا راستہ لیا اور
پھر بہت عرصہ تک کسی کو اُس کے حالات سے واقفیت نہیں ہوئی۔
وکرم کے چلے جانے سے شہر میں اُداسی چھاگئی فوج کے لوگ بددل ہوگئے
وزیروں کے دل میں طرح طرح کے ناقص خیالات گذرنے لگے۔ کیونکہ وکرم در
اصل نہایت عالی دماغ مشیر تھا۔

وکرم کے چلے جانے کے بعد بھرتری ہری کا جو حال ہوا۔ وہ کیا بیان
کیا جائے۔ جس عورت نے بھائی کو بھائی سے جدا کیا تھا۔ وہ شوہر کے بھی
وفاداری سے پیش نہیں آئی۔ وکرم نے پیشینگوئی کی تھی کہ کسی وقت اصلیت
پردہ پھاڑ کر باہر نکل آئیگی اور ایسا ہی ہوا۔ ایک دن بھرتری ہری دُکھ درد کے
بوجھ سے لدا ہوا۔ محل سے باہر نکلا۔ اس کی زبان پر یہہ لفظ تھے:-

अहो! स्त्रीणां चित्त
चरित्रं के नापि विज्ञायते

ترجمہ - افسوس! ستری کے چت کے چرتر کو کوئی بھی نہیں
جان سکتا۔

وکرم کی معصومیت کو یاد کرتا ہوا۔ اور اپنی نادانی اور حماقت پر افسوس
کا ہاتھ ملتا ہوا بھرتری شہر سے باہر آیا۔ وزیروں نے دریافت کیا۔

"مہاراج! کیا حال ہے؟" اُس نے جواب دیا۔

न वैराग्यात्परं भाग्यं न बोधाद परः सखा
न हरेर्परस्त्राता न संसारात्परो रिपुः

ترجمہ۔ ویراگ سے بہتر اور کوئی خوش نصیبی نہیں ہے۔ گیان سے بہتر کوئی ساتھی نہیں ہے۔ ہری بھگوان کے سوا اور کوئی کسی کا مددگار نہیں۔ اور سنسار سے بڑھ کر کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے" یہہ کہتا ہوا بھرتری ہری جنگل کی طرف چلا گیا۔ اور مختلف مقامات میں رہ کر اپنی باقی عمر یادِ الہٰی میں بسر کی +

وکرم کے چلے جانے سے یوں ہی اُجین نگری بے رونق ہو گئی تھی اور اب جب کہ بھرتری بھی نہیں رہا تھا۔ اُس کے امن و امان میں بھی فرق آ گیا۔ بیتال نامی ایک شخص نے سب پر غالب آ کر اس شہر پر اپنے رسوخ کا سکہ جما لیا۔ اس کے چند روز کی حکومت میں اُجین کا جو حال ہوا وہ ناگفتہ بہہ ہے۔ وزیروں نے وکرمادتیہ کی تلاش میں جا بجا آدمی روانہ کئے۔ یہہ کسی جگہ بیٹھا ہوا تپسیا کر رہا تھا۔ قاصد نے شہر کا حال سُنا کر کہا "مہاراج! اُجین کی حالت سخت ابتر ہو رہی ہے۔ وزیر آپ کو یاد کرتے ہیں"۔ اُس نے پوچھا "بھرتری ہری کیا ہوا؟" آدمی نے سارا حال شروع سے آخر تک کہہ سُنایا۔ وکرم کے دل میں راج کی ہوس نہیں تھی نہ اُسے حکومت اور اختیار کا شوق تھا۔ مگر حالت دوسرے طرح کی تھی۔ بھرتری ہری کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ نہ گندھرب سین کی اور کوئی اولاد ایسی تھی جو حکمرانی کر سکتی۔ مجبوراً اس نے اپنی تپسیا چھوڑی۔ اُجین نگری بے چراغ تھی۔ اُس کی صورت ایک ایسی بیوہ سے مشابہہ تھی جس کا شوہر حال میں دنیا سے کوچ

کرگیا ہو۔ وکرما دتیہ شہر میں آنے کو تو آگیا۔ مگر اُس نے دیکھا کہ ہر جگہ بیتال کا انتظام ہوشیاری کے ساتھ ہے۔ کیا مجال کہ کوئی دم تو مار سکے۔ وکرما دتیہ موقع کا منتظر رہا۔ ایک دن وہ اُسی طرح بیتال کے پاس جا پہونچا جس طرح کرشن جراسندھ کے محل میں داخل ہوئے تھے۔ اور اُس سے پوچھا۔ "بیتال! کیا تو اپنی طاقت کے متعلق کچھ مجھ سے کہہ سکتا ہے؟" اس نے کہا "میں ترکال ورشی ہوں"۔ اس نے پھر پوچھا "کیا تجھ میں یہہ طاقت ہے کہ تو میری عمر دو سال بڑھا سکے یا گھٹا سکے" اُس نے جواب دیا "نہیں"۔ تب وکرم نے کہا "آ۔ جا۔ میرے ساتھ کشتی کر"۔ بیتال نے کہا "معلوم ہو گیا۔ تو وکرما دتیہ ہے۔ یہہ راج تیرا ہے۔ جا چین سے راج کر۔ کوئی تیرے عقل و طاقت کا آدمی اس وقت دُنیا میں نہیں ہے"

وکرما دتیہ نے کہا "میں چاہتا ہوں تو ہمیشہ میرا اصلاح کار و مشیر بنا رہے کیونکہ تجھ میں انتظامی معاملات کی سمجھ بوجھ بہت اچھی ہے"۔ بیتال نے منظور کیا وکرم اُس کو ساتھ لئے ہوئے شاہی محل میں داخل ہوا۔ اور اُسی وقت اُس کی واپسی کی خوشی میں نوبت بجنے لگی۔ جب شہر کے رہنے والوں نے سُنا کہ شاہزادہ وکرما دتیہ راج کے ادھکاری کی حیثیت میں واپس آیا ہے۔ ان کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہی اور سب لوگ جشن منانے لگے۔ واپسی کے چند روز بعد بڑی دھوم دھام کے ساتھ اُس کے راج تلک کا رسم ادا کیا گیا۔

جب اُجین میں ہر طرح سے تسلط ہو گیا۔ وکرم نے اپنی توجہ سلطنت کی توسیع کی طرف رجوع کیا اور اُڑیسہ۔ بنگال۔ کچھ۔ گجرات وغیرہ کو فتح کرکے اپنی عملداری میں ملا لیا۔ مگر اُن کے راجہ کو کسی طرح کا دُکھ نہیں دیا

اور نہ شاہی خاندان کو برباد کیا۔ صرف اُن کو اپنا ماتحت رکھا۔ اس کے
بعد اُس نے شکا دتیہ نامی دِلّی کے راجہ پر چڑھائی کی وہ مغلوب ہُوا۔
مگر وکرمادتیہ نے اپنا پایہ تخت دِلّی کو نہیں بنایا۔ اُجین نگری ہی راجدھانی
بنی رہی۔ یہہ واقعہ سنہ عیسوی سے چھپن برس پہلے کا ہے اور اُسی سال
سے اس نے اپنا سمت بھی جاری کیا جو اب تک ہندوستان کے
قریب قریب کل حصّوں میں رائج ہے۔ وکرمادتیہ کے زمانہ میں آریہ
ورت دنیا کی زبردست سلطنتوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

وکرمادتیہ کے اقبالمند ہونے میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔ راج
کاج کے سوا اس کا بہت وقت پرمارتھ کے کام میں صرف ہوتا تھا
دربار میں ہر طرح کے عالم فاضل پنڈت اکٹھا رہتے تھے۔ علم و ہُنر کا ایسا
قدردان تھا کہ ہر ملک کے آدمی اس کے دربار میں آیا کرتے تھے صنعت
و تجارت کو بہت کچھ فروغ دیا تھا۔ بہت سی کتابیں سنسکرت کی اس کے
عہد میں تصنیف ہوئیں۔ یہانتک کہ وکرم کے زمانہ کے ایسے لایق فایق
آدمی اور کسی میں نہیں سُنے گئے۔ جیوتر و دیا بھرن۔ نامی کتاب میں لکھا ہے
کہ ویر وکرمادتیہ کے راج سبھا میں آٹھ سو منڈلیک راجے سولہہ خوش
تقریر و فصیح بولنے والے پنڈت۔ دس جیوتشی چھ وید۔ اور سولہہ ویدوں
کے عالم رہا کرتے تھے۔ اس کے عالموں کی فہرست میں نو آدمی نہایت
قابل گنے جاتے ہیں۔ یہہ وکرمادتیہ کی سبھا کے نورتن بھی کہلاتے ہیں اِن
کے نام یہہ ہیں۔ دھنونتری۔ شپنک۔ امرسنگھ۔ شنکو۔ بیتال بھٹ۔ گھٹ کھرپر
کالیداس۔ وراہ مہر۔ اور۔ وررُچی۔ دھنونتری وید تھا۔ امرسنگھ اعلےٰ درجہ
کا زبردست انشا پرداز جس کی مشہور لغت کی ترتیب آج تک کسی کو

نہیں سوجھی۔اور وہ اپنی طرز میں اب بھی لاثانی ہے۔امر سنگھ جینی تھا کہتے ہیں جب سوامی شنکر آچاریہ جینیوں کی کتابیں دریا بُرد کرنے چلے تو ان کی فہرست میں امرکوش۔امر سنگھ کی سنسکرت نعت بھی تھی۔پنڈتوں نے اُن کی ضد کو دیکھ کر کہا۔اگر امرکوش کو غرق کرنا ہے۔تو ساری سنسکرت ہی کو کیوں نہ غرق کر دو یہہ سنکر شنکر آچاریہ رُک گئے۔اور وہ کتاب اب بھی بڑے قدر کی نگاہ سے پڑھی و دیکھی جاتی ہے۔انگریزی میں اُسی کے طرز کی ایک تھسارس اب بنی ہے مگر چہ نسبت خاک را با عالم پاک" وہ امرکوش کی گرد کو بھی نہیں پہونچی۔ دراہ مہر جوتشی تھا۔کالیداس شاعر تھا جس کی شکنتلا ناٹک اب تک دنیا کو متحیر کرتی ہے۔سنسکرت بھاشا کا اور کوئی بھی نہیں ہے اور یہہ سچ بھی ہے۔مغربی عُلما بھی اس کو ہندوستان کا شیکسپیر کہتے ہیں غرضیکہ اس مبارک عہد نے بہت سے آدمی ایسے لاثانی پیدا کئے جو اپنے آپ ہی نظیر ہیں +

کہتے ہیں اُس کے پاس مُلک مال بہت تھا۔فوج اتنی تھی کہ اٹھارہ یوجن میں خیمہ زن ہوتی تھی۔تین کروڑ پیدل۔دس کروڑ سوار چونتیس ہزار ۳ سو ہاتھی سوار۔اور چار لاکھ ملاح تھے۔یہہ ظاہرا مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔لیکن اگر اس سے یہہ نتیجہ اخذ کر لیا جائے کہ اُس کی رعایا میں سے سب کو فوجی آئین کی تعلیم دی جاتی تھی۔تو اس قدر مبالغہ بھی نہیں معلوم ہوگا۔تاہم یہہ بیان لفظ بہ لفظ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس کے پاس بہت فوج تھی اس نے ۵۹ شک سرداروں کو مغلوب کیا تھا۔اور اس وجہ سے اپنا فخریہ نام شکاری رکھ چھوڑا تھا +

ویدوں کا پنڈت تھا۔شاستروں کی قدر کرتا تھا۔جا بجا تمام ملک میں

لڑکوں کی تعلیم کے لئے پاٹ شالے جاری کر رکھے تھے۔ کسی پراوسکے راج میں ظلم یا سختی نہیں ہونے پاتی تھی۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ میں پانی پیتے تھے۔ مقدمات کی سماعت کے لئے قابل نیاء دھیش مقرر تھے۔ آپ بھیس بدل کر اور شہروں شہروں میں جاکر رعیت کا حال پوچھتا رہتا تھا عامل اور شاہی ملازم ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو راجہ ویروکرمادتیہ بھیس بدلے ہوئے ان کے درمیان چھپا ہو اس لئے خوف کے مارے وہ سخت گیری یا ظلم نہیں کر سکتے تھے۔ غریب ولاوارث بچوں کے پالن پوشن کا ہر جگہ معقول انتظام تھا۔ سب دھرم پر چلتے تھے۔ اُس زمانہ کا شاہی مذہب شیو دھرم تھا۔ وکرمادتیہ شیو کی پوجا کیا کرتا تھا۔ اور اپنے خیال کا اس قدر معتقد تھا کہ اس نے جابجا شیو کے مندر بنوائے تھے اجین کا عالیشان مہاکال کا مندر اُسی کا بنوایا ہوا تھا۔ بنارس کے لوگ اب تک کہتے ہیں کہ وشوناتھ جی کا موجودہ مندر وکرمادتیہ کا بنوایا ہے۔ حالانکہ اُس کی عمارت اُس کے برخلاف شہادت دیتی ہے۔ وہ مندر اس قدر پورانا نہیں معلوم ہوتا۔

راجہ حد درجہ کا جفاکش تھا۔ جب کبھی بھیس بدل کر نکلتا مہینوں مصیبتیں اٹھاکر بذات خاص رعیت کی حاجت براری کرتا رہتا تھا۔ اس کی زندگی میں ایسے موقع ہزارہا آئے تھے جب اُس نے غریبوں کی وہ خدمتیں انجام دی تھیں جن کے سننے ہی سے آج کل کے آدمی تعجب کریں گے جب راجہ ایسا ہو تو پھر رعیت کا اخلاق کیوں نہ درست ہو۔ سب ایک دوسرے کے ہمدرد تھے۔ وکرم کو انسانی ہمدردی کے خیال سے متاثر دیکھ کر عامہ رعایا بھی اُسی کے نقش قدم پر چلنے لگ گئی تھی۔ وہ دراصل انسانی ہمدردی کے راہ پر چلتے تھے۔ اُن کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اس

لئے وہ وقت اس ملک کی تواریخ بہت مبارک زمانہ تھا +

راجہ کے مزاج میں حد درجہ کی انکساری بھی تھی۔ راجاؤں کا راجہ ہوتے ہوئے بھی وہ چٹائی پر سوتا تھا جس پر چادر تک بچھائی نہیں جاتی تھی۔ اور خود ہی شپرا ندی سے اپنے لئے پانی بھر لایا کرتا تھا۔ اگر اس تپ اور ریاضت کا آدمی ساری دنیا کو بھی فتح کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے +

وکرما دتیہ کے عظمت کی شہرت صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ اس وقت کی تمام شائستہ دنیا اس پرتاپی بادشاہ کے نام سے واقف تھی جہاں اس نے ایشیا کے مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے پاس ایلچی بھیجے تھے۔ اس کا ایک سفیر روم کے اگسٹس سیزر (اول) نامی بادشاہ کے دربار میں بھی رہا کرتا تھا۔ یورپ کے رہنے والے رومی اس کے نام سے ناواقف نہیں تھے۔ یہہ سفارت تجارتی معاملات کے متعلق تھی جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ وکرما دتیہ کو کس قدر ملکی معاملات سے دلچسپی تھی۔ وکرما دتیہ کے زمانہ میں کس طرح یوروپ کا تعلق تھا۔ نوشتہ جات سے پتہ نہیں لگتا۔ اور اس لئے کسی قسم کی رائے خود قایم کرنا غلطی ہوگی +

یہ آریہ ورت کا آخری مہاراجہ تھا۔ جو قدیم آریہ راجاؤں کے قدم بہ قدم چلنے والا تھا۔ یہہ اعلےٰ درجہ کا فلاسفر بھی ہوا ہے۔ اور اس لئے اس کی سلطنت کا شاندار ہونا ممکنات سے ہے۔ اور اس لئے افلاطون حکیم کے اس قول سے جو اس بیان کے پہلے سطروں میں آیا ہے۔ ایک نرالی سچائی کی جھلک نظر آتی ہے +

مادھو آچاریہ

ہندؤں میں مذہب کے متعلق آج کل تین قسم کے خیال کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ ایشور جیو اور پرکرتی تین چیزوں سے سرشٹی ہوتی ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں صرف ایک ہے۔ تیسرے کے خیال میں سرشٹی کا اصلی سبب ایک تو ہے۔ مگر اس کے تین پہلو ہیں۔ ہری چت۔ اور چیت یہہ تین رُوپ وشوماتر برمہہ ہیں۔ یہہ تینوں ویدانتی ہیں کیونکہ اس وقت ہندوستان کا اصلی مذہب ہی ویدانت ہے۔ ویدانت میں ہر قسم کے خیالات کی گنجایش ہے۔ وہ ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اور اس لئے باوجود ان فروعی اختلافات کے یہہ تینوں فرقے ویدانتی کہلاتے ہیں۔ ان میں سے پہلا دویت واد کہلاتا ہے۔ جو ایشور اور جیو کا بھید مانتا ہے۔ اور اُن کو الگ الگ سمجھتا ہے۔ اس مذہب کے بانی مادھو آچاریہ جی ہیں۔ جن کا مختصر حال ہم آج سنانا چاہتے ہیں۔ دوسرا ادویت واد ہے جس کے آچاریہ سوامی شنکر آچاریہ ہیں۔ یہہ جیو اور برمہہ میں بھید نہیں مانتے۔ تیسرا وششٹ ادویت ہے۔ یہہ کہتا ہے۔ برمہہ تو ایک ضرور ہے مگر نام روپ وغیرہ تین لحاظ سے وہ بھید والا مانا جاسکتا ہے اس مت کے اچاریہ سوامی رامانج آچاریہ ہیں ؛ ان میں سے مادھو آچاریہ کا حال ہم سب سے پہلے آپ کو سناتے ہیں ؛

مادھو۔ آچاریہ سمت ۱۱۷۳ شاکے ہیں۔ اوڈپی یا تلوو ایں پیدا ہوئے تھے۔ صورت و شکل کے جسم اور مضبوط تھے۔ اس لئے عقیدتمند۔ ہنود۔ ان

کو بھیم۔ ہنومان اور وایو کا اوتار مانتے ہیں۔ قوم کے برہمن تھے۔ وید اور شاستروں کے عالم متبحر تھے۔ سمجھ بوجھ بھی بہت اچھی تھی۔ علمی قابلیت میں یکتا سمجھے جاتے تھے۔ یہہ دو بھائی تھے۔ ان کے بھائی کا نام سائینا چاریہ ہے جو ویدوں کے ٹیکا کار سمجھے جاتے ہیں۔ یہہ شائینا چاریہ اپنی زبردست علمی قابلیت کی وجہ سے ہری ہر۔ کم۔ اور بکا رائے تین راجاؤں کے یکے بعد دیگرے منتری اور اُپدیشک تھے۔ مادھو آچاریہ شنکر مت کے سنیاسی ہوگئے تھے۔ ان کا سنیاس کا نام آنند تیرتھ تھا۔ انہوں نے بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اور گو شنکر کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔ مگر آخر میں ایک علیحدہ مذہب یا مت کے موجد ہوئے ؛

مادھو آچاریہ کے باپ کا نام مدھیگے بھٹ تھا۔ اور ان کی تعلیم ویشنو میں ہوئی تھی۔ گو یہہ اصلیت میں شنکر کے شاگردوں میں سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر جس طرح اور سمپر دایوں کے ہندو اپنے آچاریہ کو سب سے زیادہ بزرگ بنا دیا کرتے ہیں ان کو اچیوت پرچ کا شاگرد مانا گیا ہے جو سنک برہما کے پُتر کے اولاد ہیں۔ نو برس کی عمر میں انہوں نے گیتا پر بھاشیہ لکھی جس کو اس زمانہ کے علما نے بہت پسند کیا اور یہہ شمالی ہندوستان میں رواج دینے کے لئے اس کو ہمالیہ تک لائے۔ یہاں سے واپس جانے پر تین مٹھ قایم کئے جو اب تک اُڈی پی۔ مدھیہ تال۔ اور سوبرہمنیہ میں موجود ہیں۔

کہتے ہیں دوارکا سے ایک جہاز گوپی چندن سے لدا ہوا ساحل ملابار میں پہونچا۔ اور تلودا کے بندر پر آکر تباہ ہوگیا۔ مادھو آچاریہ کے معتقد شاگردوں کا وشواس ہے کہ ان کو الہام ہوا کہ گوپی چندن کے درمیان کرشن کی مورتی

دھنسی ہوئی ہے۔ یہہ صبح ہی اُٹھ کر اُس کی تلاش میں نکلے اور جہاز کو برآمد کر کے مورتی کو مٹی سے نکال لیا۔ اور اُس کی تعظیم میں اُڈی پی میں ایک مندر بنوایا۔ جو اس مت کا گوردوارا سمجھا جاتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد وہ جابجا شاستر ارتھ کرنے کی غرض سے دورہ پر نکلے اور اپنی جادو بیانی سے اُس زمانہ کے شنکر آچاریہ پر بھی فتح پائی۔ بحث مباحثہ کا یہہ سلسلہ اُناسی برس کی عمر تک جاری رہا۔ بعد کو یہہ بدریک آشرم میں چلے آئے اور یہاں ہی اپنے شریر کو تیاگ دیا۔

بدریک آشرم جانے سے پہلے انہوں نے آٹھ مختلف مندر تعمیر کرائے اور اُن کے انتظام کا کام آٹھ سنیاسی براہمنوں کے ہاتھ سپرد کیا جو گوداوری کے اُس طرف کے رہنے والے تھے۔ یہہ سب اب تک موجود ہیں۔ اور ان سنیاسیوں کے جانشینوں میں سے ہر ایک کو ڈھائی برس تک یکے بعد دیگرے اُڈیپی کے مندر کی مہنتی کرنی پڑتی ہے اور جو کوئی مہنت ہوتا ہے۔ وہی اُس وقت اس کے خرچ کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ خرچ بالعموم زیادہ ہوتا ہے۔ مگر یہہ سنیاسی پہلے ہی سے جابجا دورہ کر کے اپنے شاگردوں سے کافی طور پر وصول کر لیتے ہیں۔

یہ آٹھوں مٹھ تلو دیس میں ہیں۔ مادھوآچاریہ نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا تھا کہ گھاٹ کے دونوں کنارے متعدد اور مختلف مٹھ قایم کئے جائیں۔

اس مت کے لوگ ویشنو کہلاتے ہیں۔ اور رام و کرشن کی مورتی کو پوجتے ہیں اور اپنے فرقہ کو برہمہ سمپردا کہتے ہیں۔

ان کے عقائد کی مختصر صراحت یہہ ہے۔ "وشنو جو برہمانڈ کا سوامی

ہے۔ ویکنٹھ میں رہتا ہے۔ وہ صاحب جلال اور نورانی ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہتا ہے۔ پرکرتی اُس کی دائمی ملکیت اور جیو اُس کے دائمی بندے ہیں۔

جیو صرف اسی حیثیت میں وشنو سے تعلق رکھتے ہیں دائمی بادشاہ کے لئے دائمی رعیت اور دائمی سلطنت لازمی چیز ہے۔ پرکرتی رج ست اور تم کی مجموعی لطیف حالت کا نام ہے اور وہ وشنو کی مرضی سے طرح طرح کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جیو انادی ہیں۔ اُن کے کرم کی وجہ سے بھگوان اُن کو جزا و سزا دیتے رہتے ہیں۔ آتما اور پرماتما ایک نہیں ہیں۔ اور نہ کبھی ہو سکتے ہیں۔ پرماتما خود مختار اور آتما اس کے ماتحت ہے۔ دونوں الگ الگ ہیں موکش کی حالت میں بھی جیو پرماتما میں لین نہیں ہوتے۔ صرف اس کے مہا چیتن کے سامنے اپنی خوشی کو بھول جاتے ہیں۔ اور اس کا آنند پراپت کرتے ہیں۔ اور اپنی شخصیت کو نہیں جانتے۔

مادھو آچاریہ کے اصول اس زمانہ کے مذہبی ریفارمر سوامی دیانند سرسوتی کے عقائد کچھ ملتے جلتے ہیں۔ وہ بھی جیو اور پرکرتی کو علیحدہ علیحدہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور سوامی دیانند سرسوتی کی طرح مادھو آچاریہ بھی اسی کو ویدک اصول ثابت کرتے ہیں۔ مگر اور باتوں میں آریہ سماج اور اِس پرچم سمپردا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سوامی دیانندجی اوتاروں کو نہیں مانتے مگر مادھو آچاریہ تعلیم دیتا ہے کہ رام کرشن کی ایسی مقدس شخصیتیں جو وشنو کے اوتار ہیں۔ وقتاً فوقتاً دنیا میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے سمپردا کے لوگ پورانوں کے بھی قایل ہیں۔ سوامی دیانند اس کے بھی برخلاف ہیں۔

مادھو آچاریہ کے شاگردوں کو تین سنسکار کرنے کی ہدایت ہے۔

انکن۔ نام کرن۔ اور بھجن یعنی جسم پر وشنو کے آکار کا نشان بنانا۔ ویسے ہی نام رکھنا اور من وچن کرم سے شدھ رہنا۔ اور ایشور کی بھگتی کرنا لازمی شرائط ہیں۔ دس اخلاقی اصول جن کی پابندی پر زور دیا جاتا ہے یہ ہیں۔ سچ بولنا سچی صلاح ماننا۔ ملائمیت کے بات چیت کرنا۔ اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ دان دینا۔ رکشا کرنا حسد و بغض سے آزاد رہنا۔ ایشور پر وشواس رکھنا اور برہمچریہ کا سیون کرنا۔

پہلے چار اصول مبتدیوں کے لئے ہیں۔ باقی نو عام پیرو کاروں کے لئے ہیں۔ اور پورے دس سادھوؤں کے لئے ہیں +

مادھو آچاریہ کے فرقہ میں ایک بہت بڑی خوبی یہہ ہے کہ اس کو شیوؤں کے ساتھ اور ویشنوؤں کی طرح بغض و حسد نہیں ہے۔ بلکہ برعکس اُن کے وہ شیوؤں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ اس سے بھی صاف ثابت ہے۔ کہ مادھو آچاریہ کی ابتدائی تعلیم شیوؤں سے ہوئی ہے۔ اور انہوں نے اپنی سمپرداے کا چلا کر جس کو پورن پرگیہ بھی کہتے ہیں۔ رامانج اور شنکر کے شاگردوں کو ملانے کی کوشش کی ہے۔ یہہ شنکر کے دس نامی سادھوؤں کی بڑی عزت بھی کرتے ہیں ؛

ویشنوؤں میں تلک لگانے کا عام رواج ہے۔ مادھو آچاریہ کے شاگرد گوپی چندن کا تلک لگاتے ہیں۔ اور بیچ میں کالی ریکھا کی شری بناتے ہیں۔ اور روری کی بندی دے لیتے ہیں ؛

جب کوئی شخص مادھو آچاریہ کے فرقہ میں داخل ہو کر سنیاسی بنتا ہے تو اُس جنیو اور چوٹی رکھنے کی اجازت نہیں رہتی۔ ڈنڈیوں کی طرح اس کے ایک ہاتھ میں ایک ڈنڈا اور دوسرے میں کمنڈل رہتا ہے۔ جسم کی

برہنگی چھپانے کے لئے ایک لمبی دھوتی پہننے اور اوڑھنے کا حکم ہے جو گیروا رنگ کی ہوتی ہے۔ اس طرح کے سنیاسی لڑکپن میں بنائے جاتے ہیں۔ اِس لئے اُن کو عام ہنود سے کسی قسم کا سوشیل تعلق نہیں رہتا۔

مادھوآچاریہ کے مت میں چار طرح کی موکش مانی گئی ہے۔ ساروپ (وشنو کے روپ میں تبدیل ہوجانا) سالوک (وشنو کے لوک میں جگہ پانا) سنندھیہ (وشنو کی قربت حاصل کرنا) سارشٹی (وشنو کی طرح طاقت و اختیار نصیب ہونا)

مادھوآچاریہ خود بہت بڑے عالم اور سنسکرت وِدّیا کے پورے پنڈت تھے۔ ان کی تصانیف کے علاوہ اور جن کتابوں کو تقدیس کا رتبہ حاصل ہے وہ چار وید مہابھارت۔ پنچراتر۔ اور رامائن ہیں۔ یگیشور بھٹ نامی مصنف اپنی مشہور کتاب آریہ وِدّیا سُدھاکر میں لکھتا ہے۔ کہ مادھوآچاریہ نے بہت سی کتابوں پر شرحیں لکھی ہیں جن سے اُن کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے میمانسا شاستر کے متعلق نام والا وِستار گرنتھ زیادہ مشہور ہے جو کرم کانڈیوں کے بڑے مطلب کا ہے مگر ان کی سب سے زیادہ مستند اور کارآمد گرنتھ سرب درشن سنگرہ ہے جس میں سوا ویدانت کے باقی اور پندرہ درشنوں کا مختصر مگر عالمانہ ریویو ہے کتاب کی ترتیب بالکل ویدانت کے اصول کے موافق رکھی گئی ہے اور گو ذاتی طور پر ہم کو اُن کی بہت سی باتوں سے اختلاف ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں بودھوں وغیرہ کے عقائد کے متعلق صرف کہی سُنی باتوں پر اعتراض جما دیئے گئے ہیں۔ تاہم مجموعی حیثیت میں یہ کتاب نہایت عالمانہ اور فلسفانہ پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ اور اپنی قسم کی ایک ہی ہے۔ سرب درشن سنگرہ

میں ویدانت کے شامل نہ کرنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اسی زمانہ میں "پنچدشی" نامی ویدانت کی اعلےٰ درجہ کی کتاب ودیارنیہ سوامی نے لکھی تھی۔ بعض لوگوں کو یہاں تک کہنے کی جرات ہے کہ ودیارنیہ بھی مادھو آچاریہ کا دوسرا نام تھا۔ ایشور جانے اس میں کہاں تک صحت ہے۔ کیونکہ سرب درشن سنگرہ اور پنچدشی کی زبان ایک سی نہیں معلوم ہوتی۔ ان کے سواء مادھو آچاریہ نے کرشن یجر وید پر بھی ایک بھاشیہ لکھی ہے۔ جسکو ابتک بھی لوگ شوق سے پڑھتے ہیں۔ "مادھو ویدارتھ پرکاش"۔ "مادھو ورتی" "مادھو ندان" "کال مادھو" "اچار مادھو" بھی انکی تصانیف ہیں ؛

سنہ ۱۳۳۱ء میں مادھو آچاریہ جی نے سرنگری مٹھ کے مہنت مقرر ہوئے جس کی بنیاد خود سوامی شنکر آچاریہ جی نے رکھی تھی اور جو میسور کے علاقہ میں ہے۔ یہہ مدت العمر تک یہاں رہ کر دھرم کی سکشا دیتے رہے۔ بعد کو جابجا وعظ تلقین کرتے ہوئے۔ آخر عمر میں ہمالیہ پربت میں جاکر مقیم ہوئے اور وہاں ہی شریر کا تیاگ کیا ؛

عقاید کے لحاظ سے چاہے اختلافات کیوں نہ ہوں مگر اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ یہہ اعلےٰ درجہ کا باکمال بزرگ ہندوستان کے معزز معلمین میں سے نہیں ہے۔ آج ان کو دنیا سے کوچ کئے ہوئے پانچ سو برس سے زیادہ ہو گئے مگر اب تک ان کا نام ملک کے ہر حصہ میں عزت سے لیا جاتا ہے اور مدارس میں بالخصوص ان کے سمپردا میں لاکھوں آدمی شریک ہیں ؛

رامانج آچاریہ

رامانج آچاریہ ویدانت کے دوسرے آچاریہ ہیں جو شنکر آچاریہ کے
بعد اور مادھو آچاریہ کے پہلے گذرے ہیں۔ ان کا پکش وسشٹ ادویت
ہے اور یہہ بھی اپنے خیال اور اپنے اصول کے بہت بڑے قابل پرچارک
تھے۔ رامانج کے حالات اور واقعات جنوبی ہندوستان کے مدراس پریسیڈنسی
میں بچہ بچہ تک کو معلوم ہے۔ بھارگو اُپ پران نامی گرنتھ میں اُن کے
متعلق بہت سے کرامات وغیرہ لکھے ہیں۔ اور اُن کو شیش کا اوتار بتایا گیا
ہے۔ "دویہ چرتر" نامی کتاب میں مرقوم ہے۔ کہ وہ سری کیشو آچاریہ کے
لڑکے تھے اور اُن کی ماں کا نام کانتی متی تھا۔ ان کی پیدائش شالباہن سمت
کی گیارہویں صدی میں بتائی جاتی ہے۔ اُن کی پیدائش کی جگہ بھوت پوری
سمندر کے کنارے واقعہ ہے جو دوراسمدر کا علاقہ تھا اور جہاں بیٹا بردھن
نامی راجہ راج کرتا تھا۔ سمت ۱۱۲۷ میں یہہ یادو پرکاش نامی پنڈت کے پاس ودیا
پڑھنے کو گئے۔ اور کچھ عرصہ تک اُس کے پاس رہ کر وید۔ شاستر اور پوران
وغیرہ میں کافی استعداد حاصل کر لی۔ شاستروں کی سمجھ نرالی تھی۔ بال کی کھال
نکالنے میں عقل رسا تھی اُس وقت سوامی شنکر آچاریہ کے مت کا زور تھا۔
سب ادویت واد کے والدادہ ہو رہے تھے۔ وشنو سوامی کے سمپردا میں
جس کی ابتدا اشٹ کوپ سے ہوئی تھی۔ کچھ تھوڑی تھوڑی جان نظر آتی
تھی۔ رامانج کو اُس کے عقاید پسند آئے۔ وہ اُن میں شریک ہوئے اور اُن
کے اصول کے عین الیقین کرنے کے لئے شری پیمبو موتور نامی گانوں میں

ایک اِملی کے درخت کے تلے بیٹھ کر ایشور کی اُپاسنا کرنے لگے اس کے بعد اپنے مذہبی عقاید کے اِشاعت کا خیال پیدا ہُوا۔ اور وید۔ اُپ نشد وغیرہ کا سہارا لے کر ایشور بھگتی کی تعلیم کرنے لگے۔ انداز سے یہہ پایا جاتا ہے۔ کہ رامانج سے پہلے کسی کو وشنو سوامی سمپردا میں کشش نہیں رہی ہوگی کیونکہ شٹ کوپ رذیل قوم میں سے تھا۔ رامانج نے اس میں شریک ہوکر ایک خاص قسم کی روح پھونک دی۔ اور وسشٹ ادویت مارگ کی بنیاد ڈالی۔ اور اپنی مت کا نام شری سمپردا رکھا۔ اس مذہب کے پیرو کار نیائے درشن کو اپنا مکھیہ درشن سمجھتے ہیں۔ باقی اوروں کو گَون خیال کرتے ہیں رامانج آچاریہ کو سوامی شنکر آچاریہ کے عقائد کے ساتھ سخت اختلافات تھے۔ اور اس لئے وہ اس کی تردید بڑے زور شور کے ساتھ کرنے لگے بمقابلہ ادویت واد کے وسشٹ ادویت کا سمجھنا آسان ہے۔ اس کے سوا ادویت مت والوں میں۔ برمہہ میں اگیان کا ہونا ایک ایسا مسلہ آگیا ہے جس کو نہ تو سمجھانے والے سمجھا سکتے ہیں۔ اور نہ سمجھ والے سمجھ سکتے ہیں۔ برمہہ اور اگیان دونوں متضاد باتیں ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی یہہ بھی کہا جاتا ہے کہ برمہہ گیان سروپ ہے۔ رامانج نے بڑی لیاقت سے اِس غلطی کا فائدہ اُٹھایا۔ اور شنکر کے بہت سے شاگردوں کو اپنی طرف رجوع کر لیا۔ مگر عام براہمن رجوع کم ہوئے۔ تاہم اس معلوم میں غضب کا استقلال تھا۔ وہ اپنی ہمت سے برابر کام لیتے رہے۔ اور دل کی ساری کوشش صرف مذہبی اشاعت کی طرف لگا دی ہ

اُس وقت اتفاق سے شری رنگ میں ویشنوں اور شیووں کے درمیان سخت تنازعے ہو پڑے۔ یہاں تک کہ لڑائی کی نوبت آگئی۔

کریکال چولا نامی وہاں کا راجہ تھا۔ یہہ شیو مذہب کا معتقد تھا۔ اِس نے اپنے
راج کے تمام براہمنوں کو اس بات پر مجبور کیا۔ کہ وہ شیو کی بابت تمام دیوتاؤں
سے بڑے ہونے کا فتوے دیں۔ جو براہمن زیادہ سرکش تھے۔ اُس نے
اُن کو رشوت اور جاگیر دیکر اپنی طرف کر لیا۔ مگر رامانج اُس کے جال میں نہیں
پھنسے۔ راجہ نے بہت کوشش کی مگر یہہ اس کے ہاتھ نہیں لگے اور
اپنے شاگردوں کی مدد لے کر حکمت عملی سے کسی طرف بھاگ نکلے۔ اور
ساحل مالا بار ہوتے ہوئے میسور میں داخل ہوئے۔ جہاں ایک جینی راجہ
وِٹل دیو ولال رائے راج کرتا تھا۔ اس کی لڑکی سخت بیمار رہا کرتی تھی۔
روائتیں کہتی ہیں اُس پر آسیب کا خلل تھا۔ رامانج کے طبی صلاح و مشورہ
سے اس کو شفا ہو گئی۔ راجہ بہت خوش ہوا۔ اور اُس نے رامانج کی ترغیب
سے جین دھرم کو چھوڑ کر وشنو دھرم اختیار کر لیا۔ اور اُس وقت سے
اُس کا نام وشنو وردھن رکھا گیا۔ رامانج کئی سال میسور میں رہے اور اُس
کے باشندوں کو وشنو مذہب کی تلقین کرتے رہے۔ رامانج نے وہاں
ایک عالیشان مندر کی بنیاد ڈالی۔ اور اس میں کرشن کی مورتی ستھاپن کی
یہہ مندر یادوگری پر ہے۔ اور میل کوٹے کے نام سے مشہور ہے۔ اس
مندر میں رامانج بارہ برس تک رہے۔ جب ان کا دشمن چولا راجہ مر گیا۔
وہ شری رنگ کو واپس آئے اور دریاء راوی کے کنارے باقی عمر یاد الہی
میں بسر کی ؀

رامانج کی زندگی ہی میں شاگردوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی ان کی چار
گدیاں یا خانقاہیں ہیں۔ ایک تاویر میں ہے۔ اس کا نام تِنگل ہے دوسری
گلتا نامی گکانوں میں ہے جس کا نام اتی گل ہے۔ تیسرا اہوبالی مٹھ جس کا نام

پڑگل ہے۔ چوتھا یوا سا ہیں ہے۔ بڑگل اور اتی گل کے مہنتوں میں کچھ باہمی اختلافات ہیں۔ اور اب بھی وہ اصولی اختلافات چلے آتے ہیں ٭

سدھانت۔ رامانج یا شری سمپردا کے خاص سدھانت یہہ ہیں برمہہ ادویت ضرور ہے۔ مگر کیول نہیں ہے۔ وسشٹ ہے۔ جڑ اور جیو یہہ دونوں اُس کے بھید ہیں۔ ان میں جو دیاپک ہے۔ اور جڑ و چیتن دونوں میں محیط ہے وہی ایشر ہے۔ اس طرح برمہہ کے تین پہلو ہیں۔ ہرتی۔ چیت اور اچیت یہہ تین روپ وشو ماتر ہے اور برمہہ مے۔ ہے اس لحاظ سے برمہہ ایک ہے۔ مگر جب اس کے تین انگوں پر نگاہ کی جاتی ہے۔ تو وہ ہمیشہ جدا ہے اَدویت وادمیں برمہہ گیان روپ بتایا گیا ہے اور یہہ جگت ماتر مایا روپ ٹھہرایا گیا ہے۔ مایا اگیان سے بھاسنی ہے۔ مگر یہہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب برمہہ گیان روپ ہے۔ تو اُس میں اگیان کہاں سے آگیا۔ یہہ برودھ مرت جاتا ہے۔ یدی وسشٹ روپ سے برمہہ کو دیکھا جائے پریشر پرش ہے۔ اور وہ گن والا ہے۔ مگر مکت ہے۔ جیو بھی گن والا ہے مگر یہہ مکت نہیں ہے جب مُکت ہو جاتا ہے۔ ایشور کے تُلیہ ہو جاتا ہے بھید کیول اتنا رہتا ہے کہ وہ جگت کو اُتپن نہیں کر سکتا۔ مکتی چار طرح کی مانی گئی ہے سالوک۔ سامیپ وغیرہ ایشور اوتار دھارن کرتا ہے۔ ان میں رام۔ کرشن وغیرہ ہیں۔ رام کا اوتار ان میں مکھیہ ہے۔ یہہ صرف رام کے اپاسک ہوتے ہیں۔ مگر کرشن کے برودھی بھی نہیں ہیں۔ ان کے یہاں پانچ طرح پر ایشور کی اُپاسنا کی جاتی ہے۔ ابھی گمن اُپادان۔ اِجیا۔ سوادھیا۔ اور یوگ۔ دیوستھان میں سنان مارجن کرانا مورتی کو نہلانا دُھلانا ابھی گمن ہے گندھ پُشپ آدی پوجا کی سامگری لانا اُپادان ہے۔ پوجا کرنا اِجیا ہے

منتر کا جاپ وشنو مت وغیرہ کی پستکوں کا پاٹھ کرنا سوادھیا ہے
انتریامی کا دھیان لگانا یوگ ہے۔" اوم رامائے نمہ۔ اوم شری مَتے
رامانجائے نمہ۔ اس مت کے پرم منتر سمجھے جاتے ہیں*

یہہ اِس مذہب کے خاص خاص سدھانت ہیں۔ اصلی مقصد ان کا ایشور بھگتی ہے۔ پرماتما کا نام نارائن بتاتے ہیں اور لکشمی کو اس کی استری ٹھہراتے ہیں۔ رام کرشن وغیرہ کی مورتی مندروں میں رکھ کر پوجتے ہیں۔ اس سمپردا کے سادھو جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو داسو سمیہ کہہ کر نمسکار کرتے ہیں۔ باقی لوگ ساشٹانگ ڈنڈوت کرتے ہیں۔ ماتھے پر تِلک لگانا ضروری ہے۔ تِلک گوپی چندن مٹی کا ہوتا ہے بیچ میں روری ہوتی ہے۔ بازؤں پر شنکھ۔ چکر۔ گدا۔ پدم کا نشان بناتے ہیں۔ بلکہ انہیں نشانوں کے چھاپے جو لوہے سے بنائے جاتے ہیں ان کو آگ میں گرم کر کے چیلا بناتے وقت بازو پر ان سے داغ دیتے ہیں گلے میں تلسی یا کنول کی مالا پہنتے ہیں اس مت کے آچاری کھانے پینے میں بہت صفائی رکھتے ہیں اور پردہ میں بیٹھ کر کھانا پکاتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے برتن بھانڈے تک صاف کرتے ہیں*

سمپردا۔ اس مت کا نام جیسا پہلے بتایا گیا وشنو سوامی سمپردا ہے۔ رامانج نے اس کو شری سمپردا کا خطاب دیا۔ اس سے بہت سے سمپردا نکلے۔ آنند سمپردا بھی اسی کی شاخ ہے۔ ولبھ آچاریہ کا مت بھی اسی سے نکلا ہے۔ رامانج کے کئی پشت کے بعد بنارس میں ایک سادھو رامانندجی گذرے ہیں۔ اس مت میں لاکھوں کی تعداد میں سادھو شریک ہوئے۔ اور اب بھی شمالی ہند کے بعض بعض صوبوں میں اس مت کے ویراگی بہ کثرت نظر آتے ہیں۔ سے پھر رامانند کے شاگردوں میں سے بہتوں نے الگ الگ پنتھ چلائے۔ کبیر صاحب انہیں رامانند کے شاگرد تھے سمت ۱۸۸۰ شاکے میں رامانج کے مت کا ایک

سادھو گلتا گدی کا پیرو کار چرنداس کہلاتا تھا۔ پھر راجپوتانہ میں آکر مقیم ہوا۔ اور راجپوتوں کو بہ کثرت اپنا شاگرد بنایا۔

مذہبی کتابیں۔ اس مذہب کی پاک کتابیں بہت ہیں رامانج آچاریہ چونکہ خود بہت بڑے پنڈت تھے انہوں نے ویاس سوتر۔ بھاشیہ لکھی تھی۔ دوسری کتابیں یہہ ہیں۔ گیتا بھاشیہ۔ نیاآمرت۔ ویدآنت پردیپ۔ ترک بھاشیہ۔ ویدارتھ سنگرہ۔ ویدانت توسار۔ شروت بھاشیہ۔ شت دوشنی۔ نار دپنچراتر ترشت دھیان۔ چیتر آروتی۔ وشنو پوجا۔ وشنو پربودھن۔ رنگناتھ ستوتر۔ وشنو سمسر نامہ۔ وغیرہ وغیرہ رامانج کے شاگرد وسشٹ ادویت بھاشیہ کو مستند سمجھتے ہیں۔ اور دھرم ستھنا نامی پستک کی بھی بڑی عزت کرتے ہیں رامانج نے بہت کتابیں لکھی ہیں جو اُن کے زبردست عالم ہونے کی دلیل ہے۔

پورانوں میں یہہ گرڑ۔ پدم۔ وارہ۔ اور بھاگوت کی سب سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں۔ دوسروں کو نہیں پڑھتے۔ ان کی دانست میں صرف یہہ پوران ساتوک ہیں۔ باقی تامسک ہیں۔ رامائن کو بھی شوق سے پڑھتے ہیں۔ اور شمالی ہندوستان کے ویشنو جو شری سمپردا سے تعلق رکھتے ہیں۔ گوسائیں تلسی داس جی کی رامائن کا بھی پاٹ کیا کرتے ہیں ٭

رامانج آچاریہ بہت بڑے آچاریہ ہوئے ہیں۔ اُن کو آج ۸۰۷ برس کے قریب اس دُنیا سے کوچ کئے ہوئے ہوگیا۔ مگر اب تک اِن کا نام سب کو یاد ہے اور سب اس مبارک نام کی تعظیم کرتے ہیں ٭

شری پدم پادآچاریہ

روحانیت کی منزل میں جب تک گوروشسیہ کا بیوہار نہیں برتا جاتا تب تک اصلی ترقی کی منزل پر پہونچنا بالکل غیر ممکن سمجھنا چاہیئے۔ دُنیا میں محض کتابوں کے پڑھ لینے سے کسی کو نہ آج تک روحانیت کا عطیہ نصیب ہوا اور نہ کبھی نصیب ہوگا۔ اگر کتابوں میں یہ طاقت ہوتی تو آج تمام دُنیا روحانی آدمیوں سے بھر جاتی۔ لیکن اصلیت یہ ہے۔ کہ علما کے گروہ میں ایک بھی ایسا انسان نظر نہیں آتا۔ جس میں روحانی اوصاف موجود ہوں مگر جب کبھی کسی اصلی گورو کا دنیا میں ظہور ہوا ہے تو اُس کی بدولت ایک دو نہیں بلکہ ہزارہا کی تعداد میں روحانی انسان پیدا ہو جاتے ہیں۔ بجھے ہوئے چراغ سے دوسرے چراغ نہیں جلائے جاتے زندہ اور روشن چراغ ہی دوسرے چراغوں کو جلا سکتا ہے۔ ایسے زندہ چراغوں سے جو لوگ براہ راست حقانیت اور روحانیت کے نور کو رعایت لیتے ہیں۔ اُن کو شسیہ۔ سیوک۔ چیلا۔ اور دھرم پُتر کہتے ہیں۔ سیوک اور شسیہ بننا آسان کام نہیں ہے۔ یہہ بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ جس میں حد درجہ کی ایثار نفسی۔ حد درجہ کی نفس کُشی اور حد درجہ کا تپ ہوتا ہے۔ اُسی کو یہہ رُتبہ نصیب ہوتا ہے کبیر صاحب فرماتے ہیں:۔

کبیر ایسا کوئی نا ملا ۔ شبد گورو کا میت
تن من سونپے مرگ جیوں ۔ سُننے بدھک کا گیت

ترجمہ:۔ اے کبیر ایسا کوئی شخص نہیں ملا جو شبد گورو میت بنتا اور ہرن کی طرح اپنے تن من کو سونپ کر بھیدی کے گیت کو سُنتا۔

سیوک سیوا میں رہے۔ سیوک کہیئے سوئے
کہیں کبیر سیوا بنا ۔ سیوک کبھی نہ کوئے

ترجمہ۔ جو سیوا کرتا ہے وہی سیوک ہے۔ سیوک کا دھرم ہے کہ سیوا میں رہے۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ بغیر سیوا کے کبھی کوئی سیوک نہیں ہوتا۔

سیوک سیوا میں رہے۔ انت کہوں نہیں جائے
دُکھ سُکھ سر اوپر سہے۔ کہیں کبیر سمجھائے

ترجمہ۔ سیوک ہمیشہ سیوا میں لگا رہے۔ دوسری جگہ نہ چلا جائے اپنے اوپر دُکھ اور سُکھ کو سہے۔ کبیر صاحب اس طرح سمجھا کر کہتے ہیں۔

سیوک سوامی ایک مت۔ جو مت میں مت مل جائے
چتورائی ریجھیں نہیں ۔ ریجھیں من کے بھائے

ترجمہ۔ سیوک اور سوامی اگر مت میں مت مل جائے تو ایک مت کے ہو جاتے ہیں۔ چالاکی سے گورو نہیں ریجھتے۔ بلکہ من کے پریم کو دیکھ کر ریجھتے ہیں۔

گورو اور شِشیہ کا روحانی سمبندھ اِس قسم کا مضمون ہے جس کو ہر شخص کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ روحانیت کے طریق میں جس کو گورو کے کلام میں حد درجہ کا یقین ہوتا ہے۔

صرف وہی شخص اپنے گورو کے ذات میں محویت کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ باقی اور سب خالی رہتے ہیں۔ چیلا اس طرح کا ہو۔ کہ اس میں اپنا آپا نام کو بھی نہ رہے۔ گورو کا رنگ سر سے پانوں تک چڑھ جائے۔ تب تو وہ شاگرد ہے۔ ورنہ اس کو سیوک کہنا غلطی ہے ؂

کبیر نربندھن بندھ رہا۔ بندھ نربندھن ہوئے
کرم کرے کرتا نہیں۔ داس کہاوے سوئے

ترجمہ۔ آزادی میں بندھا ہوا۔ تعلقات کے زنجیر سے جکڑے جانے پر بھی آزاد ہے۔ کام کرتا ہے۔ لیکن فاعل نہیں ہے ایسے شخص کو داس کہتے ہیں۔

یہ رضا اور تسلیم کا درجہ ہے۔ اور یہ صرف سچے سیوک کے حصہ میں آتا ہے۔

جہاں کہیں روحانیت کی تعلیم ہوگی۔ وہاں اسی قسم کی ایثار نفسی کے جذبات نظر آویں گے۔ مولانا روم صاحب کا کلام ہے۔

پیر انگزیں کہ بے پیر ایں سفر ۔ ہست بس پُر آفت وخوف وخطر
گر سفر داری بدیں رایت برو۔ ور خنضر باشی ازیں غافل مشو
سایۂ شاہاں طلب اینم شتاب ۔ تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب
ہیچ نکشد نفس را جز ظلّ پیر ۔ دامن آن نفس کش را سخت گیر
چوں بگیری سخت آن توفیق ہست ۔ در تو ہر قوت کہ آید جذب اوست

ترجمہ (۱) گورو کو اختیار کر کیونکہ بغیر گورو کے اس منزل میں ہزاروں آفتیں اور خطرات ملیں گے (۲) گر سفر کرنا ہے تو اسی جھنڈے کے

تلے چل ۔اگر خضر بھی ہو تو بھول کر بھی اس سے غافل مت بن۔
۳۔اسی وقت گوروؤں کے سایہ عاطفت کی تلاش کرتا کہ اُن کے سایہ کو پاکر تو آفتاب سے بہتر بن جاوے۔ ۴۔سواء گورو کے سایہ کے اور یہہ نفس دمن وشیطان) کسی طرح مغلوب نہ ہوگا اس لئے اُس نفس کش کے دامن کو مضبوطی سے پکڑلے۔ ۵۔جب ایشور مدد کریگا۔ تب گورو کا دامن تیرے ہاتھ آویگا۔ اور جو کچھ طاقتیں تجھ میں آویں گی وہ اُسی کے جذبات کی بدولت ہونگی۔

جس وقت چیلا اس طرح اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے۔ اُس وقت اُس میں خود بخود روحانیت کا نور چمکنے لگتا ہے۔

دنیا میں بہت سے چیلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ بغیر چیلا بنے ہوئے کوئی کبھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ آج ہم ایک چیلے کا ذکر آپ کو سناتے ہیں۔

اس سیوک کا نام ہندؤں کی مذہبی تواریخ میں **پدم آچاریہ** ہے۔ یہہ سوامی شنکر آچاریہ جی کا خاص پیارا شاگرد تھا۔ جو حیثیت کبیر صاحب کے شاگردوں میں دھرم داس کو حاصل تھی۔ جو رتبہ کہ بُدھ دیو کے چیلوں میں آنند کو تھا۔ وہی رتبہ پدم پاد آچاریہ کو شنکر آچاریہ مہاراج کے سیوکوں میں حاصل تھا۔ یہہ بزرگ بل نامی براہمن کا لڑکا تھا۔ اس کا گھر کاویری ندی کے کنارے چولا دیش میں تھا۔ لڑکپن میں وید۔ ویدانگ۔ اُپانگ سب کچھ پڑھ لیا تھا۔ مگر طبیعت کو قرار نہیں آیا۔ روح کو شانتی کی تلاش تھی۔ اور اسی تلاش میں وہ برسوں جنگل وبیاباں کی خاک چھانتا پھرا۔

عدم سے جانب ہستی تلاش یار میں آئے
ہوائے گل سے ہم وادیٔ پُرخار میں آئے

جن کا آتما حالت بیداری میں آنا چاہتا ہے اُن کی کچھ خاص قسم کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے دل کے جذبات کو خود نہیں سمجھتے مگر ہکا بکا بن کر اُس کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ کیا اندھیر کی بات ہے جس چیز کی سمجھ نہیں جس کا خیال نہیں۔ جس کو جانتے نہیں۔ اسی کے سودا میں رات دن غلطان و پیچان رہتے ہیں۔ اس دیوانگی کا کہیں ٹھکانا ہے! مگر بات ایسی ہے۔ جن پر یہہ حالت گذری کچھ وہی اس کو جانتے ہیں" جا کے پانوں نہ گئی بوائی۔ وہ کیا جانے پیر پرائی" اندر ہی اندر دل کریدتا رہتا ہے۔ بیچارہ نہ کسی سے کہہ سکتا ہے۔ کسی سے کہے کیا اُس کی سُنے کون! کس کو اُسکی سمجھ ہے!

پیا بن جیا ترست ہے۔ پل پل برہ ستائے
رین ودِس موہی کل نہیں سِسک سِسک دم جائے

ترجمہ۔ پیارے کے بغیر دل ترس رہا ہے۔ لمحہ لمحہ برہ ستاتا ہے۔ رات و دن مجھ کو ذرہ بھی چین نہیں آتا۔ سِسک سِسک کر دم نکلتا جاتا ہے۔

یہہ براہمن پتر جس کو ازل سے پریم و بھگتی کا حصہ عطا ہوُا تھا اسی طرح پریشان پھر رہا تھا۔ آخر ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ جب دل کی پریشانی بہت بڑھ گئی جمعیت کا سامان ہاتھ آگیا۔ آگ جب بھبک بھبک کر جل اُٹھی۔ اُسی کے دھوئیں اوپر جاکر بادل کی صورت میں برس گئے اور بے چینی کی آگ کو بجھا دیا۔

برہ جلنتی دیکھ کر۔ سائیں آئے دھائے
پریم بوند کو چھڑک کر۔ جلتی لئی بجھائے

ترجمہ۔ برہ کی آگ میں مجھ کو جلتا ہوُا دیکھ کر سائیں آپ دوڑ کر آگئے اور پریم کی بوندوں کو چھڑک کر جلتی ہوئی آگ کو بجھا دیا۔

دوران سفر میں سوامی شنکر آچاریہ کا درشن ہوگیا۔ پروانہ جو شمع معرفت کی تلاش میں دیوانہ بن رہا تھا۔ نور کو دیکھ کر پریم کے اصلی جذبات کے ساتھ اُس کے گرد طواف کرنے لگا۔ اور ہاتھ باندھ کر کہا "سوامن! اس سنسار ساگر میں ڈوب رہاں ہوں مجھ کو اپنی اپار دیا سے پار کیجئے۔ مجھ کو کہیں تشفی کی صورت نظر نہیں آتی۔ میرے گن اور ودش کو نہ دیکھئے۔ کرپا درشٹی کیجئے۔ اور میرے اُدھار کا راستہ نکالئے" شنکر سوامی نے اُس کی بھگتی دیکھی۔ دل میں بہت پرسن ہوئے اور اس کو سنیاس کی دیکھشا دی۔ اپنا چیلا بنایا۔ اس کا نام سنندن رکھا۔ اور چونکہ یہہ علوم منقولات ومعقولات میں صاحب کمال تھا۔ شنکر کے شاگردوں میں افضل سمجھا جانے لگا۔ گرو کی نشٹھا حد درجہ کی تھی۔ گورو کی خدمت اس محبت اور صدق دلی سے کرتا تھا کہ دیکھنے والے متحیر رہتے تھے ویراگ میں کمال تھا۔ کسی طرح کی خواہش نہیں۔ تھی۔ جب دیکھو۔ ہاتھ باندھے ہوئے خدمت میں حاضر! شنکر نے آواز دی اور یہہ اسی وقت موجود! غفلت نام کو بھی نہیں چھو گئی تھی۔ اس نے اس طرح سے گرو کی خدمت کی کہ شنکر آچاریہ اس کو دل سے پیار کرنے لگے مولوی کہتے ہیں:-

بندۂ یک مرد صاحبدل شوی۔ بہہ کہ بر فرق سر شاہاں روی
درمیان یان ایشاں خانہ گیر۔ بر فلک خانہ کن اے بدر منیر

ترجمہ - اگورو کا جو مرد صاحبدل ہیں سیوک بننا بادشاہوں کے بادشاہ ہونے سے بہتر ہے۔

۲- اِن کے دل کے گھر میں پہلے اپنی جگہ کرلے۔ پھر اے روشن چاند یا تو آسمان کو اپنا گھر بنا۔

مثل ہے "کرو سیوا کھاؤ میوا" اس نے خدمت سے شنکر آچاریہ کے دل میں جگہ پالی۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ اُس کے روحانی جذبات اوپر کی طرف اُبھرنے لگے۔

اس شخص کی بھگتی دیکھ شنکر نے اس کا امتحان کرنا چاہا۔ جب یہہ مقدس کاشی کے اطراف میں علم وحدانیت، کی اشاعت کر رہے تھے یہہ بھی ساتھ ساتھ موجود تھا۔ اور شاگرد بھی ساتھ تھے ایک دن کا ذکر ہے۔ شنکر آچاریہ گنگا کے دوسرے کنارے پر کھڑے تھے۔ دریا طغیانی پر تھا۔ سوامی نے شاگردوں کو ہانک دی کہ "دھوتی دیجاؤ" اگر یہہ سب کے سب ڈر گئے۔ کس کو ہمت تھی کہ دریا پار جانے کا ارادہ کرے ایک ایک کر کے سب نے انکار کر دیا۔ آخر میں انہوں نے سنندن کو آواز دی۔ اس نے گورو کی دھوتی اپنے سر باندھ لیا اور بہ آواز بلند کہا "جس کو گورو کی سکشا سے بھوساگر پار کرنا ہے۔ کیا اُس کی آگیا سے میں گنگا پار نہیں جا سکتا؟ ضرور جا سکتا ہوں" یہہ کہہ کر وہ گنگا میں کود پڑا! قصہ تو یوں ہے۔ کہ گنگا جی نے اُس کے پاؤں کے تلے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کنول پیدا کر دیئے۔ جن پر وہ قدم رکھتا ہوا بہ آسانی گنگا کو پار کر گیا۔ اور دھوتی گورو کے حوالہ کی قصہ صحیح ہو یا غلط اس سے ہم کو سروکار نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہہ ہے کہ جس کو گورو کے

بچن میں پوری شردھا ہو وہ کیا نہیں کر سکتا۔ گورو کے بچن کی شردھا غیر ممکن کو ممکن کر دکھاتی ہے۔

گورو ملے تب جانیئے ۔ مٹے موہ تن تاپ۔
ہرش شوک بیاپے نہیں ۔ تب گور آپے آپ
گورو سمرتھ سر پہ کھڑے ۔ کاہ کمی تو ہی داس
ردّھ سدھ سیوا کرے ۔ مکتی نہ چھانڈے پاس
داس دُکھی تو میں دُکھی ۔ آدانت تیو کال
پلک ایک میں پرگٹ ہوئے ۔ چھن میں کروں نہال

گورو ماس اور ہڈی کو نہیں کہتے ۔ نہ یہہ جسم گورو ہے ۔ گورو نام روحانی معراج کا ہے۔ اس کا اصلی مطلب صرف وہ سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے روحانیت کے ایک آدھ منزل کو طے کر لیا ہے۔ جو گورو کو اس طرح سمجھ کر اس کا حکم مانتا ہے ۔ اُس کے لئے کچھ دُرلبھ نہیں ہے ۔ سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ایسا سیوک جب گورو کے سنمکھ ہوتا ہے۔ اُسی وقت اس کا کام بن جاتا ہے اور گورو کے بچن روپی تیر جب اُس کے کلیجے کو چھید دیتے ہیں۔ پھر اُس کا آواگون مٹ جاتا ہے۔

ست گورو سا نسچا سُوما ۔ نگھہ سیکھ مارا پور
باہر گھاؤ نہ دیسئی ۔ انتر چکنا چور

سننندن نے آکر گورو کے چرنوں پر سر جھکا دیا اور دھوتی حوالہ کی شنکر نے اپنے دھرم پُتر کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کے سر پر ایکبار دفعہ بھی گورو کا ہاتھ پھیر اگیا ہے۔
وہ دن کیسا ہوئیگا ۔ گورو ہمیں گہے بانہہ

اپنا کر بیٹھا دیں۔ چرن کمل کی چھانہ
اس دن شنکر نے خوش ہو کر اس کا نام پدم پاد رکھ دیا۔ اور وہ مابعد زندگی میں اسی نام سے مشہور ہوا۔
سوامی شنکر آچاریہ دِگ وجے کے لئے باہر نکلے۔ اس طرح کی تقریر اور تحریر تصوف کے لئے زہر قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ کیونکہ تصوف کا مضمون تقریر کا مضمون نہیں ہے۔ اس سے روحانیت نہیں پیدا ہوتی۔ مگر ہم نے اس وقت اُس کی تردید کے لئے قلم نہیں اُٹھایا۔ ممکن ہے پرماتما نے شنکر کو اسی کام کے لئے تیار کر کے بھیجا ہو۔ جب جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے مہاپرشوں کا ظہور ہوا کرتا ہے اس دگ وجے میں پدم پاد ہمیشہ گورو کے ساتھ رہا۔ اور اُن کے اُپدیش سے فائدہ اُٹھاتا رہا۔
شنکر آچاریہ۔ اکثر بہت سے متوں کا کھنڈن کرتے رہتے تھے۔ اور کپالک مت کی تو بہت بُری طرح دھول اڑائی تھی۔ ایک کپالک کو شنکر کی دلیل سُن کر تعجب ہوا۔ اس نے سمجھا۔ یہہ کوئی سِدھ پرش ہے اگر اِس کا سر ہاتھ جائے تو اس کی مدد سے فوراً سدھائی حاصل ہو سکیگی غالباً یہہ کپالکوں کا سدھانت بھی ہوگا۔ اُس نے ظاہرا شنکر کی شاگردی اختیار کر لی۔ اور موقع کا انتظار کرنے لگا۔ ایک دن جب سوامی شنکر آچاریہ سمادھی میں تھے۔ اور ایشور کے دھیان میں ان کو تن بدن کا ذرہ بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ خونخوار کپالک اُن کے قتل کے ارادہ سے ہاتھ میں ترسول لئے ہوئے سر پر آ پہونچا۔ قریب تھا کہ وہ اپنا کام کرے کہ پدم پاد جو ہمیشہ گورو کی حفاظت کیا کرتا تھا۔ موقع پر آ پہونچا۔ اور کپالک کی ٹانگوں کو پکڑ کر اس زور سے جکڑ دیا کہ وہ بیہوش ہو گیا اور پھر تلوار سے

اُس کے سر کو وہاں ہی پلٹ کر پھینک دیا۔ اور سوامی جی کی جان بچالی۔
پدم پاد سنسکرت کا بڑا پنڈت گذرا ہے۔ اُس نے گرو کے حکم سے سوتر بھاشیہ پر دو ٹیکائیں لکھی ہیں۔ اور ان کے وضاحت میں جو تیسرا گرنتھ رچا اُس کا نام "دِجے ڈِنڈم" ہے۔ یہہ کتابیں اُس نے گورو کے ارپن کی تھیں ؛

شنکر آچاریہ کے ساتھ برسوں تک رہنے کے بعد پھر اس کو دیش دیشانتروں کے دورہ کا حکم دیا گیا۔ اس نے بھی سوامی کی طرح جابجا ادویت واد کی اشاعت کی اور۔ اُس وقت کی مذہبی دُنیا میں بہت بڑا کام کیا۔ پھر وایشور میں اپنے ماموں کے گھر آیا۔ یہاں کچھ اور ہی گُل کھلا ہُوا تھا۔ اس کے ماموں نے پہلے لکھی ہوئی ٹیکا کو دویت واد کے موافق بنا رکھا تھا پدم پاد گھبرایا۔ پھر شنکر سوامی نے اس کی اصلاح کی۔

کپالک کی طرح ابھی نوگپت بھی شنکر کا جانی دشمن بن گیا۔ تھا۔ اُنہوں نے اس کے مت کا بھی بُری طرح کھنڈن کیا تھا۔ یہ بھی کپٹ بھاؤ سے کر۔ اور شاگرد بن کر مدت تک شنکر کے ساتھ رہا۔ اور اس طرح ربط ضبط بڑھا لیا۔ کہ کسی کو اُس کی طرف سے شک و شُبہ کی گنجایش باقی نہیں رہی اس نے موقع پاکر بارہا اُن کے کھانے پینے کے سامان میں زہریلی چیزیں ملادیں جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ اُن کو بھگندر کی بیماری ہو گئی۔ اگر پدم پاد توجہ کے ساتھ علاج نہ کرتا تو شاید ان کو شفا ہونی مشکل تھی۔ یہہ رات دن ساتھ رہ کر خدمت کرتا رہا۔ اور آخر گورو کو موت کے منہ سے چھُڑا لیا۔ سوامی رامانج کے مت میں جو کھانے پینے کے معاملہ میں اس قدر احتیاط رکھی جاتی ہے اُس کا سبب یہہ بھی ہے۔ کہ لوگ آچاریہ کے کھانے میں اکثر زہر ملا دیا

کرتے تھے ؞

شنکر پدم پاد کی بھگتی سے اتنے خوش تھے کہ اپنے جیتے جی کشمیر کے شاردا پیٹھ نامی مٹھ کے مہا ودیالے کا اُس کو مہنت مقرر کیا۔ اور اپنے خاص ہاتھ سے گدی پر بٹھایا۔ شنکر آچاریہ پدم پاد کو اپنا داہنا ہاتھ کہا کرتے تھے۔ اسی طرح جگناتھ پوری میں گوبردھن نامی مٹھ ستھاپن کر کے اس کا پہلا آچاریہ پدم پاد کو بنایا۔ اس بزرگ نے مرتے مرتے اپنے گورو کے مقصد کی تکمیل میں زبردست حصہ لیا۔ اور اپنے پیچھے سنسار میں کیرتی چھوڑ گیا ؞

مبارک ہیں وہ لوگ جو دھرم کی زندگی بسر کرتے ہیں ؞

کالی کملی والے بابا

باب پہلا

جو کام کہ دولت سے نہیں ہو سکتا　　جو کام کہ حشمت سے نہیں ہو سکتا
ہمت چاہے تو کر دکھائے اے مہر　　وہ کیا ہے جو ہمت سے نہیں ہو سکتا

ہمت کا بول بالا! سچ مچ ہمت والے انسان سب کچھ کر سکتے ہیں۔ دل میں مضبوط ارادہ کے قایم ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر جہاں قوت ارادی نے ہاتھ پاؤں سنبھالے مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام بھی آسان ہو جاتے ہیں۔ روپیہ والے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے

ہیں۔اُن سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ہمت والے انسان آسمان پر تھگلی لگا دیتے ہیں۔صاحب فوج صاحب ملک یوں ہی بیٹھے ہوئے مکھیاں مارتے ہیں مگر جس میں ہمت ہے۔جس کا دل یکسو ہے۔جس کا عزم بالجزم ہے وہ جو چاہے دم کے دم میں کر سکتا ہے۔دُنیا میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں دولتمند جا بجا پڑے ہیں۔اپنی حالت پر رو رہے ہیں اُن سے کچھ بھی کرتے دھرتے نہیں بنتا۔مگر ایک معمولی ذہانت اور معمولی حیثیت کا آدمی جہاں ہمت اور اولوالعزمی کے ساتھ کام کرنے لگا کرامات اور معجزہ کر دکھاتا ہے۔

بدھ کے پاس نہ دولت تھی نہ حشمت نہ روپیہ تھا نہ پیسہ تھا مگر اُس نے جیتے جی تمام دنیا کو فتح کر لیا۔اور بدنیّت سے بدنیت نکتہ چین کو موقع نہیں ملا کہ وہ اُس کے کام میں عیب جوئی کی اُنگلی اُٹھا سکے۔نہ کہیں خونریزی کی نوبت آئی۔نہ اُس کو اپنے خیال کی اشاعت دینے میں حکمت عملی سے کام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔نہ اُس نے اپنے مشن کی تقویت کے لئے کسی راجہ کا سہارا لیا۔نہ دولتمندوں کے نازو نخرے اُٹھائے۔اور محض اپنی قوت بازو سے دنیا کے تختہ کو پلٹ دیا۔ شنکراچاریہ جی بھی مفلس قلّاش تھے۔بارہ برس کی عمر سے لے کر تیس برس کی عمر تک محض خیالات کی اشاعت سے ہندو قوم کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اور اب بھی دنیا ان کے دماغ کی بلند پروازیوں کو دیکھ کر حیرت و استعجاب سے ان کے نام کے سنتے ہی سر تسلیم خم کرنے کو مجبور ہوتی ہے۔کبیر صاحب کون مال و ملک والے تھے۔مسلمانوں کے تعصب کے زمانہ میں ایک گمنام و حقیر جولاہے کے خاندان میں پیدا ہو کر اس طرح ہندو

دھرم کی حفاظت کی کہ بایدوشاید۔اُن کی زندگی ہی میں تصوف کی لہریں
کل ملک میں لہرانے لگیں اور اُن کی تعلیم کے سلسلہ میں ایسی شاندار شخصیتیں
پیدا ہوگئیں جنہوں نے عرصہ تک اُس کے جاری رکھنے کا اہتمام کیا۔
راجپوتانہ میں دادو صاحب۔ اودھ میں جگ جیون صاحب پنجاب میں
گورونانک صاحب بمبی کے اطراف میں کمال صاحب غرضیکہ ہر
جگہ اُن کے خیال کے واعظ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اب تک اس
میں غیر معمولی زندگی نظر آتی ہے ؀
ان مہاتماؤں کے پاس دنیا کا کون سا مادّی سامان تھا۔ مگر سب
کو اُن کا لوہا ماننا پڑا۔ ان سب کی قوت ارادی غضب کی تھی۔ وہ سیلاب
بن کر رواں ہوئی۔ اور سب کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ یہ ہمت والوں کے کام
ہیں۔ جن میں ہمت ہے۔ وہ سب کچھ کر لیتے ہیں۔ جن میں ہمت نہیں ہے
وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اِس لئے دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ سب
ہمت اور اولعزمی کا کرشمہ ہے۔

باب دوسرا

کالی کملی والے بابا بھی اسی قسم کے زندہ دل مہاتما تھے۔ جن کی ہمت
کی آج ایک دُنیا مداح ہے۔
یہ بزرگ پنجاب کے ضلع گوجرانوالہ میں کسی سکھ کے پیدا ہوئے
تھے۔ ماں باپ نے ان کا نام ودھاوا سنگھ رکھا۔ صورت شکل کے
گرانڈیل تھے۔ آنکھیں کچھ اس طرح کی بنی تھیں معلوم ہوتا تھا۔ گویا انسان
کے دل میں گھُس جانے کی طاقت رکھتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں لمبے لمبے

ہڈیاں موٹی موٹی تھیں۔ ابتداء عمر میں فارسی اور گورمکھی کی تعلیم پائی تھی۔ گورو نانک صاحب کے کلام بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ اور گورو صاحبان کے چرنوں میں خاص قسم کی شردھا تھی۔ جب سن بلوغ کو پہونچے۔ دنیا کے کاروبار میں لگا دیئے گئے۔ مگر دل میں کسی اور قسم کا خیال موجزن رہتا تھا۔ جو عملی جامہ پہننے کے لئے اندر ہی اندر کُرید رہا تھا۔ خویش و اقارب چاہتے تھے۔ کہ دُنیاوی زندگی میں نمود و شہرت جانشین کریں۔ مگر جن کے سپرد قدرت نے اور طرح کے خدمات کر رکھے ہیں۔ وہ کسی محدود حالت میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ آخر وقت آگیا۔ جب سردار دوہا وا سنگھ نے گھر بار کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا۔ اور عزیزوں سے منہ موڑ کر کسی اور دھن کے پیچھے لگ کھڑے ہوئے۔

دوران سفر میں اُن کو بہت سے ویدانتی سنیاسیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی صحبت راس رائی اور تصوف کے خیالات نے دل پر اپنا گہرا اثر جما یا۔

اب تو یہہ حالت ہو گئی کہ سردار صاحب کو اپنے نام اور روپ کے بندھن سے چھُٹکارا پانے کی تمنا پیدا ہوئی۔ مگر قدرت نے کسی خاص کام کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ اس لئے جب تک وہ فرض ادا نہ کیا جائے کیسے اس حالت کو واصل ہو سکتے تھے۔

آپ نے اپنا نام کالی کملی والے بابا رکھا اور ہندوؤں کے کثیر طبقہ میں اسی نام سے مشہور ہوئے۔ نام کو کھو دینا آسان بات نہیں ہے۔ یہہ جگت ہی نام و روپ سے بنا ہے۔ یہہ پرکرتی کے سامیہ اوستھا میں جب فرق آتا ہے۔ تب اس کے ذرات میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور

اس کی وجہ سے یہہ نئی نئی صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک صورت سورج کی ہے۔ دوسری چاند کی ہے۔ تیسری آدھی چوتھی درخت پانچویں سنگریزہ کی وعلے ہذالقیاس جب یہہ شکلیں بن جاتی ہیں۔ تب امتیاز کا درجہ قایم رکھنے کے لئے اُن کے علیحدہ علیحدہ نام ہو جاتے ہیں۔ یہہ نام وروپ ہی اصل میں جگت ہے۔ اس کے سوا اُس کی اور کوئی اصلیت نہیں ہے۔ اور جب اس نام وروپ کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ پرکرتی اپنی سامیہ اوستھا میں واپس چلی جاتی ہے اور پرلے ہو جاتی ہے۔ جو اس سرشٹی وپرلے کے راز کو اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں وہی موکش ہوتے ہیں۔ پھر ان کو نام وروپ کے بندھن نہیں ستاتے اور نہ اُن کا آواگون ہوتا ہے۔

کالی کملی والے بابا نے سب سے پہلے اسی کو وہکہ لگایا۔

مگر وہ دنیا میں گیانی ہوتے ہوئے بھی کرم یوگی کے اوصاف ساتھ لائے تھے۔ اس لئے جب اُن میں گیان پیدا ہوا انہوں نے بہتر سمجھا کہ اپنے تجربات معلومات کو اورادھکاری جیوُں کے حوالہ کر دیں اُن کے معتقدین کی تعداد کثیر تھی۔ بمبئی۔ راجپوتانہ۔ عدن۔ ہانگ کانگ۔ زنجبار وغیرہ تک کے ہندو سیٹھوں نے جو بڑے بڑے مہاجن تھے اُن سے خواہش ظاہر کی کہ جگت کی بھلائی کے خیال سے اپنے انبھو اور گیان کے ذخیرہ کو کتاب کی صورت میں شائع کریں چنانچہ آپ نے اُن سے مدد لیکر ایک ضخیم کتاب ہندی میں لکھی۔ جو "یکشیات رہت انبھو پرکاش" کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ نہایت ہی سہل عام فہم عبارت میں ہے بچوں تک کے بھی سمجھ میں آتی ہے۔ اور قریب قریب اُسی پیرایہ میں لکھی گئی ہے "جو مہارامائن یوگ وسشٹ" سے مخصوص ہے ... بابا ... کے انبھو بڑھانے کے لحاظ سے

ایک ایک بات کا بہ تکرار ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے اِس کتاب کو بریلی کے قیام کے زمانہ میں شروع سے آخر تک پڑھا تھا۔ گو اس کے ادویت واد کے مضامین ہمارے لئے نئے نہیں تھے۔ مگر کہیں کہیں جس طرح ہندو پورانوں کے قصہ جات اور تلمیحات کو اصلیت کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ وہ دراصل اپنی نوعیت کے خیال سے قابل غور اور دلچسپ ہیں۔ ضخیم ہونے کی وجہ سے پہلے اس کی قیمت چار روپیہ تھی۔ مگر اب شاید تین روپیہ میں بمبئی سے مل سکتی ہے۔

جہاں تک ہمارا خیال ہے "ریکشپات رہت ابھو پرکاش" ہی باباجی کی اکیلی تصنیف ہے۔ اور اس کو ویدانتیوں کے طبقہ میں ایک خاص عزت کا درجہ حاصل ہے۔

باب نمبر ا

مدت تک ویدانت کی تعلیم میں مصروف رہنے کے بعد باباجی کو تیرتھ یاترا کا خیال آیا۔ تیرتھ وہ مُبارک مقامات ہیں جو کسی نہ کسی مہاتما کے نام سے پرسدھ ہیں اور چونکہ وہ مدت تک گیان پھیلانے کے مرکز رہ چکے ہیں۔ اس لئے اُن کا قیام اب تک بھی ادھکاریوں کو فائدہ پہونچاتا ہے۔ باباجی نے رامیشور۔ دوارکا۔ اور پوری کی یاترا کی آخر میں اُن کو بدری نارائن کی سیاحت کا خیال آیا۔ آپ اس ارادہ سے ہردوار آئے۔ اور وہاں سے تن تنہا پاپیادہ بدری نارائن تشریف لے گئے۔ کوہستانی راستہ سخت دشوار گذار تھا۔ نہ کہیں کھانے کا سامان ملتا تھا۔ نہ ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ بعض بعض جگہ پہاڑ میں میلوں تک پانی میسر نہیں آتا تھا۔ اور یاتری تو گھر سے ناج وغیرہ ساتھ

ے جاتے تھے۔ مگر یہہ فقیر تھے۔ سوائے ایک کالی کملی کے اور کچھ ساتھ ہی نہیں تھا۔ سخت تکلیف کا سامنا پڑا۔ آپ نے کسی طرح دُکھوں کو جھیلتے ہوئے لچھمن جھولا۔ گنگوتری۔ اُتر پریاگ و بدری نارائن کا دورہ ختم کیا۔ ایسی تکلیف مدت العمر میں نہیں برداشت کی تھی۔ جب اس خوفناک سفر سے ہردوار واپس آئے۔ دل میں سوچنے لگے یہ جب ایک آزاد منش سادھو کو اس تیرتھ یاترا میں اس قدر دقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ تو بیچارے گرہستیوں کو کیا کیا اذیتوں کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا ہوگا۔" تھوڑی دیر تک اسی غور و فکر میں رہے۔ پھر ارادہ کیا کہ چاہے کچھ ہی ہو۔ بدری نارائن کی یاترا کے دُکھ کو ہلکا کرنا چاہیئے۔

اس نیت سے آپ پھر بمبئی آئے وہاں راجپوتانہ کے مارواڑی سیٹھ بہ کثرت تھے۔ جو کوئی بلا سبب کو اس اہم کام کے لئے مائل کیا۔ سب سے پہلے آپ نے ہردوار میں بہت بڑی عالیشان دو منزلہ کوٹھی جو کملی والے بابا کے نام سے موسوم ہے۔ تعمیر کرائی۔ یہہ دھرم سالہ ہے جہاں یاتری بلا کرایہ دیئے و بغیر پنڈوں کی ناز برداری اٹھائے ہوئے رہ سکتے ہیں۔ یہاں اُن کو سدا برت بھی ملتا ہے۔ جس میں آٹا۔ دال۔ گھی۔ نمک۔ گوڑ۔ آلو۔ اور ہلدی وغیرہ مفت تقسیم ہوتی ہے۔ جب اس سے فرصت ملی آپ نے پہاڑی راستہ میں جابجا مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے اور دھرم سالے و کنوئیں تعمیر کرائے۔ ہردوار سے چلنے پر تین تین میل کے فاصلے پر یہہ پکی عمارتیں اُن کی ہمت و دھرم بھاؤ کی یاد دہانی کرتی ہیں ہردوار سے سورج نارائن کا مندر سات یا آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ان دونوں مقامات کے درمیان کہیں کہیں دھرم سالے کے ساتھ دوکانیں بنگئی ہیں۔ جن میں کھانے پینے کے سامان بہ آسانی مل جاتے ہیں

جہاں کہیں پانی کا چشمہ موجود ہے۔ وہاں صرف دھرم سالہ ہے اور خط جلی میں یہ عبارت کالے ٹین کے تختوں پر لکھی ہے۔ "یہ دھرم سالہ کالے کملی بابا کے حکم سے فلاں سیٹھ نے تیار کرائی۔ یہاں مسافر صرف ۲ گھنٹے ٹھہر کر سکتا ہے۔" سورج نرائن کا مندر ٹھہرنے اور رات بھر قیام کرنے کی جگہ ہے۔ یہاں بھی آرام کا سارا سامان موجود ہے۔ اس کے سوا وہاں ایک اوشدھالیہ بھی موجود ہے۔ جہاں ہندی میں بخط جلی لکھا ہوا ہے کہ "اس جگہ کملی بابا کے حکم سے یاتروں کو مفت دوا تقسیم کی جاتی ہے۔"

سورج نرائن کے مندر کے بعد رشی کیش آتا ہے۔ جو وہاں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ان کے درمیان بھی جابجا ویسے ہی ٹھکانے۔ دوکانیں کنوئیں بنائے گئے ہیں۔ جو سب کے سب بلا استثنا کالے کملی بابا کے طرف سے ہیں اور لطف یہ کہ جہاں چڑھائی زیادہ ہے۔ وہاں دو ہی میل کے فاصلہ پر دھرم سالے و کنوئیں دکانیں موجود ہیں۔

رشی کیش میں ایک بہت بڑا دھرم سالہ دو منزلہ موجود ہے۔ جس میں راجپوتانہ سنٹرل انڈیا۔ بمبئی و گجرات کے یاتری زیادہ تعداد میں مقیم ہوتے ہیں۔

ہم بطور خود کسی دھرم سالہ میں مقیم نہیں ہوئے۔ سب سے الگ تھلگ گنگا جی کے کنارے پر کھلے میدان میں ڈیرہ جمایا تھا۔ رشی کیش میں اس وقت گیارہ ہزار کے قریب سادھو بستے تھے۔ ان میں سے بہتوں کو کملی والے بابا کے کشیتر سے کھانا ملتا ہے۔

جس وقت ہم رشی کیش سے آگے بڑھے۔ چڑھائی ذرہ سخت تھی۔ لچھمن جھولا وہاں سے ۳ میل دور ہے۔ ان کے درمیان ایک جگہ پر صرف ایک دوکان ملی۔ اور ایک چھپر کے نیچے ٹھنڈے پانی کے گھڑے مسافروں کے لئے تیار تھے

یہاں بھی کالے کملی والے بابا کا نام لکھا ہُوا پایا۔ چند منٹ دم لے کر لچھمن جھولا جا پہنچے یہہ پہاڑ کی عمیق گھاٹی ہے۔ جس میں گنگا زور شور سے بہتی ہے گو رشی کیش میں جا بجا گنگا پایاب ہے۔ مگر اس جگہ بہت گہری ہے۔ پہلے یہاں ایک جھولا رسّوں کا رہتا تھا۔ اور اُس کو پکڑ کر یاتری بصد وقت پار جاتے تھے۔ اکثر نیچے گر جاتے تھے۔ اور اُن کی ہڈی تک کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ کملی والے بابا نے اِس گھاٹی کے ہر دو طرف اینٹوں کے کھمبے قایم کرا کے لکڑیوں کا پُل بنوا دیا ہے۔ پُل کے تختہ پر لکھا ہوا تھا۔ "کالے کملی بابا کے فلاں فلاں سیٹھوں نے چالیس ہزار کی لاگت سے یہہ پُل تیار کرایا۔" لچھمن جھولا کے آگے جانے کا حکم نہیں تھا۔ مجبورًا واپس آنا پڑا۔ پُل سے ملا ہُوا اس طرف پھر کالی کملی والے بابا کی دھرم سالہ معہ دوکان کے موجود تھی۔ یہاں بھی اُن کی طرف سے سدابرت تقسیم ہوتا ہے۔ عمارت وسیع ہے۔ پیپل کے درخت کے تلے بہت بڑا لمبا چوڑا چبوترہ بنایا گیا ہے۔ کچھ دیر تک ہم حسب معمول گنگا کے کنارے ٹھہرے پھر رشی کیش واپس آئے۔

دل میں کملی والے بابا کی عزت پیدا ہوئی اس لئے اُن کی دھرم سالہ میں جا کر مزید حال دریافت کرنا مصلحت سمجھا۔ بابا کے شاگردوں میں ایک شخص ناتھ جی مجھ سے شوق و شردھا کے ساتھ ملے۔ وہاں چھپی ہوئی ایک فہرست موجود تھی۔ جس میں چھتیس سے زیادہ سدابرت اور دھرم سالوں کا ذکر تھا۔ جو بابا کی طرف سے جاری ہیں۔ ناتھ جی نے دریافت کرنے پر کہا کہ اس قسم کے دھرم سالے ہردوار سے لے کر بدری نارائن تک موجود ہیں اور سب جگہ یاتریوں کے آرام کا خیال کیا جاتا ہے۔ اب تک اس کام میں ساڑھے پندرہ لاکھ روپیہ لگ چکا ہے۔ اور گو پہاڑوں میں اینٹ چونے و باربرداری

کا اہتمام سخت مشکل ہے۔ مگر پھر بھی بابا کے حکم سے یہہ کام کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے۔ ہم نے باباجی کے درشن کی خواہش ظاہر کی۔ جواب ملا بدری ناتھ تک راستہ صاف کرنے اور جابجا دھرم سالے و سدا برت قایم کرنے کے بعد باباجی گپت ہو گئے۔ مگر ان کے معتقد اور شاگردوں نے ابتک اس سلسلہ کو قایم رکھنا مصلحت سمجھ لیا ہے۔

یہہ اُس فقیر کے مختصر حالات ہیں۔ جو صرف ایک کملی اوڑھے ہوئے پر اوپکار کے نمتّ سارے ملک میں چکر لگاتا رہا اور اپنے ارادہ کو خوبصورتی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا گیا۔ اس سے زیادہ حالات ہم کو نہ مل سکے۔

چاہے کچھ ہی ہو۔ یہہ نہایت مبارک زندگی تھی۔ اور اُس سے ہم بہت سے مفید و کار آمد سبق سیکھ سکتے ہیں۔ کملی بابا آیڈیل کرم یوگی تھے۔ اُن میں غضب کی ہمت تھی۔ ایک کام اپنے ذمہ لے لیا۔ دل کی ساری طاقت اُسی میں لگا دی۔ اور وہ بارآور ہو گیا۔ جن میں ایک سر و ہزار سودا کا خبط ہوتا ہے۔ اُن کا کوئی کام نہیں سُدھرتا۔ قدم قدم پر ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ انسان زندگی میں صرف ایک کام کو ہاتھ لگائے اور اُس کو کچھ کر دکھائے۔ یہہ ایک زبردست سبق ہے۔ جو کملی بابا اپنی مثال سے ہم کو سکھا گئے ہیں۔ ایشور کرے اس قسم کی پاک آتمائیں ہمارے درمیان کثرت سے پیدا ہوں اور وہ اس رشی بھومی کے پھر با عظمت بنانے میں اپنے ہمت کو صرف کریں۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدرِ ہمتِ تو اعتبار تو

بلّوجی چمپاوت

دنیا میں سرد مہری بھی ہے مگر مجوشی بھی ہے۔ وفا بھی ہے۔ بیوفائی بھی ہے۔ جہاں گلاب کے پھولوں پر بھونرے منڈلاتے رہتے ہیں۔ وہاں ان کے دامن سے کانٹے بھی لٹکتے رہتے ہیں۔ پانی میں کنول اور جونک دونوں ہی رہتے ہیں۔ سمندر کو منتھ کر دیوتاؤں نے زہر اور امرت دونوں نکالے تھے۔ ہمارے اور تمہارے دلوں میں پاکی اور ناپاکی دونوں ہی طرح کے خیالات متحرک رہتے ہیں۔ گنگا اگر پتت پاونی ہے تو کرم ناشا اپاونی ہے۔ جہاں باغ ہے وہاں اُوسر بھی ہے۔ پہاڑ اور سمندر خشکی و تری خوشبو اور بدبو ہر جگہ ملینگے۔ سکھ اور دُکھ دونوں ہی ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ یہ دوند کی سرشٹی ہے۔ یہاں ہر جگہ اجتماع ضدین ہے۔ برہما نے اس کو اسی طرح بنایا ہے۔ اس مختلف الحالی کے دنیا میں وہ شخص مبارک سمجھا جاتا ہے۔ جو کسی ایک اچھے آدرش کو نظر کے سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کر جاتا ہے۔ اور سنسار میں کچھ اُسی کو جشن کیرتی اور بڑائی ملتی ہے۔ نیکیاں مختلف قسم کی ہیں۔ نیکی کے آدرش بھی ایک وہ نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں اور بیشمار ہیں۔ جس نے جس آدرش کو اپنی زندگی کا منزل مقصود بنالیا۔ اور ساری عمر اسی کے تکمیل و تحصیل میں لگا رہا۔ دُنیا اسی کو حیات جاودانی بخشتی ہے اور مرنیکے بعد سب لوگ اُس کی تعریف کے گیت گایا کرتے ہیں۔ جو بات کسی ورکت اور سادھو مہاتما کو پراپت ہوتی ہے۔ وہی

ایک لڑاکے وشو دھیر کشتری کے حصہ میں بھی آئی ہے۔ سوال صرف اتنا ہے کہ وہ کس حد تک اپنے اصول اپنے دہرم اور اپنے آدرش کے لئے قربانی کر سکتا ہے۔ دُنیا میں کوئی چیز بغیر قیمت ادا کئے ہوئے نہیں ملتی۔ سب کو قیمت دینی پڑتی ہے۔ اور جو شخص جتنی قیمت ادا کرتا ہے۔ وہ چیز بھی اُس کو اُسی کثرت کے ساتھ نصیب ہوتی ہے۔ دنیا میں صرف ایک کام لے لو زیادہ کام نہ کرو۔ اُسی کو سب کچھ سمجھو۔ اسی کا خیال رگ رگ میں سرایت کر جائے اور پھر تم ایسی کامیابی حاصل کروگے جس کا پہلے کبھی تم کو نشان وگمان بھی نہ رہا ہوگا۔ اگر بہت کام کرتے ہو تو ایک سر و ہزار سودا کے مصداق ہوگے اور کچھ بھی کرتے دھرتے نہ بنیگا۔ قیمت و قربانی ایک ہی چیز ہے۔ دونوں اس موقع پر مرادف و ہم معنی لفظ ہیں۔ ان کی مراد میں فرق نہیں ہے۔

اس موقع پر ہم جس شخص کی قربانی کی داستان تم کو سناتے ہیں وہ ایک دلیر اور جانباز راجپوت تھا۔ اس کا نام راجپوتانہ میں بلّوجی چمپاوت مشہور ہے۔ اور اس کی زندگی کئی پہلو سے مفید سبق سکھانے کا اہتمام کرتی ہے۔ سمت ۱۶۹ بکرمی میں جودھ پور میں مہاراجہ گج سنگھ راج کرتے تھے۔ امر سنگھ ان کا لڑکا تھا۔ یہ لڑکا گو حد درجہ کا سورہیر تھا۔ اور دشمن اس کے نام کو سن کر کانپتے تھے۔ مگر ساتھ ہی وہ بڑا انکھٹ بھی تھا پرجا اس کی وجہ سے بڑی دُکھی رہتی تھی۔ مہاراجہ نے کئی مرتبہ سمجھایا مگر نصیحت کارگر نہیں ہوئی۔ مجبور سرداروں کی صلاح سے راجہ نے اس کو جلاوطن کر دیا۔ اور جلاوطنی کا حکم دیتے وقت راجہ نے جن لفظوں سے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا تھا۔ وہ یہ ہیں "پتر! میں تمہارا باپ ہوں۔ تم میرے لڑکے ہو۔ پتا پُتر کا سمبندھ کٹھن ہے۔ مگر تم اس کو یاد رکھو۔ میں راجہ کہلاتے ہوئے جودھپور کی پرجا کا سیوک

ہوں۔ میرا کام پرجا کی سیوا کرنا ہے۔ جودھپور کی پرجا تم کو نہیں چاہتی۔ وہ بہت دکھی ہے۔ اس نے تم کو دیس نکالا دینا چاہا ہے۔ مجبوراً میں چھاتی پر صبر کا پتھر رکھ کر تم کو جلاوطن کرتا ہوں۔ جاؤ۔ جب تک پھر جودھپور کے لوگ تم کو نہ بلا بھیجیں اس طرف کا رُخ نہ کرنا۔ بہ حیثیت پرجا اور پتر کے تم کو راجہ کا حکم ماننا چاہیئے۔ شہر کے پھاٹک پر گیارہ سیاہ پوش آدمی گیارہ کالے رنگ کے گھوڑوں پر سوار ملینگے۔ وہ تمہارے ساتھ ہونگے۔ جدھر سینگ سمائے اُدھر چلے جاؤ۔ راجپوت سنگھ کا بچہ ہے۔ اس کا اصلی ساتھی اس کی تلوار ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کہوں۔"

بیٹے نے باپ کی بات توجہ کے ساتھ سُنی۔ اور پھر نمسکار کرنیکے بعد گھر سے باہر نکلا۔ پھاٹک پر گھوڑا تیار تھا۔ غریب نے کالے لباس پہن لئے۔ تیوری چڑھی ہوئی تھی چہرہ پر بل تھا۔ مگر آنکھوں سے بیخوفی کا اظہار بھی ہو رہا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر گیارہ ساتھیوں کے ساتھ جودھپور سے روانہ ہوُا۔

بلوجی اس کے ایک ساتھی کا نام تھا۔ اُس نے امر سنگھ سے وعدہ کر رکھا تھا۔ کہ مصیبت کے وقت وہ ہمیشہ اس کا ساتھ دیگا۔ اس کو شاہی حکم سے خبر نہ تھی۔ ادھر امر سنگھ جودھپور کو آخری سلام کرکے دوسری طرف راہی ہوُا۔ اُدھر بلوجی بھی اپنے عزیز یگانوں سے ملے ہوئے بغیر اسکے ساتھ دینے کی نیت سے باہر نکلا۔

امر سنگھ ابھی دو چار کوس بھی نہ گیا ہوگا۔ کہ اس کو پیچھے سے کسی سوار کے آنے کی آہٹ ملی اُس کو پھر کر دیکھنے کی قسم تھی۔ مگر وہ جاننا چاہتا تھا۔ کہ کون تعاقب میں آرہا ہے۔ اتنے میں بلوجی نے سامنے آکر سلام کیا۔ وہ راجکمار اس

بھی تمہارے ساتھ پا برکاب ہوں۔

امر سنگھ۔" وہ تم کیوں ساتھ آرہے ہو؟"

بلوجی۔ "میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ مصیبت کے وقت تمہارا ساتھ دونگا۔

امر سنگھ" یہ سچ ہے۔ مگر اس وقت معاملہ دگرگوں ہے۔ میں جودھپور کی پرجا ہوں۔ اگر راجہ کی اجازت کے بغیر کسی کو ساتھ لیتا ہوں تو پاپ ہوتا ہے۔ مجھ کو کوئی منصب نہیں ہے۔ کہ جودھپور کے کسی رعیت کو اپنے ساتھ جلاوطن کروں۔ میں چاہے کیسا ہی خراب آدمی کیوں نہ ہوں۔ مگر میں شاہی نمکحرام نہیں ہوں۔ شاہی اطاعت راجپوت کی زندگی کا اصول ہے جو کچھ مجھ کو حکم دیا گیا ہے۔ وہ صرف میرے لئے ہے۔ دوسرا اُس میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا نہ ہو کہ مہاراجہ گج سنگھ اور اُن کی رعیت مجھ کو نافرمانبردار اور نمکحرام کہے۔ بہتر ہے تم ابھی واپس چلے جاؤ۔ میرا ساتھ نہ دو۔ میرا ساتھی ایشور ہے۔ اور راجہ نے اس تلوار کو دیتے وقت مجھ سے کہا تھا۔ کہ راجپوت کا بھروسہ صرف اُس کی تلوار پر ہوتا ہے۔

بلوجی۔ واہ راجکمار! تم دھنیہ ہو۔ کیوں نہ ہو۔ آخر سچے کشتری ہو۔ راج دہرم کا پالن تمہارے ہی ایسے شور بیر کرتے ہیں کسی لالچ کی وجہ سے تمہارے ساتھ نہیں چلتا ہوں۔ نہ تم نے مجھ کو بہکایا ہے۔ میں بھی اپنی دوستی کا حق ادا کرنے چلا ہوں۔ میری وجہ سے کوئی شخص بھی تم کو بُرا بھلا نہ کہیگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے چلتے وقت میں نے اپنی بیوی بچوں تک سے ملاقات نہیں کی۔ میں خود بخود تمہارے لئے جلاوطن ہو رہا ہوں۔ اگر اس وقت تم مجھ کو ساتھ نہ چلنے دوگے تو میں کسی نہ کسی طرح تمہارے

ساتھ ضرور رہونگا۔ میں بھی اپنے دُھن کا پکا ہوں۔ اور جہاں تمہارا پسینہ گریگا۔ میں اپنا لہو بہا دونگا۔ میں چاہے۔ تمہارے سکھ کا شریک نہ رہوں مگر دکھ میں ہر وقت سینہ سپر بنا رہونگا۔ اور جب تک جان میں جان ہے۔ کسی کو بھی کہنے کا موقع نہ ملیگا کہ بلو نے راجکمار کا مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیا۔ تم مجھ کو کچھ نہ کہو۔ میں آپ تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔ اور اس وقت اگر تم اپنی تلوار سے مجھ کو ہلاک بھی کروگے۔ تو میں مرتے بھی ساتھ نہ چھوڑونگا۔

امرسنگھ جانتا تھا۔ بلوجی بڑے شان کا آدمی ہے۔ وہ خاموش ہوگیا۔ اور قافلہ نے اُسی طرح بہت دور تک سکوت کی حالت میں کئی کوس کی مسافت طے کی۔ جب وہ بہت دور نکل آئے۔ بلوجی نے پوچھا آخر کہاں جلنے کا ارادہ ہے؟

امرسنگھ۔ دہلی جارہا ہوں۔

بلوجی۔ مگر سنئے تو سہی۔ آپ راجکمار ہو۔ جودھپور کے ولیعہد ہو۔ اس حیثیت میں شاہجہاں کی راجدھانی میں جانا مناسب نہیں ہے۔ اس سے ہمارے شاہی خاندان کے نام پر دھبہ آویگا۔

امرسنگھ۔ میں خود اس پر غور کر رہا ہوں۔ غریب بھکاری کی صورت میں دہلی جانا مجھ کو پسند نہیں ہے۔ مگر اس وقت سواء دہلی کے اور کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ جہاں مجھ کو ٹھکانا مل سکے گا۔

بلوجی۔ بہت اچھا۔ دہلی چلئے۔ امید ہے شاہجہان حال سنکر خود بلا بھیجے گا۔ اگر اس نے پرواہ نہ کی تو سینکڑوں صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ خلق خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست۔ کوئی نہ کوئی راج چھین لینگے اور اس

اور اُس پر اپنا قبضہ جما کر آپ کو اس کا راجہ بنائینگے۔

امر سنگھ ہنسا۔ خوب۔ بہت اچھی بات کی۔ میں نے بھی دل میں یہی ٹھان رکھی ہے۔

یہ کہہ کر وہ دہلی کی سمت روانہ ہوئے۔

دہلی کے مغل بادشاہ بابر کے زمانہ سے راجپوتوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور اُن کو مسلمانوں کی طرح مناسب جلیلہ عطا کرتے تھے یہاں تک کہ خود اپنے ہاتھ سے ان کی کمر سے تلوار باندھا کرتے تھے۔

جس وقت امر سنگھ کا قافلہ دہلی کے گلی کوچوں سے نکلا ان کی وضع و قطع دیکھ کر سب لوگ دنگ رہ گئے۔ شاہجہان بادشاہ کو جس وقت خبر ملی۔ اس نے خود امر سنگھ کو بلا بھیجا۔ اور چھ گاؤں بہ حیثیت جاگیر دیکر اس کو امیر دل کا منصب عطا فرمایا۔ بلوجی امر سنگھ کے ساتھ تھا۔ اور چونکہ وہ معتمد تھا۔ اس لئے امر سنگھ نے اپنی طرف سے اُس کے گذارے کے لئے کچھ جاگیر دیدی۔ اور اپنا باڈی گارڈ مقرر کیا۔

امر سنگھ گو طبیعت کا نیک ضرور تھا۔ مگر حد درجہ کا ناعاقبت اندیش تھا۔ شکار دوست ہونے کے سبب سے اُس نے بہت سے ہرن۔ پاٹھے۔ چیتے۔ باز۔ کتے اور بھیڑ بکریاں پال رکھی تھیں جس وقت اس کو شاہجہاں کے دربار کی مدد سے فارغ البالی نصیب ہوئی وہ پھر اپنی پرانی طبیعت کے موافق کام کرنے لگا۔ ان بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کے لئے اس کو ایک بن رکھے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چونکہ دل میں کسی قسم کی دور اندیشی نہیں تھی۔ اس نے بلوجی کو اپنا بن رکھا مقرر کرنا چاہا بلوجی راجپوت تھا۔ ضرورت کے وقت مالک کے کام کے لئے یہ قوم ہمیشہ

سینہ سپر ہو جایا کرتی ہے۔ یہ اس کا خاصہ ہے وقت پڑے تو یہ حقیر سے
حقیر خدمات انجام دینے کو تیار رہتی ہے۔ ورنہ اس میں خودداری اور سیلف
رسپکٹ کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے۔ اس نے امر سنگھ سے تعظیم کے
ساتھ کہا "سوامی! میں آپ کا سیوک ہوں۔ ہر طرح کے خدمات آپ
مجھ سے لے سکتے ہیں۔ ضرورت کے وقت بھنگی کا کام بھی کرنے کو حاضر
ہوں۔ مگر میں آخر راجپوت ہوں۔ سورج بنسی ہوں بلا ضرورت مجھ کو یہ حقیر
خدمت نہ سپرد کیجئے۔ میں آپ کا۔ باڈی گارڈ بنا رہوں گا۔ لڑائی کا موقع
ہوگا۔ تو میرا ہاتھ دشمنوں کے خون سے زمین کو رنگین کر دیگا۔ میرے جیتے
جی آپ کا بال بیکا نہ ہوگا۔ مگر بلا ضرورت میرے خدمات اور میرے خیالات
کو صدمہ نہ پہونچائیے۔ امر سنگھ بولا اس وقت اس کے سوا میرے یہاں
اور کوئی کام نہیں ہے۔

جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ بلوجی کے
تیور بدل گئے اُس نے کہا "خداوند! بلو نے دُکھ میں آپ کا ساتھ دیا۔ اپنا
فرض پورا پورا ادا کر دیا۔ اب اگر وہ آپ کی بیقدری کی وجہ سے جدا ہوتا ہے
تو آپ خواہ دنیا اس کو بیوفا نمکحرام نہ کہیگی۔ میرا اسلام لیجئے۔ میں جس طرح آیا
تھا۔ اسی حیثیت سے جا رہا ہوں۔ جب آپ کو میرے سر کی و تلوار کی ضرورت
ہوگی میں پھر حاضر ہونگا۔ اس وقت یک دم کے لئے یہاں میرے لئے ٹھہرنا
مشکل ہے" یہ کہہ کر اس نے سلام کیا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ یہ جا وہ جا لو
وہ گیا وہ ہو گیا۔ امر سنگھ نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ مگر گھوڑا بلا کا تیز تھا۔ ہوا سے
باتیں کرتا ہوا بھاگ نکلا۔ اور دیکھتے دیکھتے نظر سے غایب ہو گیا۔

بلوجی [illegible] چلا آیا۔ راجہ کرن سنگھ اس وقت

سنگھاسن پر تھا۔ اس نے بلوجی کی آؤ بھگت کی۔ اور اس کو اپنا معتمد بنالیا۔
راج کے سرداروں کو اُس کے اوپر اس قدر مہربانی دیکھ کر حسد پیدا ہوئی
وہ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح اس کو راجہ کی نظر سے گرا دینا چاہئے۔ ایک
طرف وہ راجہ سے شکایت کرنے لگے دوسری طرف بلوجی کا دل اس
کی طرف سے پھیرنے لگے۔ عرصہ تک چلتے بازیاں ہوائیں۔ مگر کوئی نتیجہ نہ
نکلا۔ کیونکہ راجہ نے بارہا آزمایش کے وقت اس کو سچا پایا۔ ایک دن
بلوجی کا آب و دانہ بیکانیر سے اٹھ گیا۔ راجہ نے خوش ہو کر اُس کے پاس
خاص قسم کا پھل بھیجا۔ دو چار سردار بلوجی کے پاس بیٹھے تھے کہنے لگے کہ
ہمارے ملک کا دستور ہے۔ جب راجہ صاحب کسی سے دل میں ناراض
ہوتے ہیں۔ اور پھر اس سے بات چیت کرنے کی خواہش نہیں رکھتے پھل
بھیجدیتے ہیں تاکہ وہ عزت و آبرو کے ساتھ راج سے باہر چلا جائے۔
اگر اس پر بھی وہ رہتا ہے۔ تو پھر ظاہر ظہور بیعزتی کی جاتی ہے بلوجی باغیرت
آدمی تھا۔ سمجھ دار تو تھا مگر اُن کے چکمے میں آگیا۔ اس نے کہا۔ اگر راجہ صاحب
کو میری خدمات منظور نہیں ہیں تو میں یک دم کے لئے بھی یہاں نہ ٹھہروں گا
اصل میں راجہ ناراض نہیں تھا۔ سردار پٹی پڑھا رہے تھے۔ وہ ان کی باتوں
میں آگیا۔ اور وہاں سے اُودے پور چلا گیا۔ بیکانیر کا راجہ دل میں سخت دکھی
ہوا مگر بیچارہ کر ہی کیا سکتا تھا۔

اُودے پور کے رانا نے بلوجی کو اپنے یہاں بڑی عزت سے رکھ لیا
یہاں بھی وہ رانا کے ناک کا بال سمجھا جانے لگا۔ یہاں بھی حسد کی آگ سرداروں
کے دلوں میں مشتعل ہوئی۔ جن کو ہندوستانی راجاؤں کے دربار کا حال معلوم ہے
وہ ان باتوں کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ یہ راج دراصل سازشوں کی جگہیں بنی ہوئی

تھیں۔ اچھے آدمیوں کا پاؤں مشکل سے جمنے پاتا تھا۔ جب سرداروں کا کچھ بس نہ چلا۔ ایک دن وہ بلوجی کے غرور اور گھمنڈ کی شکایت کرتے ہوئے رانا سے کہنے لگے یہ چودھری مارواڑی ڈینگ مارا کرتا ہے۔ کہ میں شیر سے بھی لڑ سکتا ہوں۔ ذرا اس کا بھی امتحان کر لینا چاہیئے۔" رانا نے کہا بہت اچھا۔ کسی دن میں بھی اس کا یہ کرتب دیکھونگا۔ سردار دل میں خوش ہوئے کہ خوب ہوا۔ بلوجی بہ آسانی شیر کا شکار ہوگا۔ جب بلوجی سے یہ بات کہی گئی۔ اس نے تڑپ کر کہا۔ کیا پرواہ ہے۔ اگر راناجی درحقیقت میری دلیری کا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو میں ہر وقت حاضر ہوں۔ اگر راجپوت شیر سے ڈرتا ہے تو وہ راجپوت نہیں ہے۔ سرداروں نے یہ خبر راناجی کو سنائی۔

قصہ کوتاہ دوسرے ہی دن انتظام کیا گیا۔ رانا سرداروں کے ساتھ جنگل میں آیا۔ بلوجی کی آنکھیں انگارے کی طرح سرخ تھیں۔ تلوار ہاتھ میں چمک رہی تھی۔ اس نے پوچھا شیر کہاں ہے۔ کہو سامنے آوے۔ اودے پوری سردار تو درختوں پر چڑھ گئے۔ [illegible] شیر کا ہنکوا کیا۔ جب باجے بجنے لگے شیر جھاڑی سے باہر نکلا۔ وہ ابھی ادھر ادھر تاک میں تھا۔ کہ بلوجی نے آواز دی تو جنگل کا بادشاہ ہے۔ میں ایک کشتری بالک ہوں۔ آجا۔ اگر ہمت ہے تو میرا مقابلہ کر۔ شیر بجلی کی طرح بلوجی پر ٹوٹ پڑا۔ وہ منتظر وقت تھا۔ پینترا بدل کر شیر پر لپکا اور تلوار سے اس طرح حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں شیر کا سر الگ جا پڑا۔ اور بلوجی ایک کنارہ جا کھڑا ہوا۔ اس غیر معمولی جرأت کو دیکھ کر سب لوگ دنگ رہ گئے۔ راناجی کے بھی کان کھڑے ہوئے وہ پاس آکر کہنے لگا کشتری! تو دھنیہ ہے۔ واقعی یہ راجپوتی دلیری کا بہترین نمونہ ہے۔ اس کے صلے میں میں تم کو جاگیر دیتا ہوں۔ سردار یہ دیکھ کر حیرت میں آگئے۔ سب

کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ بلوجی نے سمجھا یہ صرف ان ہی کی شرارت تھی۔ اُس نے راناجی سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھلا آپ کو اس امتحان سے کیا ملا۔ آپ کو تو میرے ایسی قیمتی جانیں زبردست دشمنوں کے مقابلہ کے لئے محفوظ رکھنی چاہئیں۔ یہ صرف تماشے ہیں قیمتی جانوں کو تماشے کے لئے برباد کرنا مصلحت نہیں ہے۔

رانا اس کی باتوں کو نہ سمجھ سکا۔ بلکہ حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ بلوجی کو اس کا جواب نہ دینا شاق گذرا۔ اس لئے دلمیں سوچا کہ راناجی ناراض ہیں اور وہ ان کو سلام کر کے پھر دہلی میں چلا آیا۔ شاہجہان کو اُس کے حالات سے پوری پوری واقفیت تھی۔ گو یہ بادشاہ ایسے وقت میں ہوئے ہیں جب سلطنت کے اصول وسیع پیمانہ پر نہیں برتے جاتے تھے۔ تاہم ان کے یہاں مخبری اور جاسوسی کا انتظام مکمل تھا۔ ہر جگہ تبدیل لباس میں ان کے اخبار نویس رہتے تھے۔ اور وہ روز روز کی خبریں پہونچایا کرتے تھے۔ جب بلوجی دہلی آیا۔ بادشاہ نے اس کو بلا بھیجا۔ اور اس کے منہ پر اس کی دلیری کی تعریف کر کے پانچ سو سوار کی سپہ سالاری اس کو عطا کر دی۔ اور وہ وہاں رہنے لگا۔

بلوجی کے یکایک چلے آنے پر رانا کو رنج ہوا۔ اس نے چلتے وقت رانا سے ملاقات نہیں کی تھی۔ تاہم رانا اس کو بھولا نہیں تھا۔ ایک دن کسی سوداگر نے رانا کے ہاتھ ایک قیمتی گھوڑا فروخت کیا۔ گھوڑا اصلی جانور تھا۔ رانا نے درباریوں سے پوچھا۔ کون سردار اس پر سواری کرنے کے قابل ہے۔ کسی نے کسی کا کسی نے کسی کا نام لیا۔ ایک شخص بول اٹھا۔ اَن داتا! یہ گھوڑا صرف بلوجی چمپاوت کے چڑھنے جوگ ہے۔ رانا نے کہا واقعی سچ ہے اور اس نے اسی وقت اپنا قاصد دہلی بھیجا تاکہ بلوجی کو وہ گھوڑا سپرد کیا جائے۔

بلّوجی کے دہلی میں چند روز قیام کے بعد شاہجہاں کو آگرہ میں آکر رہنے کا خیال پیدا ہوا۔ اسی وقت بیکانیر کے راجہ سے چور نامی ریاست کے متعلق امر سنگھ سے کچھ جھگڑا ہو پڑا۔ شاہجہان نے اس کے فیصلے کے لئے سلامت خاں کو سرپنچ مقرر کیا۔ سلامت خاں حاسد تھا۔ اس نے امر سنگھ کے برخلاف فیصلہ دیا۔ اور بادشاہ کو اُلٹی سیدھی سمجھائی۔ امرچونکہ امر سنگھ اکثر سیر شکار میں مست رہا کرتا تھا۔ دربار میں اس کے برخلاف بہت سرگوشیاں ہوتی رہتی تھیں۔ شاہجہان نے غلطی سے اس پر جرمانہ لگا دیا اور اس کے وصول کرنے کے لئے سلامت خاں کو مقرر کیا۔ اس نے کچھ نامناسب و مکروہ لفظوں میں امر سنگھ سے گفتگو کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امر سنگھ کی تلوار میان سے نکل پڑی۔ اور سلامت خاں کا ایک ہی وار میں کام تمام ہو گیا۔ درباری یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے۔ بادشاہ نے بھی لعنت ملامت کرنی شروع کی۔ امر سنگھ کے غصہ کی آگ بری طرح بھڑک اٹھی۔ اس نے کہا۔ میں صرف ڈھال تلوار سے جرمانہ ادا کروں گا۔ اور اُس نے کچھ اس طرح تلوار چلانا شروع کیا۔ کہ دم کے دم میں دربار کشتوں کی لاشوں سے پٹ گیا خون کی دھار بہہ نکلی۔ اور آخر میں جب اُس نے غصہ سے اندھا بن کر تخت طاؤس پر تلوار چلائی۔ شاہجہان خوف کے مارے بھاگ گیا۔ وہ تو بچ گیا۔ باقی بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر میں شاہجہان کے باڈی گارڈ سپاہیوں نے اُس پہ حملہ کیا۔ اس نے اکیلے سب کا کام تمام کر دیا۔ اور قلعہ کے پھاٹک کی طرف روانہ ہوا۔ امر سنگھ سے بہت آدمی حسد کرتے تھے۔ ان میں سے ارجن گوڑ نامی اُس کا سالا یا رشتہ دار بھی تھا۔ اس نے پہلے امر سنگھ کی دلیری کی تعریف کی اور جب اس کو غافل پایا۔

پیچھے سے ٹانگ کھینچ کر زمین پر گرا دیا۔ اور اسی وقت بزدلوں کی تلواروں نے
اس شیر مرد کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے لالچ بُری بلا ہوتی ہے۔ خویش
اور اقارب بھی ایسے آزمائش کے موقعوں پہ کیا کچھ نہیں کر گذرتے۔

امر سنگھ کی لاش قلعہ کے بیچ میں ڈالدی گئی۔ تاکہ گدھ اور کوّے اس
کا کام تمام کریں۔ اس کے متعلق اور بھی مختلف قسم کی روائتیں مشہور ہیں۔
ایک روایت یہ بھی ہے کہ شاہجہان نے حکم دے رکھا تھا کہ جو کوئی
اس لاش کو جلا دیگا۔ وہ معتوب عتاب سلطانی ہوگا۔ امر سنگھ کی رانی ہاڈی
نے یہ خبر سُنی دل میں بہت دکھی ہوئی۔ لیکن لاش لانے کی کوئی تدبیر نہ سوجھ
سکی۔ اس نے اپنے خاص سردار بیر بھان جی کو بلا کر کہا "بیر بھان! سوامی چل
بسے میں بھی موت کی گود میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تم سے بن سکے
تو ان کی لاش لا دو۔ تاکہ میں ستی ہو جاؤں" بیر بھان جی دلیر تھا۔ امر سنگھ کا حال
سنکر دل میں سخت غصہ ہوا۔ پانچسو راجپوتوں کو اس کام کے لئے آمادہ کیا۔
مگر وہ جانتا تھا کہ قلعہ میں دخل پانا آسان کام نہیں ہے۔ اس نے بلوچی
کو کہلا بھیجا "متر امر سنگھ مارا گیا۔ تمہارا دوست تھا۔ تم نے وعدے کئے
تھے۔ کہ میں ہمیشہ تمہارے دکھ میں شریک رہوں۔ تم نے اس کا جلا وطنی میں
ساتھ دیا۔ وہ سورگ کو سدھارا۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ تم موت
میں بھی اس کا ساتھ دو۔ میں بھی تیار ہوں۔ رانی ستی ہونا چاہتی ہے۔ لاش
قلعہ میں پڑی ہے۔ کہو کیا کہتے ہو۔ وقت سوچنے وچارنے کا نہیں رہا
ہے۔ یہی حق دوستی ادا کرنے کا ہے پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آویگا۔ اگر ساتھ
دیتے ہو تو مرگ انبوہ جشنے دارد۔ امر سنگھ کی دوستی میں امر کیرتی پراپت
کرنے کا اوسر مل رہا ہے۔ اگر دیر کرتے ہو۔ تو پھر پشیمانی و افسوس کے

سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آویگا۔

پیر بھان جی نے بلوجی کو اس طرح کا خط لکھا۔ اور جن لفظوں میں اس نے اپنے خاص ساتھیوں کو مخاطب کیا تھا۔ ان کو بس اپنی ... اپنی زبان میں اس طرح ادا کرتی ہیں "کہو دلیر راجپوتو! ایشور نے ہم کو اور تم کو اب تک زندہ رکھا ہے۔ ہم میں اور تم میں زندگی ہے۔ کیا یہ عیب کی بات نہ ہوگی۔ کہ امر سنگھ کی لاش یوں ہی پڑی ہوئی سڑا کرے۔ اور بادشاہ کے حکم کے موافق کوئی اس کا دگدہ سنسکار نہ کرنے پاوے۔ ہمارے سردار کی لاش گدہ اور چیلھہ نوچ نوچ کر کھائیں۔ اور ہم منہ دیکھتے رہیں۔ یہ زندگی آخر کس کام آئیگی۔ میں اس آپ ایسے مہان کام کے سامنے تنکے کے برابر سمجھتا ہوں۔ ہاڈی رانی جی ستی ہونے کو تیار ہوئی ہے اور ہم سے کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتا۔ میں اکیلا ہوں۔ اس لئے تمہاری مدد درکار ہے"۔

جس وقت بلوجی کو خط ملا۔ اُسی وقت اس نے شیو بھگوان کو نمسکار کیا۔ پیشانی پر دہی چاول اور ہلدی کا ٹیکہ لگایا۔ تلوار اُٹھالی۔ ڈھال سے مسلح ہوا۔ ساتھی راجپوت اس کے ارادہ کو جانتے تھے۔ سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ بلو نے گھوڑا منگایا۔ مگر اسی وقت اودے پور کے رانا کا قاصد بھی آ پہونچا۔ "لیجئے یہ گھوڑا حاضر ہے۔ رانا نے تحفہ بھیجا ہے"۔ بلو مسکرایا "مبارک ہو۔ شگون اچھا ہوا"۔ اور کسے کسائے گھوڑے پر چڑھ بیٹھا اور قاصد سے کہنے لگا "راناجی کو میرا سلام دو۔ میں اُن کے تحفہ کی بڑی عزت کرتا ہوں اور آج ہی اس پر سوار رہ اس طرح کام کرونگا کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ جائینگے۔ یہ گھوڑا امیر کے زندہ کا بیان ہے"۔

بلوجی ویربھان کے پاس آیا۔ اس نے کہا قبل اس کے کہ ہم تم قلعہ کی طرف چلیں چتا تیار کر دیجائے تا کہ جھٹ پٹ لاش لائے اور رانی ستی ہو تم کو لڑنے و لاش لانے کا کام سپرد ہے۔ میں رانی کی حفاظت کرونگا۔" ہزار راجپوت اس کے ساتھ ہوئے۔ پانچ سو ویربھان کے تھے۔ اور پانچ سو بلوجی کے سپاہی تھے۔

قلعہ میں پہرہ چوکی کا معقول انتظام نہیں تھا۔ شاہجہان کی سلطنت عروج پر تھی۔ کسی کو ذرہ بھی خوف نہیں تھا۔ کہ یکے دُکے راجپوت قلعہ میں آنے کی جرات کر سکینگے۔ بلوجی اپنے کثیر جمعیت کو لئے ہوئے موقع کے ساتھ قلعہ کے پھاٹک پر پہونچا۔ جب تھوڑے سے سنتری رہ گئے تھے۔ اس نے بلا کسی سے روک ٹوک کئے اندر داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ پہرہ دار نے روکا چمکتی ہوئی تلوار سے اس کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ پھر کسی کو جرات نہیں ہوئی۔ سب بھاگ گئے۔ راجپوت بے کھٹکے قلعہ میں داخل ہوئے بلوجی امر سنگھ کی لاش کے قریب پہونچا لاش بے بسی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اس کے ٹکڑوں کو اکٹھا کیا۔ پھر آبدیدہ ہو کر اس کو سجدہ کر کے کہنے لگا۔ جو نیکنامی رگھو وںشیوں و رام کو ملی ہے وہ تجھ کو بھی نصیب ہو۔ اے سچے راجپوت! تو کشتریوں میں شیر تھا۔ یہ نہ سمجھ تو اکیلے سورگ کو جا رہا ہے۔ میں بھی تیرے ساتھ ساتھ آتا ہوں۔ جس بلو نے پرتگیا کی تھی کہ دکھ میں ہمیشہ شریک رہیگا۔ وہ موت میں بھی تیرا ساتھ دیگا۔ چل چتا پر اگنی کے یوان پر رانی کے ساتھ بیٹھ۔ پیچھے تیرا لشکر بھی آ رہا ہے۔

کہو یہ قافلہ والوں سے ہم بھی آتے ہیں
چلے نہ جاؤ خدارا قدم بڑھائے ہوئے

بلو نے لاش کو باندھ کر آدمیوں کے حوالہ کیا۔ ایک ہزار لڑاکے اور جان کھیلنے والے راجپوت کم نہیں ہوتے۔ ہاتھوں ہاتھ لاش چتا تک پہونچا دی گئی۔ برہمن کریا کرم کرنے کو تیار ہو گئے۔ رانی نے گود میں لاش رکھ لی۔ ویر بھان نے جھٹ پٹ آگ دیدی ادھر ہاڈی جی استقلال سے آگ کے لوان پر بیٹھی ہوئی بھگوان کی کرپا کی استتی گا رہی ہے۔ ادھر بلو امر سنگھ کے بدلہ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ قلعہ والے ہوشیار ہو گئے۔ کئی ہزار شاہی فوج مقابلہ پر آئی۔ اس نے للکار کر کہا۔ لاش تو چتا پر جل رہی ہے۔ ہمارا عہد پورا ہوا۔ جس کو اپنا سر بھاری ہو رہا ہے۔ وہ اب سامنے آئے۔ شاہی فوج اس کے اوپر پل پڑی۔ تھوڑے سے راجپوت تھے۔ اس طرح لڑے کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ ایک ایک نے دس دس کو مارا۔ پھر لاشوں پر پاؤں رکھ کر سورگ کو سدھار گئے۔ بلو نے کہا راجپوتو! لڑتے ہوئے چتا کی طرف بھی چلے چلو تاکہ دشمن امر سنگھ کی چتا کی اگنی کو نہ بجھا سکیں۔ اور ہم میں جس کی قسمت اچھی ہے وہ اس کے آخری سنسکار کو بھی دیکھ سکے۔ یہ کہہ کر وہ خود مار دھاڑ کرتا ہوا۔ چتا کی طرف چلا۔ ہزار راجپوت تھے سب کے سب کام آ گئے۔ بلو چتا کے قریب پہونچا۔ ویر بھان لڑ رہا تھا۔ اس کہا۔ راجپوت! بلو لڑتا کیوں ہے۔ چتا کی رکھوالی کیوں نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا چتا کو آگ دے دی گئی ہے میں چاہتا ہوں جتنی دیر میں چتا جلے اتنی دیر میں میں بھی لڑ کر مر جاؤں اور ساتھ ساتھ سوامی کے ساتھ سورگ کو جاؤں" بلو نے کہا "راجپوت! تو دھنیہ ہے۔ مگر چتا کے قریب رہ کر لڑنا زیادہ مناسب تھا"

الغرض دونوں اسی وقت لڑتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کو چیر کر چتا کے قریب آئے۔ دونوں نے نظر بھر کر اس کو دیکھا رانی استقلال سے بیٹھی ہوئی جل رہی تھی۔ براہمن جے جے کار کر رہے تھے۔ دونوں نے پھر آخری دفعہ چتا کو

نسکار کیا۔ اور دشمنوں میں پل پڑے۔ وہ کشت و خون ہوا۔ کہ جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ راجپوت ایک طرف چتا کو دیکھتے جاتے تھے کہ وہ جل رہی ہے یا نہیں۔ اور آپ دشمنوں کو مارتے ہوئے کٹ کٹ کر مر رہے تھے۔ جان دینے کا اس سے بہتر موقع کب تھا۔ ہزار آدمیوں میں سے ایک بھی نہیں بچا سب مارے گئے۔ بلو اور بیر بھان دونوں لڑتے لڑتے شل ہو گئے تھے۔ دونوں کو زخم کاری لگا۔ دونوں ہی ایک ساتھ زمین پر گر پڑے۔ بلو نے کہا افسوس! میں چتا جلنے سے پہلے مر رہا ہوں۔ پروہت نے اس کی بات سن لی۔ زور سے بولا۔ کچھ فکر نہ کرو رانی اور راجا دونوں کی لاش بھسم ہو گئی ہے۔ اور تمہارا کام پورا ہو گیا۔ پروہت کی آواز سن کر دشمنوں نے اس کو بھی وہیں کاٹ ڈالا۔ چتا اب راکھ کی ڈھیر تھی۔ اب ہندوؤں میں سے کوئی بھی نہیں رہا تھا۔ سب سوامی بھگتی کی ویدی پر بلدان ہو گئے اور اپنے پیچھے امر کیرتی چھوڑ گئے۔

رستم رہا زمیں پہ نہ بہرام رہ گیا

مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

یہ سب لوگ ہوش جیوتے تھے۔ سب نے اپنی زندگی کا معراج حاصل کر لیا یہ بلوجی چمپاوت کی مختصر کہانی ہے۔

لطیفہ ادھر گئی ادھر ہو گئی

جیسے خاک گلتے ہی زر ہو گئی

دھنہر داس قوم کا تل تھا۔ تل ٹ کو کہتے ہیں۔ لحیم شحیم۔ الغرض مرد آدمی موٹا تازہ۔ ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں سڈول جیسے رگ رگ سے قوت لاثانی کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کی ذات برادری کے آدمی اس کو سب سے زیادہ طاقتور اور مضبوط سمجھتے تھے۔ کوئی بھول کر بھی اس کے مقابلہ میں نہیں آتا تھا۔ کشتی کے فن میں وہ لاثانی پہلوان سمجھا جاتا تھا۔ اس کا گھر چنپالی کے ایک قصبہ اریارہ میں تھا۔ اور وہاں ہی یہ لوگوں کو کشتی کے داؤ پیچ سکھایا کرتا تھا۔

دھنہر داس کو کنکب نامی ایک لڑکی کا عشق ہوگیا۔ وہ بہت حسین تھی۔ نکھ سکھ سے درست ہاتھ پاؤں گویا خوبصورتی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ دھنہر داس نے اس عورت کو دیکھا۔ ہزار جان سے اس کا شیدائی بن گیا۔ اس کے حسن کا جادو کچھ اس طرح اس پر چل گیا کہ جب سے اس نے اس کو دیکھا اپنے آپ کو بھول گیا۔ اور رات دن اسی کا خیال رہنے لگا۔ وہی اس کی دنیا تھی۔ اس کے سوا وہ سب کو بھول گیا۔ محبت چاہے زمینی ہو یا آسمانی جہاں اس کے پاک جذبات انسان کے دل میں پیدا ہوگئے۔ پھر دین و دنیا کسی کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اور عاشق فنا فی المعشوق ہوکر رہتا ہے۔ یہ عشق کی معراج ہے۔ اس قسم کی محویت۔ اس طرح کی بیخودی اور اس طور کی ایثار نفسی اور کسی قسم کے جپ تپ سے نہیں آتی۔ اور انسان دیوتا بن جاتا ہے۔ اور سفلی حالت سے گزر کر علوی درجہ کو حاصل ہوتا ہے۔ بہت حالتوں میں مجازی عشق بھی عشق حقیقی کے بام کا سچا زینہ ثابت ہوا ہے کیونکہ اس میں بھی جب کبھی سچی لگن پیدا ہوگئی پھر انسان شہوات ملذات نفسانی کے بام سے نکل کر عروج روحانی کے مرتبہ کو پہونچا ہے۔ اصلی چیز خلوص اور

سچائی ہے۔ جہاں سچائی ہے وہاں پرماتما رہتا ہے کیونکہ سچائی ہی پرماتما ہے۔ اور سچائی ہی اُس کا اصلی نام ہے۔ اور مبارک ہیں۔ وہ وجود جو اس طرح اپنے آپ کو سچائی کی بیدی پر قربان کر دیتے ہیں۔

چیت کا مہینہ تھا۔ رنگ ناتھ جی کے درشن کا میلہ ہونیوالا تھا کنکمب کو میلہ دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ وہ اُریا سے رنگناتھ جی کے درشن کے لئے چلی آئی۔ دہنرداس کو اس کی جدائی محال تھی مچھلی ایک دن کے لئے بھی پانی سے جدا نہیں ہو سکتی۔ نہ پروانہ چراغ کے دامن کو چھوڑ سکتا ہے۔ وہ بھی اس لڑکی کے ساتھ ساتھ چلا آیا۔ اور وہ کچھ اس طرح اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔ کہ نہ تو اُس میں شرم و حجاب رہ گیا تھا نہ کسی کے لعن طعن کی پرواہ تھی آگے آگے کنکمب پیچھے پیچھے دہنرداس اس کے ہاتھ میں چھتری تھی تاکہ اس لڑکی کو سورج کے دھوپ کی تکلیف نہ ہو۔ لوگوں نے اس کو اس وضع میں دیکھا۔ پھبتیاں سنائیں۔ آوازے کسے۔ مگر یہاں کس کو خیال تھا۔

عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
عقل کے مدرسے سے ہو عشق کے میکدہ میں آ
جام شراب بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو

دنیا دار کو پریم کی کیا خبر ہے وہ کیا جانتے ہیں۔ پریم کیا چیز ہے۔ وہ تو رسم پرست اور شریعت پرست ہیں۔ جن کا مذہب نہانا دھونا پوجا پاٹ مالا تلک ہے۔ وہ پریم کو بیچارے کیا جانیں کیونکہ۔

مذہب عاشق ز مذہبہا جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

جو رسمی باتوں اور رسمی عادتوں کے غلام ہیں۔ وہ پریم کے مذہب سے سینکڑوں کوس دور ہیں۔ ان میں خودی ہے۔ پریم میں بیخودی ہے۔ یہ جسم اور جو اس کے غلام ہیں۔ پریم میں خاص قسم کی آزادی ہے۔

موسیا آداب داناں دیگراند

سوختہ روح درواں دیگراند

تماشائی ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے تھے۔ اس خوبصورت جوڑے کو دیکھ کر قہقہہ مار رہے تھے۔ دوسرے طرف سے سوامی رامانج آچاریہ کاویری ندی میں شنان کرنیکے بعد اپنے شاگردوں کو ساتھ لئے ہوئے آرہے تھے تاکہ رنگناتھ کے میلے کا تماشہ دیکھیں۔ اُن کی نگاہ اس پیار کرنے والے جوڑے پر پڑ گئی ان کو کچھ تعجب نہیں معلوم ہوا۔ خوش ہو گئے۔ اور اپنے شاگردوں سے مسکرا کر کہنے لگے۔ بیٹو! اس میلہ میں سب سے زیادہ فرحت بخش نظارہ یہ جوڑا ہے۔ کہنے کے لئے یہ مرد اس عورت کا غلام ہے۔ اس کی محبت کا دلدادہ ہے۔ مگر اس محبت کے پردہ میں ایشور کے پریم کا سنسکار چھپا ہوا ہے۔ جو موقع پاکر عجیب وغریب تماشہ دکھائیگا۔ جب کسی آدمی کو کسی عورت کا پریم ہوتا ہے۔ وہ اس کو شرم سے چھپا رکھتا ہے۔ مگر یہاں شرم وحجاب نہیں ہے جو بات ہے صاف صاف اور سچی سچی ہے۔ جہاں شرم ہے۔ وہاں سچائی نہیں رہتی جہاں سچائی ہوتی ہے۔ وہاں سے شرم کوچ کر جاتی ہے۔ شرم جھوٹ ہے سچائی سچائی ہے۔ معمولی آدمی کہتے ہیں یہ باولا ہے بیحیائی کا جامہ پہن کر سوسائٹی کے مقررہ تہذیب کو دھکہ دے رہا ہے۔ مگر ان کو اس بات کی کیا خبر ہے کہ پریم کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔ اور وہ سوائے اپنے پریتم کے اور کسی کو نہیں دیکھتیں۔ جو نظارہ اس وقت میں دنیا میں دیکھ رہا ہوں۔ وہی ایشور کے پریم کی حالت میں

بھی موجود رہتا ہے۔ وہاں بھی پریمی کو سوا ایشور کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔" شاگردوں نے کہا بھگوان! یہ دھنرداس تو وشے بھوگ کا مارا ہوا انسان ہے۔ کامی ہے اس کے پریم کو ایشور کے پریم سے کیا نسبت ہے؟" رامانج نے جواب دیا "نہیں۔ تم غلطی پر ہو۔ آؤ۔ دیکھو۔ کس طرح اس کا رخ بدلتا ہے۔ زمینی طبقہ سے آسمانی طبقہ کی طرف پلٹایا جا سکتا ہے۔ یہ شخص دنیا میں سیوک کا بہترین نمونہ اور بہترین مثال نظر آتا ہے۔ اور جن میں اس قسم کے جذبات ہوں۔ وہی سچا چیلا بن سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر رامانج نے اس کو بلا بھیجا۔ وہ پنچوتی کے ساتھ چلا آیا۔ رامانج کی آنکھوں میں خود ایشور کے پریم کا نور چمک رہا تھا۔ اُس نے دھنرداس کے دل پر جادو کا اثر کیا۔ رامانج نے پوچھا۔ "تو کون ہے اور کیوں سری رنگم میں آیا ہے" اُس نے جواب دیا "میں پہلوان ہوں اور یہاں میلہ دیکھنے آیا ہوں۔ رامانج بولے "تو کیسا نادان اور بےحیا آدمی ہے۔ کہ ایسے بھرے میلے میں اس طرح بےشرمی سے عورت کو ساتھ لیے ہوئے گھوم رہا ہے۔ تو اپنے آپ کو پہلوان بتاتا ہے اور پھر اس طرح اندریوں کا غلام بنا ہوا ہے۔" دھنرداس شرما گیا۔ سر نیچے کر کے کہنے لگا۔ مہاراج میں کیا کروں۔ میرا دل میرے اختیار میں نہیں ہے جس نے کنکمب کو اس قدر خوبصورت بنایا۔ اُسی نے مجھ کو اس کے پریم کا سودا دیا۔ اس کی آنکھیں کنول کے پھول سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ اس کے ہاتھ پاؤں گلاب کی پنکھڑیوں سے زیادہ ملائم ہیں۔ اگر میں چھتری کے سایہ سے ان کی حفاظت نہ کروں تو کہئے کیا کروں۔ اگر اس کو ذرہ بھی تکلیف ہوگی تو میں ابھی رونے لگونگا۔ یہ سچی بات ہے جو میں نے آپ سے کہی ہے کیا میں غلطی پر ہوں؟" بات میں سادگی اور سچائی تھی۔ کپٹ اور چھل چھو نہیں گیا تھا

رامانج دل میں خوش ہوگئے رحم اور محبت کے لہجہ میں کہنے لگے بیٹے! کیا تو کنکاب سے بھی زیادہ خوبصورت وحسین آنکھوں کے دیکھنے کی تمنا رکھتا ہے۔ اگر خواہش ہو تو میں تجھ کو دکھا دوں" دہنر داس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ رامانج اس کے سر پر دست رکھ کر اس کو مندر میں لائے۔ اور یہاں دیشنو دہرم کے رسم کے موافق اس کو دیکشا دی۔ اور کہا سب سے زیادہ خوبصورت اور فرحت بخش آنکھیں رنگنا تھ جی کی ہیں جو جگت کے سوامی ہیں۔ جو حسن ان میں ہے وہ تین لوک کے کسی مخلوق میں نہیں ہے۔ تو اپنے اندرونی آنکھوں سے پرماتما کے جلال کا نظارہ دیکھ اور اگر تو محو حیرت نہ ہو جائے تو میرا ذمہ"

رامانج کے اُپدیش اور اُن کی دلی محبت اور کشفی طاقت نے پورا پورا کام کیا۔ دہنر داس پر بیخودی کا عالم طاری ہو گیا۔ اور بادلوں کی طرح ناچ ناچ کر گانے لگا "اے رنگنا تھ! تو سچ مچ سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیری آنکھیں بڑی خوبصورت ہیں۔ اب میں تجھ کو کبھی نہ چھوڑوں گا" یہ معلوم ہوتا تھا اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ اور وہ دیکھتے دیکھتے پریم کے وجد میں آکر زمین پر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ اس بیخودی کی حالت میں اُس نے اپنی اندرونی آنکھوں سے روحانی نظارے دیکھے۔ اور ان پر فدا ہو گیا۔ گورو کا اُپدیش تیر کی طرح کلیجہ میں جا لگا۔ دھنر داس کی زمینی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور آج سے اُس نے آسمانی زندگی شروع کی۔

ستگور مارا تان کر۔ شبد سُرنگی بان
میرا مارا جو جیے۔ تو کر نہیں گہوں کمان

جب اس کو ہوش آیا۔ وہ رامانج کے پاؤں پر پڑا اور بھگوان! تم نے خود مجھ کو تلاش کیا۔ خود ہی بھگتی کا گیان دیا۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ مجھ کو جو آنند ملا

اس کا برتن کیا کروں۔ چونکہ تم نے خود ہی سب کچھ کیا ہے۔ اس لئے اب دیا سے مجھ کو ہمیشہ اپنے پاس رہنے دو۔ تاکہ میں بھگتی بھاؤ میں زندگی بسر کروں اور ساری زندگی آپ کا جس گاتا پھروں۔" رامانج مسکرائے اور جیسا شری سمپرداکا دستور ہے۔ اس کا پنچ سنسکار کیا۔ اپنا شاگرد بنایا۔ اور اپنے ساتھ رہنے کی اجازت بخشی۔

دھنر داس کی حالت بدل گئی۔ نہ کھانے کا خیال نہ پینے کی فکر۔ رات دن بھجن بندگی سے کام۔ رات رات وہ دھیان میں رہنے لگا۔ اور صبح سے شام تک بھگوت بھجن کے سوا اس کو اور کچھ کام نہیں تھا۔ اس میں مان بڑائی نام کو بھی نہیں تھی۔ جو خیال دل میں آیا وہ آیا۔ اب اور طرف مطلق توجہ نہ رہی۔ لوگ اس کی بھگتی دیکھ کر پاؤں پڑنے لگے۔ مگر اس کو نہ تو عزت کی خواہش تھی۔ نہ وہ پرتشٹھا کا بھوکا تھا۔ اس کی حالت روز بروز بدلتی گئی۔ اور وہ رامانج کا خاص شاگرد ہو گیا۔

کنکمب بغیر اس کے کب رہ سکتی تھی۔ اکثر دنیاوی عشق بشرطیکہ وہ سچا ہو دونوں عاشق معشوق کیلئے برکت کی چیز ثابت ہوا ہے۔ وہ بھی رامانج کے پاس ہوئی اور کہنے لگی "مہاراج! میں بغیر دھنر داس کے نہیں رہ سکتی ہوں مجھ کو بھی اپنا شاگرد بنائیے اور دھنر داس کی سیوا کا حق بخشئے"۔ رامانج نے اس کی حالت دیکھکر اس کو بھی دیکشا دی اور ان کو شوہر و بیوی کی حیثیت میں رہنے کی اجازت بخشی۔ یہ دونوں سیوک کی حیثیت میں ان کے مٹھ میں رہنے لگے اور سیوا ٹہل کے فرائض انجام دینے لگے۔

لوگ کہتے ہیں کہ کنکمب کی بھگتی دھنر داس سے بھی زیادہ تھی اور رامانج کی یاد سے اس نے گیان اور پریم میں بہت بڑا درجہ حاصل کیا یہ دونوں رات

دن سوامی رامانج کے ساتھ رہتے تھے۔ اور ان کی ذاتی خدمت میں حتی الوسع کسی کو شریک نہیں ہونے دیتے تھے۔

جو لوگ اچھی صحبت میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ اچھے بن جاتے ہیں صحبت کا اثر خاص قسم کا ہوتا ہے۔

صحبتِ طالح ترا طالح کند
صحبتِ صالح ترا صالح کند

اگر کسی کو کسی سنت مہاتما کی صحبت نصیب ہو جائے تو اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے۔ اس کی روحانی ترقی آناً فاناً میں ہوتی ممکن ہے۔ مگر یہ ست سنگ بھی ایشور کی دیا سے پراپت ہوتا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسے بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر بھگتی بھاؤ کا سبق سیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایشور کا درشن پائینگے اور اس کے سچے فرزند کہلائینگے۔

پوہاری بابا

(غازی پور کے مشہور سادھو)

پہلا باب

دنیا کے نفع کے خیال سے بدھ بھگوان نے اس جدوجہد کے ساتھ کام کیا کہ کچھ عرصے کے لئے قریب قریب مذہب کے خط و خال و صورت شکل میں سخت تبدیلی پیدا ہو گئی۔ مگر اس مہاتما کو اپنی اصلیت کے تلاش اور خود غرضی

و نفسانیت کی زندگی کی بیہودگی کے سمجھنے میں سالہا سال گذر گئے۔ گوتم بدھ سے بہتر۔ پاک تر اور مبارک تر شخصیت دنیا میں کہاں نظر آتی ہے۔ مگر دیکھو سچائی کی تفتیش و تحقیقات و علم عرفان کے اصل الاصول کے سمجھنے میں کیا کسی نے اُس سے زیادہ محنت و جدوجہد بھی کی ہے۔ جو یہہ ایک صریحی و بدیہی بات ہے جس کو جتنا گیان ہوگا۔ اُس کا کام بھی اسی قدر پائدار اور مضبوط ہوگا۔ کسی ابتدا کئے ہوئے بڑے کام کے جاری رکھنے میں ممکن ہے۔ اس قدر محنت کی ضرورت نہ ہوتی ہو۔ تاہم اُس کے پس پشت اور اس کی بنیاد میں کس قدر یکسوئی کی مقدار ہوگی۔ آئین بنانا۔ سدھانت کو زبانی بانچھا دیتے رہنا اور بات ہے لیکن دنیا میں ایسا اثر پیدا کرنا کہ اس کے سلسلہ میں لہروں پر لہریں اُٹھتی رہیں اور مدت تک اپنے رسوخ کے قایم رکھنے میں کامیاب ہوں۔ دوسری بات ہے اس میں غیر معمولی طاقت کی ضرورت لگتی ہے ؛

سچائی کی بیدی پر قربان ہوجانا۔ اصول پر جان دیدینا۔ نفسانیت و خود غرضی کو خاک میں ملا دینا آسان کام نہیں ہے۔ اور سچائی بھی صرف ایسے ہی آدمیوں کے حصہ میں آتی ہے اور اسی قسم کے پاک جذبات والے انسان ہی کارنمایاں کر جاتے ہیں۔ اور دُنیا کو اُن کا لوہا ماننا پڑتا ہے ؛

ہزار مخالفت کی جائے۔ مگر جہاں مضبوط خیال موجود ہے وہ بغیر اثر پذیر ہوئے نہ رہیگا۔ ممکن ہے آج اُس میں جان نہ نظر آوے مگر کل مادی طبقہ پر وہ ضرور اپنے آپ کو ظاہر کر دکھائیگا۔ نفسانی و حیوانی جذبات والے انسان ہر کام کا معیار اپنے سمجھ کے موافق قایم کرتے ہیں۔ مگر ان کا قیاس غلط ثابت ہوتا ہے ؛

جو شخص جس قدر سفلی طبقہ میں ہوگا۔ اُسی قدر اُس میں اندریوں کے بھوگ کی خواہش زبردست ہوگی۔ اصلی ترقی یہہ ہے کہ انسان اندریوں کے درجہ سے اونچے آوے۔ اور عالم بالا کے روحانی نظاروں کو دیکھ کر دنیاوی عیش و آرام کی بیوقعتی کو جان لے۔

انسان فطرتاً اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ دنیا ہیچ و پوچ ہے۔ مگر اس پر غالب نہیں آتا۔ تاہم وہ خوب جانتا ہے۔ کہ وہ زندگی پاک ہوتی ہے جس میں اندریوں کے تعلقات کمزور ہوتے ہیں۔ انسان کی ترقی کا اندازہ اُس آب و ہوا سے کیا جاتا ہے۔ جس میں وہ رہتا ہے۔ اور جہاں اندریاں نیچے دب جاتی ہیں۔ اعلےٰ انسان وہ ہے جو بلندی پر چڑھنے کے لئے اپنے وقت کا کثیر حصہ صرف کرتا ہے۔

جس طرح آگ دنیا میں ظاہر ہو کر زندگی کے ہر طبقہ میں موجود ہے اور پھر بھی اس کا حد و حساب نہیں اور نہ نظر آتی ہے۔ اسی طرح اس انسان میں اُس لامحدود گیان کا شمہ بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا ہے۔ اگر انسان چاہتا ہے کہ وہ اُس سے بہرہ ور ہو تو وہ اُس گیان کے گنگا میں سنان کرے۔ اور اصلیت سے ہمکنار ہو جائے۔

یہہ گیان ہی ہے۔ جو عجائبات کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ گیان ہی سے حیوان انسان بن جاتے ہیں۔ اور گیان ہی سے اس کی سمجھ آتی ہے۔ "جس کے جان لینے سے پھر کسی کے جاننے کی ضرورت باقی نہیں رہتی" گیان کی زندگی اعلےٰ زندگی ہے اور وہ سرزمین مبارک ہے جہاں گیانی پیدا ہوتے ہیں ؛

باب دوسرا

پوہاری بابا ضلع بنارس کے گھوسی نامی گانوں میں پیدا ہوئے تھے اُن کے ماں باپ قوم کے برہمن تھے۔ جب یہ ذرہ سن شعور کو پہونچے۔ غازی پور میں آکر اپنے چچا کے ساتھ رہنے لگے اور وہاں ہی ان کی تعلیم ہوئی۔

آج کلہ ہندو ساد ھوؤں کے مختلف فرقے ہیں۔ ان میں سے خاص خاص۔ سنیاسی۔ یوگی۔ ویراگی۔ اور پنتھائی کہلاتے ہیں۔ سنیاسی اَدویت اصول کے پابند ہوتے ہیں۔ اور سوامی شنکر آچاریہ کی شاگردی کا دم بھرتے ہیں۔ یوگی وہ ہیں جو مختلف قسم کے شغل و اشغال سے تعلق رکھتے ہیں۔ ویراگی رامانج آچاریہ کے شاگرد ہیں۔ پنتھائی ویدانت اور یوگ کے پیرو کار اُن فرقوں سے ہیں جو مسلمانوں کے عہد میں قایم ہوئے تھے۔ پوہاری بابا کا چچا رامانج یا شری سمپروا کا برہمہ چاری تھا۔ اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ گنگا کے کنارے غازی پور سے دو میل کے فاصلہ پر کچھ زمین مل گئی تھی۔ اور وہ وہاں ہی رہا کرتا تھا۔ اُس کے بھتیجے کئی ایک تھے مگر پوہاری بابا اس کو سب سے زیادہ پسند تھے۔ اس لئے انہیں کو اس نے اپنا جائز وارث تسلیم کیا۔

پوہاری بابا کے اس زمانہ کے زندگی کے حالات کسی کو نہیں معلوم ہیں۔ صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ ایام طفولیت میں اُن میں وہ عادتیں بالکل نہیں تھیں جن کا مابعد زمانہ میں اظہار ہوا تھا۔ اور ویا کرن خوب جانتے تھے۔ شری سمپروا کے تصانیف یاد تھے۔ اور ہنسی مذاق کے دلدادہ تھے۔ لڑکپن کا زمانہ اسی طرح ختم ہوا۔ پورانے ڈھنگ کی تعلیم۔ باہمی لفظی

جھگڑے بکھیڑے ہنسی مذاق۔ اور کھیل کود کے سوا اور کوئی بھی اُن کی زندگی میں ایسے علامات نظر نہیں آتے تھے۔ جو آئندہ روحانی ترقی کے پیش خیمہ کیے جاتے اور اس لئے جب لوگوں نے سُنا کہ پوہاری بابا سادھو ہو گیا۔ سب کو سخت حیرت ہوئی۔

دُنیا میں بعض بعض واقعات اِس قسم کے ہو جاتے ہیں۔ جو آناً فاناً میں زندگی کی کایا پلٹ کر دیتے ہیں۔ اب تک پوہاری جی کی حالت اور تھی۔ مگر اب زمانہ نے چاہا کہ ان کی حالت پلٹ دیجائے اور وہ پلٹ گئی۔ اُن کا چچا مر گیا۔ پوہاری اس شخص کو بہت پیار کرتے تھے۔ رنج کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ دل میں ایک ایسی خلا پیدا ہو گئی۔ جس کے شگاف کے دور کرنے کی اُمید نہیں رہی۔ سورج کی روشنی تاریکی سے مبدّل ہو گئی۔ اور ہنسی مذاق کی جگہ سنجیدگی نے چھین لی۔

اِس ملک میں روحانیت کی تعلیم کے لئے گورو کی ضرورت ہُوا کرتی ہے گورو کا ملنا۔ گورو کی صحبت گورو کی خدمت امر مقدم ہے۔ کتابیں صرف خارجی مدد کے سامان ہیں۔ ان سے زیادہ اُن کی وقعت نہیں ہے۔ مذہب کا زندہ اسرار سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا ہے۔ اور جب دنیاوی علم و ہنر کے سیکھنے میں گورو کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو کیسے باور کر لیا جائے کہ مذہب کو اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

بھارت ورش میں روحانیت کے طالب ہمیشہ خلوت و تنہائی میں رہ کر اندرونی زندگی کے اسرار کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور آج بھی جنگل اور پہاڑ۔ تیرتھ اور پاک مقامات میں بمشکل کوئی ایسی جگہ ملے گی جو کسی سنت یا مہاتما کے نام سے منسوب نہ ہو۔

اس کے سوا یہ مسئلہ بھی لوگوں کے دلوں میں ذہن نشین ہو گیا ہے۔

درویش رواں رہے تو بہتر
آب دریا بہے تو بہتر

جو برہمہ چاری کا ورت دھارن کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر تیرتھ یاترا میں رہتے ہیں۔ تاکہ کسی شخص یا مقام کے ساتھ اُن کی دلبستگی نہونے پاوے اور ساتھ ہی ساتھ وہ مذہبی متلاشیوں کو دھرم کی تعلیم بھی دیتے رہیں۔ چار دہام کا پرکرما کرنا اِن کے لئے ضروری ہے۔ چار دھام یہہ ہیں۔ دوارکا۔ سیت بندھ رامیشور۔ بدری ناتھ اور جگناتھ۔ یہہ ہندوستان کے چار انتہائی سروں پر واقع ہیں۔ اور عوام کا خیال ہے۔ کہ جب تک چاروں دھام کا طواف نہ کرے تب تک پورا تیاگی نہیں ہوتا۔

قیاس کہتا ہے۔ نوجوان برہمہ چاری کے دل پر اس عقیدہ نے ضرور اثر کیا ہوگا۔ اور چونکہ رامانج سمپرداکی ابتدا دراوڑ دیش سے ہے۔ ممکن ہے علم کے شوق نے بھی اُن کو سیر و سیاحت کے لئے مجبور کیا ہو۔ مگر اُن کے سفر کے حالات بھی کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ پوہاری کی واقفیت شری چیتنیہ کے بنگالی شاگردوں کے ساتھ بھی تھی اسلئے یہہ نتیجہ اخذ کیا جاتا سکتا ہے۔ کہ وہ بنگال میں بھی کچھ دنوں رہے ہونگے۔

مگر اُن کے دوستوں نے گرنار پربت کی بزرگی و تقدیس پر بہت زور دیا۔ جس کی وجہ سے وہ کاٹھیاوار گئے۔ اور وہاں کسی یوگی کی شاگردی اختیار کر کے یوگ ابھیاس کرنے لگے۔

گرنار زمانہ قدیم سے پاک جگہ سمجھا جاتا ہے۔ بودھ بالخصوص اس کو بہت مقدس مقام سمجھتے ہیں۔ اور مہاراجہ اسوک نے نہ صرف وہاں اپنا یادگاری ستون قائم کیا تھا۔ بلکہ جا بجا فقیروں کے وہار و خانقاہ بھی بکثرت

موجود تھے ۔ بودھ اور جینی (جو دراصل بدھ دھرم کی ایک شاخ ہیں) اس کو اپنا تیرتھ تصور کرتے ہیں۔

باب تیسرا

ہندوؤں میں گرنار کے زیادہ پاک سمجھے جانے کا ایک سبب اور بھی ہے۔ یہاں مشہور اودھوت، دتاترے رہتے تھے۔ اور اس زمانہ میں بھی کبھی کبھی وہاں اچھے یوگیوں کا درشن ہو جایا کرتا ہے۔

گرنار پربت پر عرصہ تک قیام کرنے کے بعد پوہاری جی بنارس چلے آئے اور گنگا کے کنارے کسی سنیاسی سے یوگ کی مزید تعلیم حاصل کی اور وہاں گپھا بنا کر رہنے لگے۔ کیونکہ ایسی جگہوں میں آب و ہوا کی یکسانیت رہتی ہے اور ایسے واقعات کا احتمال نہیں ہوتا۔ جو شاغل کے دل کی یکسوئی کو منتشر کر سکیں۔

اس کے بعد وہ پھر غازی پور واپس آئے۔ اگر اُن کا چچا زندہ ہوتا تو شاید پہچانتا بھی نہیں۔ کیونکہ اب برہمچاری کی پیشانی پر برہمہ واچس کا جلال چمک رہا تھا۔ مگر وہ دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ صرف پوہاری کے ہم مکتب ملے جنہوں نے ان کا خیر مقدم کیا۔ مگر یہ وہ لوگ تھے جن کو دنیا کے معمولی کاروبار نے اپنا غلام بنا لیا تھا۔

تبدیلی غضب کی تھی چہرہ سے نور برستا تھا۔ سنجیدگی کا جلال نمایاں شکل میں نظر آتا تھا۔ ان کے ساتھیوں کے دل پر اسکا بہت بڑا اثر پڑا۔ اور اب وہ پوہاری کو معمولی دوست کی حیثیت سے کہیں زیادہ سمجھنے لگے تھے۔ تاہم اُن پر مادہ پرستی کا اس قدر زبردست غلاف چڑھا ہوا تھا۔ کہ

وہ پوہاری کی مثال سے نہ تو فایدہ اُٹھا سکے نہ ان سے مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا خیال ہی دل میں پیدا ہُوا۔

پوہاری نے یہاں آکر ایک گپھا تعمیر کرائی اور اس تہہ خانہ میں رہ کر اپنا وقت ایشور کے دھیان میں صرف کرنے لگے۔ مذہبی تعلیم میں کچھ اس طرح کی راسخ الاعتقادی تھی۔ کہ وہ کسی ہلکی سے ہلکی بات کو نظرانداز نہیں کرتے تھے۔ فقیر و فقرا جو کوئی آجاتا سب کے کھانے پینے کا بھی اہتمام کرتے تھے کچھ دنوں بعد اس گپھا پر بہت بھیڑ اکٹھا ہونے لگی۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ بھگوت بھجن میں خلل آتا ہے۔ روزانہ تیر کر گنگا کے اُس طرف جانے لگے اور وہاں ہی شغل و اذکار میں مصروف رہنے لگے۔

کچھ دنوں بعد اُن کی غذا میں خاص قسم کی تبدیلی دیکھی گئی۔ ذائقہ کے ولم سے رہا ہونے کی نیت سے اُنہوں نے ناج کا کھانا بند کر دیا۔ صرف نیم کے چند پتّے اور لال مرچ روزانہ چبا لیا کرتے تھے۔ اور رات کیوقت گنگا کے دوسرے کنارہ پر رہ کر بھجن کرتے تھے۔ اس کے بعد زیادہ گپھا میں رہنے لگے۔ یہاں تک کہ مہینوں گذر جاتے تھے۔ اور باہر نہیں نکلتے تھے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اُس زمانہ میں اُن کی غذا کیا ہُوا کرتی تھی۔ عام آدمیوں کا عقیدہ تھا۔ کہ وہ صرف ہوا پی کر رہتے تھے۔ اور اس لئے ان کا نام پوہاری یعنی پَون ہاری پڑ گیا تھا۔

ایک مرتبہ وہ اتنے عرصہ تک گپھا میں رہے۔ کہ لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ مر گئے۔ مگر کچھ دنوں بعد باباجی باہر آئے اور سادھوؤں کا بھنڈارہ کیا۔

اب جس وقت دھیان میں نہیں رہا کرتے تھے۔ تو عوام الناس اُن کے

دیکھنے کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ اور وہ گپھا کے دہانہ پر بیٹھ کر بات چیت بھی کر لیا کرتے تھے جب اُن کے تقدیس کی شہرت دور دور پہونچی رائے گگن چندر بہادر۔ افسر محکمہ افیون غازی پور کے توسل سے ہم کو بھی سادھو کے درشن کا موقع ملا ××× میں (سوامی وویکانند) نے پوچھا "آپ گپھا سے باہر نکل کر دنیا کا اُپکار کیوں نہیں کرتے۔ اُپدیش دیجئے۔ اُن کو بہتری کا راستہ دکھلائیے"، اس پر بابا نے نہایت سادگی اور انکساری سے کہا:۔

"سنو۔ ایک مرتبہ ایک بدکار شخص کسی جُرم کی وجہ سے گرفتار ہو گیا۔ اور اُس کی ناک کاٹ لی گئی۔ ناک کٹ جانے کی وجہ سے اُس کو اِس قدر غیرت آئی کہ وہ جنگل میں گیا۔ اور زمین پر شیر کا چمڑا بچھا کر رہنے لگا۔ جب کسی کو دیکھتا دھیان کا بہانہ کر لیتا۔ وہ لوگوں سے دور ہٹا جاتا تھا۔ مگر اسکی خلوت نشینی کیوجہ سے بہت سے لوگ خود بخود اس کے پاس آنے لگے۔ اور سنت سمجھ کر اس کی عزت کرنے لگے۔ یہاں بھی اس کی زندگی عیش و عشرت میں بسر ہونے لگی۔ برسوں گذر گئے۔ اور آدمیوں کو خواہش ہوئی کہ وہ اُن کو اپنا شاگرد بنائے۔ ایک نوجوان شخص نے بڑی لجاجت سے درخواست کی اور جب وہ مجبور ہوا۔ اُس نے کہا کل ایک تیز اُسترہ لاؤ تب تم کو شاگرد بنایا جائیگا۔ جوان کو چونکہ شاگردی کے شوق نے اندھا بنا دیا تھا۔ اُسترہ لے کر صبح ہی آ پہونچا۔ وہ شخص اس کو گھنے جنگل میں لے گیا۔ اور اُسترہ سے اُس کی ناک کاٹ کر کہا "نے آج سے تو میرے مت کا چیلا بن گیا۔ اب تو اپنی باری پر اوروں کو چیلا بنایا کر"۔ نوجوان کے شرم کی حالت کچھ نہ پوچھو۔ مگر وہ گورو کا حکم پا کر مستعدی سے شاگرد بنانے لگا۔ یہاں تک کہ نکٹوں کا جُدا فرقہ ہی ملک میں قایم ہو گیا۔ اور کثیر التعداد آدمی اُس میں شریک ہو گئے۔ کیا تم بھی

چاہتے ہو کہ میں اسی طرح کسی مت کا موجد ہوں؟

اس کے بعد جب اور سوال وجواب ہوئے سادھو نے سنجیدگی سے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ۔ انسان صرف جسم ہی کی مدد سے اُپدیش دے سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جسم کی حرکت کے بغیر۔ بلا جنبش لب ایک شخص کے دل کو دوسرے شخص کے دل سے اُپدیس ملے "۔

دوسری مرتبہ میں نے پوچھا آپ بڑے یوگی ہیں پھر کیوں کرم کرتے ہیں۔ کیونکہ کرم تو مبتدیوں کے لئے ہے " سادھو نے سنجیدگی سے جواب دیا " یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ کرم اپنے ہی فایدہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ کیا دوسروں کے لئے کرم نہیں کیا جاتا۔"

ایک مرتبہ اُن کے آشرم میں چور آیا۔ مگر اُن کی صورت دیکھ کر ڈر گیا۔ اور جو کچھ چرا لیا تھا۔ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ باباجی اس کا اسباب ہاتھ میں لئے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے دوڑے اور کئی میل تک برابر دوڑ نیکے بعد اُس سے مل کر کہا۔ "بھائی! تم اپنا اسباب تو لئے جاؤ۔ یہ میرا نہیں ہے تمہارا ہے "!

ایک دفعہ ان کو زہریلے سانپ نے کاٹ کھایا۔ دیر تک مُردہ کی طرح بیہوش پڑے رہے۔ جب ہوش آیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہنے لگے "یہ سانپ میرے ستر ہی کے یہاں سے تو آیا تھا "۔

باباجی میں حد درجہ کی حلیمی وسلیم الطبعی موجود تھی۔ پیار ومحبت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ وہ تمام بیماریوں کو ایشور کا قاصد سمجھتے تھے۔ اور نہایت مصیبت وتکلیف کی حالت میں بھی کبھی بُرے کلمے زبان سے نہیں نکالتے تھے۔

اِس پریم وبھگتی کا اثر تمام آدمیوں پر حاوی ہوگیا۔ ارد گرد کے گانوں والے تسلیم کرتے ہیں کہ باباجی کی وجہ سے اُن کی دلی حالت میں بڑی تبدیلی آگئی۔

وہ کچھ عرصہ بعد پھر گپھا میں بند رہنے لگے - دروازہ نہیں کھلتا تھا - اندر ہی سے جواب دیا کرتے تھے - چونکہ ہون کرنے کے زیادہ شائق تھے - جب گپھا سے دھواں نکلتا - آدمی سمجھ جاتے کہ باباجی پوجا کر رہے ہیں ÷

ان میں ایک خصوصیت اور بھی تھی - چھوٹے چھوٹے کام تک کو بڑی توجہ سے انجام دیا کرتے تھے اور پوجا پاٹ کی چیزیں خوب صاف رکھتے تھے آپ فرماتے تھے "جن کے ذریعہ پوجا کی جاتی ہے - اُن کو احتیاط سے رکھنا ضروری بات ہے۔"

منکسر المزاجی مصنوعی نہیں تھی - بلکہ اصلی اور قدرتی تھی - اور اس میں ان کے دل کا اصلی جذبہ شامل رہتا تھا - ایک مرتبہ کہنے لگے "ایشور اُن لوگوں کی دولت ہے - جن کے پاس کچھ نہیں ہے - اور جنہوں نے اپنے روح کے خیال کو اُس کی ہستی پر نثار کر دیا ہے -

وہ کسی کو اُپدیش نہیں دیتے تھے - کیونکہ اُپدیشک ، وگورو بننے سے پرہیز تھا - اور گورو بننے سے اُن کو دوسروں پر اپنی فضیلت و بزرگی قایم کرنی پڑتی تھی - لیکن جب کبھی کسی نے اُن کو وہ چھیڑ دیا - پھر اُپدیش کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا - تاہم وہ براہ راست اپنی شخصیت کو درمیان میں لا کر بات چیت نہیں کرتے تھے -

قد کے لمبے اور جسم کے موٹے تازے تھے - ایک آنکھ سے یہہ معلوم ہوتا تھا - عمر ابھی زیادہ نہیں ہے - آواز میٹھی اور سریلی تھی دس برس تک یک لخت وہ کسی سے ملے بھی نہیں - اُس زمانہ میں چند اُبالے ہوئے آلو - اور تھوڑا سا مکھن اُن کی گپھا کے دروازہ پر رکھ دیا جاتا تھا - اور وہ جب رات کو سمادھی سے کبھی کبھی فارغ ہوتے تھے اِنکو کھالیا کرتے تھے - سمادھی کے وقت انکی بھی ضرورت

نہیں رہا کرتی تھی

یہ زندگی۔ تقدیس۔ یوگ۔ پریم اور انکساری کی زندگی تھی۔

ایک دن گپھا سے ڈھوآں نکلنے لگا۔ اور اُس کے ساتھ گوشت کے جلنے کی بُو بھی آنے لگی۔ جب زیادہ لُو آنے لگی اور ناقابل برداشت ہو گئی۔ اور دھواں بھی بہت نکلنے لگا۔ آدمیوں نے مجبور ہو کر گپھا کا دروازہ توڑ ڈالا۔ اس مرتبہ سادھو نے اپنے آپ کو ہون کر دیا تھا اور زمین پر مُشت خاک کے سوا اور کچھ نہیں رہا تھا:۔

کالی داس شاعر نے کہا ہے "نادان بڑے آدمیوں کی حرکات کو اس لئے بُرا کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ غیر معمولی ہوتے ہیں۔ اور اُن کی سمجھ میں نہیں آتے۔ نہ وہ عام انسانوں کے سے ہوتے ہیں"۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں۔ جب سادھو نے دیکھا کہ آخری وقت آپہونچا ہے اس نے کسی دوسرے کو اپنے مرتک سنسکار کی تکلیف دینی گوارا نہیں کی اور ہوش و حواس کے رہتے ہوئے قدیم آریوں کی طرح اپنے جسم و دل کا ہون کر دیا:
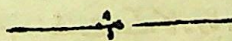
راجہ جنک اور ایک اُس کا شاگرد

جنک متھلا کا راجہ "راج رشی" کہلاتا تھا۔ اس وقت کے بڑے بڑے علماء اُسکے دربار میں رُوحانی عقدوں کو سُلجھانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ اکثر عابد دیار سا براہمن اُسکے شاگرد تھے۔ کیونکہ وہ 'برہم ودیا' میں لاثانی اور باکمال سمجھا جاتا تھا۔ جب کسی شخص کے عقدے حل نہیں ہوتے تھے۔ وہ جنک کے دربار میں آتا تھا۔ اور جنک پیار اور محبت سے اُس کو علم روحانی کا سبق پڑھایا کرتا تھا۔

ایک دن جب وہ تخت پر بیٹھا ہُوا دربار کر رہا تھا۔ ایک برہم چاری اُس کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا "مہاتمن! میں نے آپ کے کمال اور آپکی دریا دلی کے متعلق بہت سے قصے سُن رکھے ہیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آپ نہ صرف پیچیدہ روحانی معموں کے انکشاف کی اعلیٰ لیاقت رکھتے ہیں۔ بلکہ پرماتما کو بھی دکھا سکتے ہیں۔ اور اس پر بھی آپ پر دنیا کے الایشات کا اثر نہیں ہوتا۔ رات اور دن سلطنت کے کاروبار کی مصروفیت بھی آپکے دل میں انتشار نہیں پیدا کرتی۔ آپ ویدوں کے عالم ہو اگر ایک طرف دنیا کے راجے مہاراجے انتظامی معاملات میں آپکی صلاح و مشورہ کے محتاج رہتے ہیں تو دوسری طرف بڑے بڑے رشی اور یوگی آپ سے روحانیت کا سبق سیکھنے آتے ہیں۔ گھر میں رہ کر آپ گرہست آشرم کا سُکھ حاصل کرتے ہو میدان جنگ میں شیر کی طرح بھپرتے ہوئے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتے ہو۔ اصطبل، خزانہ سلطنت کے تمام کاروبار۔ سیر و شکار غرضیکہ ہر جگہ آپ کی

نگاہ رہتی ہے۔ اور کیا مجال۔ مکّار سے مکّار متصدی تو آپ کو حساب وکتاب کے معاملہ میں دھوکا دیجائے آپ غریب سے غریب آدمی کی بات سننے کے لئے وقت نکال لیتے ہو اور کبھی کوئی نہیں کہتا کہ راجہ جنک باوجود اس سرگرمی کے عدیم الفرصتی کا شاکی ہو۔ اور پھر بھی کہا جاتا ہے کہ تم برہمہ نشٹ ہو۔ ہر وقت تمہارا دل برہمہ میں لگا رہتا ہے۔ اے راجہ! یہہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور میں نہیں جانتا کیسے ممکن ہے۔ کہ راج دھرم وگرہست آشرم کے پریشان کرنیوالے کام دہندوں میں رہ کر بھی آپ اپنے دل کو ضبط میں رکھ سکتے ہو۔ میں اسی مشکل معمہ کے حل کرنے کے لئے آپکے پاس آیا ہوں"۔

جنک نے کہا "اے رشی! تیرا خیال سچ ہے۔ دنیا دار اور عابد کی زندگی کے کاروبار جدا گانہ ہیں اُنکے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مگر ایسے بھی طریقے ہیں جن میں دونوں کام خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ انجام پاسکیں مگر لفظوں کے سلسلہ میں اُن کی وضاحت مشکل ہے اور تاوقتیکہ انسان عملی پیرایہ میں اُن کو دیکھ لے اسکی سمجھ میں آنا بھی دشوار ہے اگر تم میرے کہنے کے موافق عمل کرو تو البتہ میں تمہارے سوال کا قابل اطمینان جواب دے سکونگا"۔

برہمہ چاری نے کہا "میں ہر طرح پہ حاضر ہوں۔ جو کچھ آپ فرمادینگے میں بجا لاونگا"۔

جنک نے اُسی وقت اُس سادھو کے ہاتھ میں پارہ سے بھرا ہوا طشت رکھ دیا۔ فقیر کے کمر سے صرف ایک لنگوٹی بندھی تھی۔ اور چار سپاہیوں کے ہاتھ میں ننگی تلوار دے کر کہا۔ جاؤ۔ تم اِس سادہو کو شہر کے تمام گلی کوچے دکھا لاؤ۔ سڑکوں پر ہر قسم کے دلکش وخوبصورت تماشے موجود ہوں۔ ہر جگہ باجے بجنے

رہیں۔ جن چیزوں کے دیکھنے سے انسان خوش ہوجاتا ہے۔ سب اسکے ساتھ ہوں مگر اس بات کا خیال رکھو اگر اس طشت میں سے ذرہ بھی پارہ اچھل کر زمین پر جا پڑے تو اسی وقت اس کے سر کو تلوار سے کاٹ دو۔ یہہ میرا قطعی حکم ہے۔"

برہمہ چاری اِس حکم کو سنکر متعجب ہُوا۔ مگر چونکہ اُس نے خود راجہ سے التجا کی تھی اِس لئے اب پس و پیش کرنا مشکل تھا۔ کردہ خویش آمدہ پیش۔ خودکردہ را علاجے نیست۔

صبح کا وقت تھا۔ جب سادھو نے گشت کرنا شروع کیا۔ شام کے وقت وہ سپاہیوں کے ساتھ شاہی محل کی طرف واپس آیا۔ راجہ اُس وقت اپنے سندھیا میں مصروف تھا۔ جب وہ فارغ ہوا۔ فقیر کو ہاتھ میں تھال لئے ہوئے دیکھا یہہ شخص اس قدر اپنے خیال میں محو تھا۔ کہ اس کو راجہ کے آمد تک کی خبر نہیں ہوئی۔ جنک ہنسا اور اس کو حکم دیا "اب طشت زمین پر رکھ دو اور بیٹھ جاؤ۔"

جس جگہ اسوقت جنک بیٹھا ہوا تھا۔ وہ نہایت پاکیزہ اور خوبصورت جگہ تھی۔ جابجا پانی کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ کھلے ہوئے درختوں کی خوبصورتی دیکھ کر انسان کا دل ہشاس بشاس ہوجاتا تھا۔

جب برہمہ چاری بیٹھ گیا۔ جنک نے مسکرا کر اُس سے پوچھا "رشی! لوگ کہتے ہیں۔ میرا شہر بہت خوبصورت اور آباد ہے اور اُسکے دیکھنے کے لئے دنیا کے ملکوں کے سیاح آیا کرتے ہیں۔ میں نے اُس کو ہر طرح پر آراستہ کر رکھا ہے۔ آج تم دن بھر شہر کی سیر کرتے رہے یہہ بتاؤ کہ تم نے کیا کیا دیکھا" سادھو نے جواب دیا "مہاراج! میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ میرا خیال پارہ کے طشت میں لگا رہا۔" جنک بولا "بجا ہے۔ دیکھو۔ میں نے تمہارے آمد کی

تعظیم میں جابجا راگ اور گانے کے سامان مہیا کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ شہر کے گلی کوچہ میں تماشے ہو رہے تھے۔ خوبصورت عورتیں۔ جگہ جگہ پر تمہارے دیکھنے کے لئے کھڑی تھیں۔ ہاتھی۔ گھوڑے رتھ سب موجود تھے۔ دوکانیں نیچے سے اوپر تک آراستہ تھیں۔ ہیرے جواہر شیشہ آلات۔ سب موقع موقع سے سجائے ہوئے۔ مگر چونکہ تمہارا دل طشت کے پارہ کی طرف لگا ہؤا تھا۔ تم کسی طرف بھی مخاطب نہیں ہوئے۔ اور تھال کو ہاتھ میں لئے ہوئے تمام شہر کا چکر لگا آئے۔ اسی طرح اے سادھو! میرا حال ہے۔ میرا دل بھی پارہ کا طشت ہے۔ میں ہر وقت پرماتما کا دھیان رکھتا ہوں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اُس سے غافل نہیں ہوتا۔ اور یہہ سب دنیا کے سامان۔ راج کاج کے کام۔ لڑائی جھگڑے۔ عیش وآرام۔ مال و مال مجھ کو اپنی طرف نہیں رجوع کر سکتے ساری بات ضبط کی ہے۔ اگر انسان میں ضبط کرنے کی طاقت ہے۔ تو اُس کا دل غلام بنا رہتا ہے۔ اگر وہ ضبط نہیں کر سکتا تو قدم قدم پر اُس کو ٹھوکر ملتے ہیں۔ میری دانست میں یہہ گرہستیوں کا اعلیٰ معراج ہے "دل بایار دوست بہ کار"۔ اِس زندگی کا مقصد یہی ہے۔ کہ انسان صاحب ضبط بن کر پرماتما کے خیال سے ایک ایک دم کے لئے بھی غافل نہ ہو اور میں اسی اصول کا عامل ہوں۔ غالباً اب تیرے تمام شک وشبہات رفع ہو گئے ہونگے۔

برہمچاری نے راجہ کو نمسکار کیا اور شانتی، شانتی، شانتی، کہتے ہوئے جنگل کا راستہ لیا۔

اور کبیر صاحب فرماتے ہیں

اور سُرت بسری سکل ۔ رس دن رہوں امنگ
آؤ جاؤ کاسے کہوں ۔ من راناگورورنگ

سکدیوجی اور بچھو

ایک دن کا ذکر ہے ۔ کوئی سکدیوجی دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے کلی کر رہے تھے۔ اتفاق سے درخت کے کسی پتے سے چمٹا ہوا ایک بچھو پانی میں بہتا ہوا چلا آرہا تھا۔ بچھو بیقرار تھا۔ سکدیوجی نے اس کی حالت دیکھی اور دریا بہاؤ سے اس کو نکال کر باہر کر دیا۔ مگر بچھو نے اسی وقت اُن کو ڈنس مار دیا جس سے سکدیوجی کو کچھ تکلیف ہوئی۔ سکدیوجی بچھو کو باہر پھینک کر پھر ہاتھ منہ دہونے لگے۔ اتنے میں پھر وہی بچھو پانی میں اُسی حالت میں تیرتا ہوا نظر آیا۔ سکدیوجی نے پھر اُس کو اُٹھا کر پرے رکھ دیا۔ اور بچھو نے پھر اُن کو ڈنس مار دیا۔ جس سے سکدیوجی کا ہاتھ درد کے مارے جلنے لگا۔ مگر انہوں نے اس دفعہ بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔ تیسری دفعہ بھی یہی دشا ہوئی۔ ایک عورت کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اور اُن کے پاس آکر کہنے لگی۔ بیوقوف سادھو! تجھ کو اتنی تمیز نہیں ہے کہ بچھو ڈنس مارتا ہے۔ ایک مرتبہ دو مرتبہ تین مرتبہ تو نے اس کو پانی سے باہر نکالا اور اُس نے اس اُپکار کا یہ بدلہ دیا کہ تیرا ہاتھ سوج گیا اب بھی تو اپنی حرکت سے باز نہیں آتا۔ اور ناحق تکلیف اٹھاتا ہے۔ سکدیوجی نے سر اٹھایا۔ اور اس عورت کو نمسکار کر کے کہنے لگے "دیوی! میں سادہو ہوں۔ میرا دہرم یہ ہے کہ چاہے کوئی ہزار دکھ پہنچاتا رہے۔ میں اسکے ساتھ رحم و محبت سے پیش آتا رہوں۔ میں جانتا ہوں

بچھو ہمیشہ ڈنک مارتا ہی رہتا ہے۔ یہ اس کا سوبھاؤ ہے۔ مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ سادھو ہمیشہ بُروں کے ساتھ بھی پریم و اُپکار سے پیش آیا کرتے ہیں۔ یہ سادھو کا سوبھاؤ ہے۔ جب وہ اپنا سوبھاؤ نہیں چھوڑتا۔ تو میں کیسے اپنا سوبھاؤ چھوڑوں۔ جو شخص ناچنے کے لئے جیسی کچھ کاچھ کاچھتا ہے ویسا ہی ناچتا ہے۔ اور ویسا ہی اس کو ناچنا بھی چاہئے۔ اس دُنیا میں سب کے دھرم جُدا جُدا ہیں جو شخص تماشے کے لئے جیسا سوانگ بناتا ہے۔ اُس کو وہ تماشا پورا کر دکھانا چاہئے۔ ماتا تو مجھ کو اُپدیش دے رہی ہے میں تیرا احسان مانتا ہوں۔ مگر سادھو کے بانا کو کروں۔ میں کیسے کسی دُکھیا کے کام نہ آؤں۔ ورنہ لوگ مجھ کو کیا کہینگے۔ سادھو اگر دنیا داروں کی بُرائیوں کو دیکھ کر اُن سے نفرت کرنے لگے تو پھر وہ سادھو کہاں رہا۔ اس لئے اگر بچھو ڈنک مارتا ہے۔ تو میں اپنا پریم اس کو دیتا ہوں۔ یہ سادھو کا دھرم ہے۔ سب اپنے اپنے سوبھاؤ کے موافق ہی کام کرتے ہیں۔ میں بھی اپنے سوبھاؤ کے موافق کام کرتا ہوں۔ اس میں نادانی و بیوقوفی کی کیا بات ہے؟" عورت سکدیوجی کی بات سُن کر شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ اور پھر اپنے گھر چلی گئی۔

سکھ دیویں دُکھ کو ہریں۔ دور کریں اپرادھ
کہیں کبیر وہ کب ملیں۔ پرم سنیہی سادھ

اس سلسلہ کی دوسری کتابیں

(۱) گیان کلپدرم - ویدانت کی نایاب کتاب ضخامت ۵۳۲ صفحہ - قیمت عہ/ ۲
(۲) وچار کلپدرم - ویدانت (اودیت واد) مطالعہ کے قابل ہے - قیمت عہ/ ۲
(۳) چرتر کلپدرم - مہاتماؤں رشی منی راجا وغیرہ کے چرتر - قیمت ۔ ۔ ۔ ۱۰ /
(۴) یوگ کلپدرم - زندگی کے سراب کے نظارے - قیمت ۔ ۔ ۔ ۱۰ /
(۵) کتھا کلپدرم - بھکتی بھاو کی لاثانی کتاب - قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ /
(۶) برہم وچار کلپدرم - معرفت برہم کا وچار - اپنشدوں کا عطر (زیر ترتیب)
(۷) ویدانت کلپدرم -
(۸) رامائن کلپدرم
(۹) گیتا کلپدرم - (سارے گیتاؤں کا مکمل ترجمہ)
(۱۰) سرت شبد کلپدرم - سرت شبد یوگ کی کنجی -
(۱۱) وگیان کلپدرم - شیوجی کا اپنا انبھو معرفت و حقیقت کا نادر رسالہ

بہت جلد چھپینگی

سادھو ہوکے خریداروں کو خاص رعایت پرستی دیجاویگی

ملنے کا پتہ

منیجر سادھو سرسوتی بھنڈار

لاہور

دھنونتری اوشدھالیہ لاہور کی نایاب و مجرب دوائیں

عرق روح افزا - یہ عرق واقعی نہایت مفید شے ہے اس سے سر کا درد - آدھا سیسی - زکام - مرگی - کان کا درد - دانت کا درد - کھانسی خشک و تر - قبض کہنہ جی کا متلانا - کھٹی ڈکاریں بار بار آنا - تلی کا درد - کمر کا درد - پشت کا درد - دستوں کا جاری ہونا - بدبوئے دہن - بدبوئے بینی - نکسیر - ورم زبان - یہ سب بیماریاں آناً فاناً میں جاتی رہتی ہیں - ہر مرض میں برتیں اور جادو کا سا اثر دیکھیں - قیمت فی شیشی عہ

عرق الطحال - اس کے چند روز کے استعمال سے پرانی سے پرانی تلی جاتی رہتی ہے اور کسی قسم کے لیپ کی ضرورت نہیں پڑتی - صرف اس کا داخلی استعمال ہی اس موذی مرض کو جڑ سے کھو دیتا ہے - قیمت فی بوتل دو روپے +

تریاق الصداع - اس کے چند روز کے استعمال سے پرانے سے پرانا درد سر بالکل جاتا رہتا ہے - ذہن اور حافظہ کو بھی طاقت بخشتا ہے قیمت فی بوتل عہ ر

سفوف اقتباس طمث - حیض کا بند ہونا - یہی نہیں کہ خون حیض جاری نہ ہو بلکہ اسمیں حیض کا درد و تنگی سے آنا بھی شامل ہے اسکے استعمال سے بہت جلد فائدہ ہوتا ہے اور حیض کا درد و تنگی سے آنا بالکل موقوف ہو جاتا ہے قیمت فی بکس عہ ر

دوائی بواسیر - یہ موذی مرض بڑا پلید ہے ہم نے اس کیلئے بڑی مجرب اور لاجواب دوا تیار کی ہے جس کے چند روز کے استعمال سے خونی و بادی دونوں قسم کی بواسیر دور ہو جاتی ہے اور اگر بعد صحت اور چند روز تک اس کا استعمال کیا جاوے تو پھر یہ عارضہ دوبارہ نہیں ہوتا قیمت فی بکس عہ ر +

مینجر دھنونتری اوشدھالیہ لاہور (ملحق دفتر سادھو) چنگڑ محلہ

رجسٹرڈ ایل نمبر

ہو ورخشاں سرسوتی بھنڈار

سرسوتی بھنڈار

جلد ۳ - نمبر ۶

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء

دستور العمل

۱- سرسوتی بھنڈار کی اشاعت کی غرض ہندوؤں کے درمیان مذہبی و اخلاقی لٹریچر پیدا کرنا ہے +

۲- اس کی قیمت سالانہ للعہ ہے جو محنت و خرچ کے لحاظ سے بہت کم ہے +

۳- جو صاحب مستقل خریدار نہ بنیں گے۔ اور کوئی کتاب علیحدہ خریدنا چاہیں گے اُن کو وہ اُس قیمت پر ملیگی جو پشت کتاب پر لکھی رہیگی +

۴- رسالہ سادھو (اُردو) تین روپے۔ تتو درشی (ہندی) تین روپے۔ مارتنڈ (اُردو) ایک روپیہ۔ لکشمی بھنڈار (ہندی) عہ۔ اور پنجابی سوربا (گورمکھی) عہ۔ کے خریداروں کے ساتھ خاص قسم کی رعایت ملحوظ رہیگی۔ جو وقتاً فوقتاً اُن کے کالم میں مشتہر ہوتے رہیں گے +

۵- رسالہ ہر خریدار کے پاس صرف پیشگی قیمت آجانے پر بھیجا جاویگا۔ اور رسالہ کے ہر نمبر رکے وی پی کے ذریعہ بھیجے جاویں گے۔ تاکہ راہ میں کھونے کا خوف ہے

۶- بیشتر کتابیں ایک ہی جلد میں نکالی جائینگی۔ اگر زیادہ ضخیم ہوئیں تو مجبوراً دو جلدوں میں چھاپی جاوینگی۔ جن صاحبوں کو مجلد کتاب منگوانی ہو۔ وہ اپنی رائے سے مطلع کر سکتے ہیں۔ اُن کے لئے صرف برائے نام قیمت لاگت کے حساب سے لی جایا کریگی +

۷- آئندہ خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہو +

گوری شنکر لال اختر
مینیجر سرسوتی بھنڈار لاہور

یاد حق کرنا ہے فقط سادھو کا کام + خلق کو رستہ دکھانا ہے فقط سادھو کا کام
سادھو
علم اخلاق - مذہب تواریخ و فلسفہ کا ماہوار رسالہ
قیمت ۱ر سالانہ
ایڈیٹر بابو شیو برت لال ورمن ایم - اے
اگر دہرم کرم کے معاملات سے واقفیت مطلوب ہے تو سادھو کو پڑھئے
اگر فلسفہ و درشن کے رموز سے دلچسپی ہے تو سادھو کو پڑھئے
اگر علم معرفت کے سر خفی جاننے کی خواہش ہے تو سادھو کو پڑھئے
سادھو میں فلاسفر و بھکتوں کی کہانیاں ہوتی ہیں +
سادھو میں وید و شاستر کے مضامین آتے ہیں
سادھو میں سنتوں کی بانی کی وضاحت کیجاتی ہے
سادھو میں یوگ - سانکھیہ و ویدانت کی تعلیم دیجاتی ہے
سادھو میں دویت و ادویت کا بھید بتایا جاتا ہے
اپنے طرز کا نرالا رسالہ "سادھو" ہے یہ مبالغہ نہیں ہے +
صرف اردو ہی نہیں بنگالی انگریزی ہندی و غیرہ کسی اور زبان میں سادھو کے ایسا نادر رسالہ نہیں نکلتا
سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ذرا بھی کسی کے مذہب کی نکتہ چینی و مخالفت سادھو میں نہیں کیجاتی
نمونہ منگا کر پڑھیئے تب یقین آئیگا نمونہ کی قیمت ۱ر
مینیجر سادھو لاہور

مارتنڈ
ہندوؤں کا اپنا ماہواری رسالہ
سب سے بڑھ کر ہے رسالوں میں ہمارا مارتنڈ
سب سے سستا سب سے اچھا سب سے پیارا مارتنڈ
اس کو ہندو ہیں عزیز اور ہندوؤں کو یہ عزیز
ہو نہ کیونکر قوم کی آنکھوں کا تارا مارتنڈ
سالانہ قیمت صرف عہ
ایڈیٹر بابو شیوبرت لال ورمن ایم۔ اے
(۱) مارتنڈ سستا ہے۔ اچھا ہے۔ دلچسپ ہے اور دل خوش کن ہے +
(۲) مارتنڈ مفید ہے نصیحت آموز ہے عقل آموز ہے اور خرد افروز ہے +
(۳) مارتنڈ کو خاص و عام۔ اعلےٰ ادنےٰ۔ امیر غریب۔ رئیس و رعیت سب پڑھتے ہیں
(۴) مارتنڈ میں علمی اخلاقی و تواریخی مضمون ہوتے ہیں +
(۵) مارتنڈ میں ناول۔ قصے کہانیاں درج ہوتی ہیں +
(۶) مارتنڈ میں دلگی لطیفے معمے سب داخل کئے جاتے ہیں
(۷) قومی معاملات سے دلچسپی لینی ہو تو مارتنڈ کو ضرور پڑھئے +
(۸) ہندو تواریخ کے روشن پہلو دیکھنے ہوں تو مارتنڈ کو ضرور دیکھئے +
(۹) ہندو رسم و رواج۔ ہندو کرم دھرم ہندو جاتی بیوہار کے حالات جاننے ہوں تو مارتنڈ کو ضرور منگائیے
المشتہر
مینیجر مارتنڈ لاہور جینگر محلہ
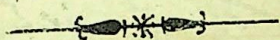
سرسوتی بھنڈار | بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء | جلد ۱۔ نمبر ۶

برہم وچار کلپدرم

برہم کی ماہیت پر واضح و مفصل

ویاکھیان

از

بابو شیو برت لال ورمن ایم۔ اے

ایڈیٹر

"سادھو" "تتو درشی" "سرسوتی بھنڈار" "مارتنڈ"

"لکشمی بھنڈار"

لاہور

نذر

مکرمی منشی سورج نرائن صاحب مہر دہلوی

آپ مجھ کو الزام دیتے رہتے ہیں کہ میں نے آپ کو زبردستی
مصنف بنا دیا۔ میں کہتا ہوں۔ آپ مجھ کو زور دے دے کر
لکھنے کے لئے مجبور کرتے رہتے ہیں۔ آپ جب ملتے ہیں نئی
تجویز سوچتے ہیں آپ جب باتیں کرتے ہیں اس کے پردے
میں نئی تحریک رہتی ہے۔ اور یہ سرسوتی بھنڈار کا سلسلہ ہی
آپ کی تحریک و تجویز کا بدیہی نتیجہ ہے چونکہ منجملہ اور تحریرات
کے برہمہ کلپدرم بھی آپ کے منشا سے لکھا گیا ہے میں محبت
اور تعظیم کے ساتھ آپ ہی کو نذر کرتا ہوں +

شیو

فہرست مضامین

برہمہ وچار کلپدرم

مضمون	نمبر صفحہ
نذر	۱۳
دیباچہ	۱۴
پہلی شاکھا	
پہلی منجری	۱۹
سوال	
جواب	
در ہدارنیک اُپنشد۔ تیسرا ادھیاء۔ براہمن ساتواں	۲۴

مضامین	نمبر صفحہ
دوسری منجری	۲۸
سوال	
جواب	
وریہدارنیک اُپنشد۔ چوتھا ادھیاء۔ پانچواں براہمن	۳۳
تیسری منجری	۳۸
سوال	
جواب	
وریہدارنیک اُپنشد۔ دوسرا ادھیاء۔ پانچواں براہمن	۴۱
چوتھی منجری	۴۵
سوال	
جواب	
وریہدارنیک اُپنشد۔ پہلا ادھیاء۔ تیسرا براہمن	۴۷
پانچویں منجری	۵۴
سوال	
جواب	
وریہدارنیک اُپنشد۔ ادھیاء دوسرا۔ براہمن تیسرا	۵۶
چھٹویں منجری	۵۸
سوال	
جواب	
وریہدارنیک اُپنشد۔ چھٹواں ادھیاء۔ پہلا براہمن	۵۹

مضمون	نمبر صفحہ
ورہدارنیک اُپنشد - ادھیاء تیسرا - براہمن آٹھواں	۶۲
ورہدارنیک اُپنشد - ادھیاء تیسرا - براہمن چھٹا	۶۵
ورہدارنیک اُپنشد - پہلا ادھیاء - براہمن چھٹا	۶۶
ساتویں منجری	۶۷
سوال	
جواب	
ورہدارنیک اُپنشد - ادھیاء دوسرا - براہمن پہلا	۶۸
آٹھویں منجری	۷۴
سوال	
جواب	
ورہدارنیک اُپنشد - ادھیاء پہلا - چوتھا براہمن	۷۵
نویں منجری	۸۲
سوال	
جواب	
دوسری شاکھا	
منجری	۹۱
سوال	
جواب	
مانڈوکیہ اُپنشد	۹۶

مضمون	نمبر صفحہ
تیسری شاکھا	
منجری	۹۸
سوال	
جواب	
واجسنیئی اُپنشد	۱۰۰
چوتھی شاکھا	
پہلی منجری	۱۰۳
سوال	
جواب	
کین اُپنشد۔ پہلا کھنڈ	۱۰۳
دوسری منجری	۱۰۴
سوال	
جواب	
کین اُپنشد۔ دوسرا کھنڈ	۱۰۵
تیسری منجری	۱۰۵
سوال	
جواب	
کین اُپنشد۔ تیسرا و چوتھا کھنڈ	۱۰۶

مضمون	نمبر صفحہ
پانچویں شاکھا	
پہلی منجری	۱۰۸
سوال	
جواب	
منڈک اُپنشد۔ دوسرا منڈک ۔ پہلا کھنڈ	۱۰۹
دوسری منجری	۱۱۰
دوسرا منڈک ۔ دوسرا کھنڈ	۱۱۰
تیسری منجری	۱۱۲
تیسرا منڈک ۔ پہلا کھنڈ	۱۱۲
چھٹویں شاکھا	
پہلی منجری	۱۱۴
سوال	
جواب	
کٹھ اُپنشد۔ تیسری وّلی	۱۱۵
دوسری منجری	۱۱۶
کٹھ اُپنشد۔ چوتھی وّلی	۱۱۶
تیسری منجری	۱۱۸
کٹھ اُپنشد۔ پانچویں ولی	۱۱۸

چوتھی منجری ۱۲۱
کٹھ اُپنشد چھٹویں وّلی . . . . ″

ساتویں شاکھا

پہلی منجری ۱۲۴
سوال
جواب
چھاندوگیہ اُپنشد۔ آٹھواں پرپاٹھک کھنڈ ۷ تا ۱۴ . . . . ۱۲۵
دوسری منجری ۱۳۱
چھاندوگیہ اُپنشد۔ ساتواں پرپاٹھک کھنڈ ۱ تا ۲۶ . . . . ″
تیسری منجری ۱۴۴
چھاندوگیہ اُپنشد۔ چھٹواں پرپاٹھک۔ کھنڈ ۱ تا ۱۶ . . . . ″

آٹھویں شاکھا

پہلی منجری ۱۵۶
سوال
جواب
پرشن اُپنشد۔ پہلا پرشن۔ نمبر ۷ تا ۱۶ . . . . ۱۵۷
پرشن اُپنشد۔ دوسرا پرشن۔ نمبر ۶ تا ۱۱ . . . . ۱۵۹
″ ۔ تیسرا پرشن۔ نمبر ۳ تا ۹ . . . . ″
″ ۔ چوتھا پرشن۔ نمبر ۲ تا ۹ . . . . ۱۶۱

دیباچہ

برہمہ وچار کلپدرم

برہمہ کا وچار جس خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ اُپ نشدوں میں کیا گیا ہے۔ ویسا دنیا کے کسی کتاب میں نہیں ہے۔ اس خصوصیت میں اُپ نشد لاثانی ہیں۔ کون جانے کتنے ہزار برسوں سے یہ کروڑوں انسان کے زندگیوں کے تسلی کی باعث رہی ہیں۔ اور اس تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں جس کا آج کل لوگ بڑے دعوے کے ساتھ ذکر کیا کرتے ہیں۔ ان سے بہتر برہمہ کے ودیا میں کہیں ان سے بہتر خیالات ظاہر نہیں کئے۔ جہاں اور جس اونچائی پر اُپنشد بولتے ہیں وہاں کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوتی اور جس خوبصورتی کے ساتھ یہ برہمہ کی حقیقت ذہن نشین کراتی ہیں۔ ویسا اور کسی طرح ممکن نہیں ہے انسان کو توجہ کے ساتھ ذرا شرون اور منن کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر آپ ہی سچائی کا ساکشاتکار ہونے لگتا ہے۔ علم عرفان کے کتب خانہ میں اس وجہ سے اُپنشدوں کو صدر درجہ کی وقعت کا رتبہ حاصل ہے +

ہندوؤں میں اُپنشدوں کو وہی رتبہ حاصل ہے جو ویدوں کو ہے۔ بلکہ منتر بھاگ کی طرح لوگ ان کو بھی شروتی کہتے ہیں۔ اور درشن کاروں نے بھی اسی لفظ سے ان کو یاد کیا ہے۔ اُپ کے معنی رہسیہ۔ گپت ودیا۔ اور بیٹھ کر (گورو کے مکھ دوارا) گیان سیکھنے کے ہیں۔ ہندوؤں کا گیان کانڈ صرف اُپنشد ہیں اور ان میں ادویت برہمہ کا وچار ہے۔ یہ اصلی ویدانت کہلاتے ہیں۔ ویدانت

لفظ سے مراد ہے وید کا انت۔ یعنی جہاں وید (کرم کانڈ) خاموش ہوتا ہے۔ وہاں اُپنشدوں کے گیان کی صدا بلند ہوتی ہے۔ ہندوؤں میں ویدوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ منتر بھاگ۔ براہمن بھاگ۔ اور اُپنشد بھاگ جس میں آرنیک بھی شامل ہیں۔ ان کے بالترتیب حیثیت پر بحث کرنا فضول ہے۔ اس موقع پر ہم کو بالکل ضرورت نہیں ہے کہ ہم ان میں سے کسی کو زیادہ وقعت دیں۔ یہ کام ہم عالم پنڈتوں کے حوالے کرتے ہیں اور اس میں کچھ انہیں کو مزہ آتا ہے ہم صرف اس قدر اپنے پڑھنے والوں کو جتلانا چاہتے ہیں کہ منتر بھاگ کا بیشتر حصہ کرم کانڈ سے متعلق ہے۔ گو وہ بھی گیان کی تعلیم سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ خود منتروں میں کئی حصے ایسے موجود ہیں جو اُپنشد کہلاتے ہیں۔ جہاں وید کا منتر بھاگ کرم کانڈ سے متعلق ہے۔ وہاں یہ سمجھ لینا چاہئے۔ اُپنشد صرف گیان کانڈ سے سمبندھ رکھتے ہیں۔ کرم پرستش کا پہلا زینہ ہے۔ دوسرا اُپاسنا ہے تیسرا گیان ہے کرم سے یہاں ہر قسم کا کرم مراد نہیں ہے بلکہ کرم وید کے ودھی مارگ کو کہتے ہیں اور اس لئے ایسے موقعوں پر کرم کے اصطلاح کو قانون ضرورت کے معنی پہناتا یا اُس کو کرم فلاسفی سمجھنا غلط فہمی ہوگی۔ کرم۔ گیان اور اُپاسنا اصل میں انسان کے عقلی و دلی جذبات کے اظہار کے تین مختلف زینے ہیں۔ اور ان کو اسی معنی میں سمجھنے سے غلط فہمی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اُپنشدوں میں کہیں کہیں کرم اور اُپاسنا پر بھی بحثیں آئی ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی اُپنشدوں میں صرف گیان ہی پر وچار کیا گیا ہے +

مغربی علما کا خیال ہے کہ اُپنشدوں کو ویدوں کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ کیونکہ وید عناصر پرستی کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ جس کو لوگ عناصر پرستی کہتے ہیں وہ اصل میں ایسا نہیں ہے بلکہ اصلیت یُوں ہے

کہ رشیوں نے کسی خاص منتر کو نگاہ کے سامنے رکھ کر وچار کیا ہے اور یہ عنصر یا تو صرف ایک طرح کے چنھ یا نشان ہیں۔ اور اگر اس طرح سمجھ کر کرم۔ اُپاسنا اور گیان کے مسایل پر بحث کی جائے تو سارے وہم اور شکوک خود بخود دور ہو جاتے ہیں +

اُپنشد ویدانت ہیں۔ ویدانت میں لوگوں نے اُپنشد۔ گیتا۔ اور برہمہ سوتر کو شامل کیا ہے۔ یہ تینوں تین پائے کہلاتے ہیں۔ اس سے ہم کو یا اور کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ در اصل یہ تینوں ویدانت کی نہایت خوبصورتی کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں۔ تاہم سب میں اُپنشدوں کا درجہ بہت اونچا ہے اور وہ سب سے زیادہ قدیم اور مستند ہیں +

جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ویدانت صرف عالموں کے لئے ہیں۔ اور اُن کے مطالعہ سے دنیا کی طرف سے بے پروائی ہو جاتی ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ یہ صرف سُنی سنائی بھرم کی باتیں کرتے ہیں۔ ورنہ گیتا ہی کو دیکھئے۔ اُس میں بھگوان سری کرشن جی نے کس طرح ان غلطیوں کی تردید کی ہے۔ ویدانت اصل میں عملی فلسفہ ہے۔ اور اُس کا نور اور عملی ظہور ہر خاص و عام کے عملی زندگی میں نظر آسکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی شخص اُس کا نادان عالم نہ ہو بلکہ عامل بھی ہو۔ اور ویدانت کی رُوح کے جذب کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ ویدانت یہ نہ کبھی کہتا ہے کہ خارجی دُنیا سے آنکھیں میچ لو۔ اور نہ وہ کسی کو ہدایت کرتا ہے کہ کاہلی کی زندگی بسر کرو۔ جو ظاہری ویدانتی سُستی اور غفلت کے زر خرید غلام نظر آئیں اُن کی نسبت یہ سمجھ لو کہ اُن کو ویدانت پر کبھی وچار کرنے کا موقع ہی نہیں ملا ہے میرا یہ دعوےٰ ہے کہ جو ویدانت کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ زندگی کے کاروبار میں وہی اچھی طرح ہاتھ پاؤں بھی مار سکتا ہے۔ اصلیت کا سمجھنے والا ہی سچا کام کر یگا

وہ بیخوف ہوگا۔ با اخلاق اور با اُصول ہوگا۔ اور جس کو سچائی سے خبر ہی نہیں وہ
نہ دین کا ہوگا نہ دنیا کا ہوگا۔ نادان اتنا بھی تو نہیں غور کرتے کہ ویدانت کی
تعلیم ارجن کو کرشن بھگوان نے عین میدان جنگ میں دی ہے۔ جس سے زیادہ
مصروفیت اور سرگرمی کا وقت اور کیا ہوگا۔ ویدانت کا جاننے والا نفع و نقصان
کو سمجھتا ہوا کسی حالت میں نہ تو غرور کے ناقص دام میں پھنسیگا نہ پست ہمت
بنیگا۔ اس کی زندگی خود شاندار زندگی ہوگی۔ دنیا کے تمام فلسفوں میں ویدانت
ہی ایک ایسا فلسفہ ہے جو انسان کو مشاہدہ اور تجربہ کے دنیا میں کام کرنے
کی لیاقت اور قابلیت بخشتا ہے۔ باقی اور سب لفظی گورکھ دھندے ہیں
ویدانت اگر ایک طرف لوک میں کام کرنے کے قابل بناتا ہے تو دوسری طرف
وہ پرلوک کے اصلی مطلب سے ناواقف نہیں رہنے دیتا۔ اور انسان کو جیتے
جی بندھن سے آزاد رکھ کر اسی زندگی میں موکش کا پھل دیتا ہے +

اُپنشد یا ویدانت سے بہتر دنیا میں علم اخلاق و تہذیب نفس کی تعلیم ہی
کسی جگہ نہیں ہے۔ اور ہو بھی کیسے سکتی تھی جس قدر اور جگہ اخلاق کے
اُصول سکھائے گئے ہیں۔ وہ بطور خود دنیا کے معمولی کاروبار کے نظر سے
سکھائے گئے ہیں تاکہ مجلسی انتظام کی حالت درہم برہم نہ ہو۔ بس۔ اس سے
زیادہ اور اُس میں کچھ نہیں ہے اور اس سے زندگی کے مقصد کی تکمیل کی
صراحت نہیں ہوتی۔ لوگ کہتے ہیں نیکی کرو۔ سوال یہ کیا جاتا ہے۔ ہم آخر
کیوں نیکی کریں؟ جواب دیا جائیگا۔ تاکہ سوسائٹی کے انتظام و آسائش میں
خلل نہ واقع ہو۔ پھر سوال کیا جائیگا۔ اس سے ہم کو کیا۔ اگر ہم لوٹ پاٹ
کر کے کما سکتے ہیں خوش رہ سکتے ہیں۔ تو ہم سوسائٹی کی فکر کیوں کریں۔ کیوں
نہ اپنے ذاتی سکھ کے سامان اکٹھا کریں۔ اور اسی اُصول پہ چارواک ناستک

نے اپنے تعلیم کی بنیاد رکھی تھی۔ مگر ویدانت کہتا ہے۔ نہیں۔ تم کو اس لئے بااخلاق ہونا چاہیئے۔ کہ خود تم تکلیف نہ اُٹھاؤ۔ یہ تمام کائینات خود تمہاری ہی ذات ہے جیسے جزویات کے عالم میں تمہارے ایک عضو کے دُکھی ہونیسے سارا جسم دُکھی ہو جاتا ہے ویسے ہی سنسار میں پرائی ماتر کے دُکھی ہونے سے تم کو دُکھ پہنچیگا کیونکہ وہ تمہارا ہی انگ ہے ویدانت کی تعلیم کو اگر اس نقطہ سے بھی دیکھا جائیگا۔ تو اسکو سب پر فوقیت کا رتبہ حاصل ہے اسمیں مغایرت اور دویت بھاو نہیں ہے اسمیں ہر پہلو سے اتحاد اور ادویت بھاو ہے اور اُس کے عالمگیر اُصول کی تعلیم سے دُنیا میں خوشی اور بہتری کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں +

اُپنشدوں میں برہم کی ماہیت پر جو وچار کیا گیا ہے وہ عام مذہبوں کے وچار سے مختلف ہے۔ برہم لفظ ادویت پد کا واچک ہے۔ ویدانت شیر کی طرح گرجتا ہوا للکار للکار کر کہتا ہے کہ اصلیت صرف ایک ہے دو تین یا چار نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اصلیت کو دو تین چار مانیگا۔ تو اُس کا ماننا بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ دو تین چار ہستی مکمل ہستی نہیں ہو سکتیں۔ وہ جب ہونگی غیر مکمل اور ناقص ہونگی۔ اور محدود ہونگی اور ناقص اور محدود شے ہمیشہ فانی ہوگی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے اور وہ غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ ویدانت بتاتا ہے کہ جزویات اور فروعات سے نظر ہٹا کر کُل اور اصل کی طرف رجوع کرو۔ اُس وقت خود بخود یہ معمہ حل ہو جائیگا۔ جزویات اور فروعات صرف پرپنچ یعنی مشاہدہ کے عالم میں ہیں۔ اصل میں اُن کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اُس کے مشہور روزمرہ کے مستعملہ اصطلاحات خود حقیقت کا انکشاف کرتے رہتے ہیں ویدانت کہتا ہے۔ برہم ست ہے۔ چت ہے آنند ہے۔ اسی ایک لفظ ست یعنی ہستی پر وچار کرنے سے صاف ظاہر ہو جائیگا۔ کہ وہ کیا ہے +

برہم ذات کا نام ہے۔ اس کے سمجھنے میں اکثر علماء اور حکمائے بھی

غلطی کھائی ہے - مادہ پرست تو ایسے گرے کہ زمین و آسمان میں کہیں بھی اُن کا ٹھکانا نہ لگا - یہ برہمہ کیا ہے اس مختصر کتاب میں شروع سے آخر تک اُسی پر وچار کیا گیا ہے پڑھنے والوں کو ممکن ہے یہ خیال ہو کہ اس میں مَیں نے بہت کچھ اپنی طرف سے ملایا ہوگا - اس میں شک نہیں کہ اُپنشدوں کے انتخابی بیانات کے پہلے میں نے کچھ نہ کچھ ضرور لکھ دیا ہے - مگر وہ صرف تمہیدی ریمارک ہیں جو پڑھنے والوں کو اُپنشدوں کے اصلی مراد کے سمجھانے میں مددگار ہونگے وہ کسی حالت میں اُپنشدوں کے مطالب کے مخالف نہیں ہیں - بلکہ سہولیت کے ساتھ اسطرح برہمہ کے متلاشیوں کو اُپنشد کے دروازے تک پہنچانے میں روشنی کا حق ادا کرینگے - جیسے کوئی کسی گمراہ کو ڈھارس دیتے ہوئے اُسکے مقصد کی جگہ پر لیجا کر پہنچا دیتا ہے - ارادہ تھا کہ یہ کتاب ذرا لمبی چوڑی ہو جائے مگر خوف تھا کہ کہیں پڑھنے والے اُکتا نہ جائیں - جہاں اُپنشدیں آپ بولتی ہیں وہاں میں نے سننے والوں کو اشارہ کی اُنگلی دکھا کر خاموشی اختیار کر لی ہے تاکہ وہ چاہنے والے خود دوبدو ملکر اچھی طرح ملاقات کا حظ اُٹھائیں - میں نے کُل مستند اُپنشدوں کا ترجمہ بھی مختصر تشریح کے ساتھ کر دیا ہے - جن کو علم عرفان کا شوق ہے وہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد جو دراصل اصل اُپنشدوں کا انٹروڈکشن ہے اُن کو پڑھیں +

میرے اُپنشدوں کا مکمل ترجمہ کو پبلک نے پسند کیا - مگر مکرمی منشی سورج نرائن صاحب مہر ہمیشہ ہدایت کرتے رہتے ہیں کہ تم ایک ایک اُپنشد کو بطور خود علیحدہ علیحدہ لیکر مفصل توضیح و تشریح کے ساتھ پڑھنے والوں کو دو - کام ذرا مشکل اور ٹیڑھا ہے - فرصت بھی کم ہے - لیکن اگر لوگوں کی رغبت ادھر ہوئی تو میں اس خدمت سے بھی دریغ نہ کرونگا +

"مشبو"

برہمہ وچار کلپدرم

پہلی شاکھا

در ہدارنیک اپنشد

پہلی منجری

سوال - برہمہ کیا ہے ؟

جواب - ایک آدمی حالت خواب میں ہے - سوپن دیکھ رہا ہے - خواب کے سلسلہ میں اُس کو ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں صورتیں نظر آتی ہیں - وہ اِن سب کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے - کہیں ندی نالے پہاڑ اور پربت دکھائی دیتے ہیں کہیں سمندر کی لہریں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں - ایک جنگل ہے اُس کا وار پار نہیں - بیشمار درخت لگے ہوئے ہیں - لاکھوں قسم کے چرند پرند اُچھل کود رہے ہیں - وہ اِن کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے - مختلف قسم کے آدمی - مختلف قسم کے حیوان - مختلف قسم کے دیوتا - اس سے سنتے ہیں اس سے بات چیت کرتے ہیں - ہاتھی گھوڑوں تک کو اس کے ساتھ بولنے کے لئے زبان مل جاتی ہے - قدرت کی نیرنگی کا تماشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے

خواب دیکھنے والا سوچتا ہے۔ وہ پتہ لگنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ سب سامان کیوں کیسے اور کہاں سے پیدا ہو جاتا ہے۔ طرح طرح کے خیالات دل میں گذرتے ہیں۔ تحقیقات اور تفحص کا میدان وسیع ہوتا جاتا ہے۔ مگر گتھی نہیں سلجھتی نہ ٹھیک ٹھیک پتہ چلتا ہے۔ آخر اُس کی نگاہ اپنی ذات کی طرف رجوع کرتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ جہاں وہ خواب کا دیکھنے والا ہے۔ ساتھ ہی خواب کے سامان بھی سب اُسی کے خیال کے دھاروں سے پیدا ہو ہو کر اپنا تماشہ دکھاتے ہیں۔ اِن کی ہستی کا مدار علیہ خود اُس کی ذات ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو کوئی تماشہ نظر نہ آوے اور تب جا کر اُس کو قرار آ جاتا ہے اور پھر خواب کے واقعات اور سانحات اُس کو پریشان نہیں کرتے۔ اور اُس وقت وہ اگر چاہے تو خود خواب کے اندر حالات پیدا کر کے اُن سے محفوظ اور شادکام ہو سکتا ہے +

بجنسہٖ اسی طرح اس جگت کا حال ہے۔ یہ جگت خیالی ہے۔ خیال سے آیا اسکے سوا اُس کی ہستی اور وقعت نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس کا علم نہیں رہا ہے انسان اس کو اپنے سے علیحدہ سمجھتا ہوا اِس کا ماخذ اِن کا باعث اور اِس کی ابتدا و انتہا کا پتہ کسی باہری طاقت میں تلاش کرتا ہے۔ اُس کو نہ صرف اُلٹا بھرم پیدا ہوتا جاتا ہے۔ بلکہ اُس کے جال میں آپ پھنس کر پریشان ہو جاتا ہے اور روتا چلاتا ہے۔ اور کسی اور طاقت سے جس کو اپنے سے علیحدہ سمجھ رہا ہے طلب مدد کرتا ہے۔ مدد نہیں ملتی اور پریشانی بڑھ جاتی ہے +

وہ صریح دیکھتا ہے کہ دُنیا میں کوئی بادشاہ ہے وہ اُس کی رعیت ہے وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں شاگرد ہوں کوئی میرا اُستاد ہے۔ میں لڑکا ہوں کوئی میرا ماں باپ ہے۔ سورج چاند ستارے سب کچھ اس کو دکھائی دے رہے ہیں۔ زمین اتنی لمبی چوڑی ہے۔ آسمان اتنا وسیع ہے کہ اُس کی

وسعت کا ماپنا سخت مشکل کام ہے۔ نظام شمسیوں میں کروڑوں چاند اور سورج ہیں۔ بیشمار حیوانات اور انسان اُن میں بستے ہیں۔ قانون۔ قاعدہ اور اُصول دین آئین اور طریقت سب کا اثر اُس پر پڑ رہا ہے۔ کیسے اس بات کی سمجھ آوے کہ وہ ہی سب کچھ ہے۔ اُس کو اپنی ذات کا علم ذرا بھی نہیں رہتا۔ اور وہ جتنا باہر کی طرف تلاش کرتا ہے اُتنی ہی پیچیدگیاں بڑھتی جاتی ہیں +

تمام مذاہب فلسفہ اور سائنس اُس کی باہر مُکھی تلاش کے نتیجے ہیں۔ کبھی وہ کسی طرف رجوع ہوتا ہے۔ کبھی کسی طرف۔ آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے۔ قدرت کے دیوتاؤں کے کاروبار ہیں اور وہ اُن کو پوجنے اور ماننے لگتا ہے مگر یہ پرستش بالعوض اِس کے کہ اُس کو اطمینان بخشتی زیادہ بےچینی پیدا کرتی ہے۔ اور وہ اصلیت کے سوچنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ بتدریج وہ اِس بات پر آتا ہے کہ کوئی بڑی طاقت ہے۔ جس کے ماتحت یہ تمام دیوتا کام کرتے ہیں۔ اور اسی جگہ سے گیان مارگ کی ابتدا ہوتی ہے۔ جس کو "نیتی نیتی" کہا جاتا ہے۔ جیسے

ایک زیادہ چمکتے ہوئے ستارہ کو دیکھ کر کوئی لڑکا کہے کہ یہی سب کا سردار ہے۔ مگر جب اُس سے زیادہ روشن ستارہ چمکنے لگے۔ تو وہ اُس کیطرف رجوع ہوتا ہے اور اُس کو سب کا افسر قرار دیتا ہے ویسے ہی بجنسہ اِسی طرح پر انسان نے گیان میں ترقی کی ہے۔ اس بڑے ستارہ کے بعد چاند روشن ہوا۔ اُس نے سوچا۔ بڑا ستارہ سارے ستاروں کا افسر نہیں ہو سکتا۔ چاند سب سے بڑا ہوگا۔ مگر صبح کے وقت اُس کی روشنی میں کمی دیکھ کر وہ سوچنے لگا۔ نہیں یہ نہیں ہے۔ کوئی اور اس سے بڑی طاقت سب کی مالک ہوگی۔ اتنے میں سورج آب و تاب کے ساتھ چمک اُٹھا۔ اُس نے کہا۔ یہ بیشک سب

کا فسر ہے - دوسرے نہیں ہیں اور اُس کی ستتی گانے لگا - مگر اُس میں بھی کمی بیشی دیکھی - دن کی روشنی اور رات کی تاریکی نے اُس کو خیال دلایا کہ نہیں - سورج بھی وہ نہیں ہے - آخر وہ سوچنے لگا - اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے جو سب کے پس پُشت رہکر اُن کو قاعدہ میں رکھتی ہے - اور وہ خیالی طور پر اُس کی اُپاسنا کرنے لگا - اور اس اُپاسنا کے سلسلہ میں طرح طرح کے طریقے اور کرم کانڈ وغیرہ پیدا ہوئے - جو اپنے وقت پر اور بھی زیادہ دقتوں کے پیدا کرنے والے ثابت ہوئے - اس اُپاسنا کا بہت بڑا نقص یہ تھا کہ اُس نے خوف پیدا کر دیا - اور ایشور کے خوف کے خیال نے بہشت - دوزخ - کرم - دھرم تفرقہ پردازی - فرقہ بندی اور سب کچھ بنا دیا - ایک طرف کرم کانڈ کا جال بچھا - دوسری طرف مذہبی جھگڑے شروع ہو گئے - مگر تلاش کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوا - اور ہم اکثر ویدوں کے منتروں میں اس قسم کے سوالات پاتے ہیں "یہ کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کس طرح پر آیا؟ کیسے قائم ہے؟" +

سوالات کا طومار ہے - جواب کم ملتے ہیں - باہر کی باتوں میں اطمینان کی صورت نظر نہیں آتی - باہری دیوتا - باہر کا رہنے والا ایشور پتہ نہیں دیتا - مجبور انسان اپنے اندر کی طرف زور کے ساتھ مایل ہوتا ہے - اور جس طرح گھنے بادلوں کے پاش پاش ہو جانے کے بعد سورج زور و شور کے ساتھ چمکنے لگتا ہے ویسے ہی حقیقت کا نور اُس کے اندر منور ہو کر سب کو نورٌ علیٰ نور کر دیتا ہے بھرم کی تاریکی کافور ہو جاتی ہے - اور اس مشکل معمہ کی حل کی صورت خود اُس کے اندر نظر آجاتی ہے - سوال اس کے دل میں پیدا ہوا تھا - جواب بھی اُس کے اندر تھا - غلطی سے یا بھرم سے باہر تلاش تھی - جب من تھک گیا - اپنے تہہ خانوں کے اندر گھسا - مقصد کی صورت دکھائی دی +

دوڑت دوڑت دوڑیا - جہاں لگ من کی دوڑ
دوڑ تھکے من تھر بھیا - وستو ٹھور کی ٹھور

باہر کیا تھا جو اُس کو ملتا؟ سب کچھ اندر تھا - سب کچھ اندر ہی سے نکلا تھا - سب کچھ اُس کے اندر تھا اور اس حالت کو دیکھ کر حقیقت اور معرفت کا متلاشی آتما جس خوبصورتی کے نغمہ کو مستی کے ساتھ گانے لگا - اُس کا بیان کوئی کیا کرے - وہ حقیقت کے راگ کو یُوں الاپتا ہے: "نہ اُس وقت یہ تھا نہ وہ تھا نہ آکاش تھا - نہ ہوا تھا - نہ اور کچھ ہی تھا - سب کس سے ڈھکا ہوا تھا - سب کس میں قایم تھا؟ موت وہاں نہیں تھی - نہ امرت ہی تھا - نہ رات اور دن کی تبدیلی تھی - صرف وہ تھا وہ سانس تھا - وہ بھرم کی ستا تھی - مگر اُس میں حرکت نہیں تھی" +

پتہ مل گیا - اصلیت کی جڑ ہاتھ میں آگئی - اور وہ پھر کس خوبصورتی کے ترانہ میں گاتا ہے "پہلے اندھیرا تھا - اندھیرا اندھیرا میں چھُپا تھا" شروع شروع میں وہ صرف تھا - وہ سب کا مالک ہستی کا خداوند - جگت کا آدھار وہ جو روحوں کا پیدا کرنے والا - طاقت کا آدھار - اُسی کو سارے دیوتا پوجتے ہیں - اُسی کی چھایا موت ہے - اُسی کی چھایا زندگی ہے - اُس کے سوا ہم کس کو پوجیں"؟ +

ممکن ہے تم کہو - اس خیال میں تو باہری ایشور کا خیال موجود ہے مگر نہیں - حقیقت تک پہنچا ہُوا آتما پھر مست ہو کر گانے لگتا ہے "اہم برہمہ اسمی" "وہ برہمہ میں خود ہوں - مجھ میں ہی اور مجھ سے ہی - یہ موت اور زندگی کے نظارے ہیں - کسی اور میں نہیں - میں ہی سب کا آدھار ہوں" +

جس طرح خواب دیکھنے والے نے اپنے کو خواب کا آدھار جان لیا - اور خواب

کی صورتوں کو محض اپنی خیالی پُھرنا سمجھ لیا - ویسے ہی یہ جگت - یہ سورج چاند اور ستارے یہ زمین و آسمان سب اُس کے ستا کی پُھرنا پرتیت ہو گئے - اور وہ ترپت ہو گیا +

اے چیلے! تو نے سوال کیا تھا - برہم کیا ہے؟ اور میں نے اُس کا جواب تجھ کو دے دیا - اِس تحقیقات اور سلسلہ کی پانچ باتیں ہیں - جس کو تو ذہن نشین کر لے - اوّل "ہستی سے ہستی نہیں پیدا ہو سکتی - ہستی ہی سے ہستی پیدا ہوتی ہے"۔ دوسرے "اصلیت کو تلاش کر جس میں پہلے ہونے بعد میں ہونے - اندر ہونے اور باہر ہونے کا امکان نہیں"۔ تیسرے "یہ ہستی لامحدود گیان ہے"۔ چوتھے "تمام شانتی اور سُکھ اِسی لامحدود میں ہے"۔ اور پانچویں یہ اصلیت یہ ستا تیرے اندر ہے باہر نہیں ہے تجھ میں ہے اور تجھ سے مختلف نہیں ہے - اور "وہ تو ہے" +

برہم کوئی اور حالت تیرے سوا نہیں ہے - تو آپ برہم ہے - اور میں تجھ کو بطور گواہی اُپنشد کے کلام سناتا ہوں سُن اِس تیرے انتریامی آتما کی نسبت یاگیہ ولکیہ اپنی کس خوبصورتی کے ساتھ مست ہو کر گاتا ہے :-

ورہدآرنیک تیسرا ادھیاء ساتواں براہمن

(۱) جو پرتھوی میں رہتا ہوا پرتھوی سے الگ ہے جس کو پرتھوی نہیں جانتی جس کا پرتھوی شریر ہے - جو پرتھوی کے اندر رہ کر اس کو قاعدہ میں چلاتا ہے یہ تیرا انتریامی آتما امرت ہے +

(۲) جو پرتھوی میں رہتا ہوا پرتھوی سے الگ ہے۔ جس کو پرتھوی نہیں جانتی۔ جس کا پرتھوی شریر ہے۔ جو پرتھوی کے اندر رہکر اس کو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ یہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۳) جو جل میں رہتا ہوا جل سے الگ ہے۔ جس کو جل نہیں جانتا۔ جس کا جل شریر ہے وہ جل کے اندر رہکر جل کو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۴) جو اگنی میں رہکر اگنی سے الگ ہے۔ جس کو اگنی نہیں جانتی جس کا اگنی شریر ہے۔ جو اگنی کے اندر رہکر اگنی کو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۵) جو انترکش میں رہ کر انترکش سے الگ ہے۔ جس کو انترکش نہیں جانتا جس کا انترکش شریر ہے۔ جو انترکش کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۶) جو وایو میں رہ کر وایو سے الگ ہے۔ جس کو وایو نہیں جانتا۔ وایو جس کا شریر ہے۔ جو وایو کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۷) جو دیو میں رہ کر دیو سے الگ ہے۔ جس کو دیو نہیں جانتا۔ جس کا دیو شریر ہے۔ جو دیو کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۸) جو سورج میں رہ کر سورج سے الگ ہے۔ جس کو سورج نہیں جانتا۔ جس کا سورج شریر ہے۔ جو سورج کے اندر رہکر سورج کو قاعدہ میں رکھتا ہے وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۹) جو دشاؤں میں رہکر دشاؤں سے الگ ہے۔ جس کو دشائیں نہیں جانتیں دشائیں جس کی شریر ہیں۔ جو دشاؤں کے اندر رہکر انکو قاعدہ میں رکھتا ہے یہ

تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۱۰) جو چندر تارا میں رہ کر چندر تارا سے الگ ہے۔ جس کو چندر تارے نہیں جانتے۔ جس کے چندر تارے شریر ہیں۔ جو چندر تاروں کے اندر رہ کر قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۱۱) جو آکاش میں رہکر آکاش سے الگ ہے۔ جس کو آکاش نہیں جانتا جس کا آکاش شریر ہے۔ جو آکاش کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۱۲) جو اندھیرے میں رہ کر اندھیرے سے الگ ہے۔ جس کو اندھیرا نہیں جانتا۔ جس کا اندھیرا شریر ہے۔ جو اندھیرے کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۱۳) جو آگ میں رہ کر آگ سے الگ ہے۔ آگ جس کو نہیں جانتی جس کا آگ شریر ہے۔ جو آگ کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے۔ اب جانداروں میں انتر آتما کہتے ہیں +

(۱۴) جو تمام جانداروں میں رہ کر تمام جانداروں سے الگ ہے۔ جس کو تمام جاندار نہیں جانتے۔ جس کے تمام جاندار شریر ہیں۔ جو سب جانداروں کے اندر رہکر انکو قاعدہ میں رکھتا ہے وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے۔ یہ اس کی جانداروں میں انتریامی پنا ہے۔ اب شریر میں انتریامی بتلاتے ہیں +

(۱۵) جو پرانوں میں رہ کر پرانوں سے الگ ہے۔ جس کو پران نہیں جانتا پران جس کا شریر ہے۔ جو پران کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہ تیرا آتما انتریامی ہے +

(۱۶) جو بانی میں رہ کر بانی سے الگ ہے۔ جس کو بانی نہیں جانتی جس

کا بانی شریر ہے - جو بانی کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے - وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۱۷) جو آنکھ میں رہ کر آنکھ سے الگ ہے - جس کو آنکھ نہیں جانتی آنکھ جس کا شریر ہے - جو آنکھ کے اندر رہ کر اس کو قاعدہ میں رکھتا ہے - وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۱۸) جو کان میں رہ کر کان سے الگ ہے - جس کو کان نہیں جانتا - جس کے کان شریر ہیں - جو کان کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۱۹) جو توچا میں رہ کر توچا سے الگ ہے - جس کو توچا نہیں جانتی جس کی توچا شریر ہے - جو توچا کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے - وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۲۰) جو وگیان میں رہ کر وگیان سے الگ ہے - جس کو وگیان نہیں جانتا جس کا وگیان شریر ہے - جو وگیان کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے - وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۲۱) جو بیج میں رہ کر بیج سے الگ ہے - جس کو بیج نہیں جانتا بیج جس کا شریر ہے - جو بیج کے اندر رہکر اسکو قاعدہ میں رکھتا ہے - وہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے - جو دیکھا نہیں جاتا اور دیکھنے والا ہے - جو سنا نہیں جاتا اور سننے والا ہے جو خیال میں نہیں آتا اور خیال والا ہے - جو جانا نہیں جاتا اور جاننے والا ہے اس سے بڑھ کر کوئی دیکھنے والا نہیں ہے اس سے بڑھ کر کوئی سننے والا نہیں ہے - اس سے بڑھ کر کوئی سوچنے والا نہیں - اس سے بڑھ کر کوئی جاننے والا نہیں - یہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے - اس کے سوا اور سب دکھی ہیں +

دوسری منجری

سوال - برہمہ کیا ہے ؟

جواب - برہمہ تو ہے - تیرے سوا دوسرا کون ہے اور کون ہو سکتا ہے - جب تک دوئی کا پردہ بیچ میں حایل ہے تو اُس کو اپنے سے علیحدہ سمجھتا ہے - جب پردہ اُٹھ گیا - نام کو بھی فرق باقی نہیں رہا - ہاتھ کہتا ہے - میں پاؤں نہیں - آنکھ کہتی ہے میں زبان نہیں - ناک اپنے آپ کو سب سے علیحدہ بتاتی ہے - مگر جب نظر وسیع ہو گئی - ہاتھ - پاؤں کان ناک سب جسم میں آ گئے - کون کس سے علیحدہ ہے - کون کس سے جدا ہے - ایک ہی ہستی ہے جو تمام جسم کو متحرک رکھتی ہے - اس ہستی سے جسم کا کوئی حصہ جدا نہیں سب جسم میں - کونسا عضو ہے جو جسم کی ستّا سے خالی ہے - اس ستّا کو علیحدہ کر لو - پھر نہ ناک ہے نہ کان ہے نہ زبان ہے نہ آنکھ ہے - وحدت میں کثرت کثرت میں وحدت - اسی طرح اسی برہمانڈ میں صرف ایک ستّا ہے - وہی سب میں ہے سب کچھ ہے اُسی میں کثرت اور وحدت کے تماشے ہیں اور وہ ستّا برہمہ ہے - اور وہ برہمہ تو آپ ہے - کوئی وقت ایسا نہیں آیا - جب تو برہمہ نہ رہا ہو نہ کوئی ایسا وقت آویگا - جب تو برہمہ نہ رہیگا - جو سب میں محیط سب کا پریرک اور سب کو قاعدہ میں چلانے والا ہے وہ برہمہ ہی تو ہے - دوسرا کون ہے - اس ستّا کے بغیر نہ سورج چمک سکتا ہے نہ آگ جل سکتی ہے - نہ ہوا چل سکتی ہے - نہ آکاش پھیل سکتا ہے نہ پرتھوی قائم ہو سکتی ہے - سب ایک میں ہے اور ایک سب میں ہے اور وہ ایک تو ہے - تو کب کسی سے ملا اور کب کسی سے جدا ہے تو نے محض اپنے خیال سے اپنے آپ کو محدود سمجھ رکھا ہے یہ سمجھ بھرم ہے - بھرم

کو دور کر دے اور تو اپنے نور میں آپ چمکتا ہوا نظر آویگا +

اگر تو محدودیت کے فرضی اور خیالی حالت پر بھی گہری نظر سے بھی نگاہ کرے تب بھی تجھ کو معلوم ہوگا کہ یہ سب پسارا تیرا ہے تجھ سے ہے۔ اور تیرے لئے ہے۔ بچہ دنیا میں پیدا ہوتے ہی سب کو اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے جو کچھ ہاتھ میں آ جائے سب منہ میں ہڑپ۔ کیونکہ اس کو دوئی کا وہم نہیں ہے وہ حالت اگیان کی ضرور ہے مگر دوئی کے خیال نہ ہونے سے اُس میں آنند ہے۔ اور وہ جو کام کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے۔ اس کو دوسرے کا خیال تک نہیں ہوتا۔ ہر چیز کو وہ اپنے ہی لئے چاہتا ہے۔ دوسرے کے حصہ کا اُس کو مطلق خیال نہیں رہتا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے سوا کسی کی ہستی کو محسوس نہیں کرتا۔ لڑکا بالغ ہوتا ہے شادی ہوتی ہے محدودیت کو عملی طور پر دھکہ لگتا ہے وہ اب کئی صورتوں میں نظر آنے لگتا ہے یہ استری ہے اس کی ہے یہ ماں باپ ہیں اس کے ہیں یہ لڑکے بالے ہیں اُس کے ہیں یہ سوسائٹی ہے اُس کی ہے۔ یہ راج ہے راجہ ہے اُس کے لئے ہے۔ یہ پولیس یہ مدرسے یہ کالج سب اُس کے لئے ہیں۔ گرہست آشرم میں داخل ہوتے ہی وہ سب کا اور سب اُس کے ہو جاتے ہیں۔ اور اُس کے تعلقات سارے ملک سے وابستہ ہوتے ہیں۔ میرا ملک۔ میری قوم۔ میری برادری۔ میرا راجہ۔ میری پرجا۔ میرا علم۔ میری عقل۔ ایسے الفاظ اُس کی زبان سے نکلتے ہیں۔ وہ ایشور کی پوجا کرتا ہے اپنے لئے۔ وہ وید پڑھتا ہے اپنے لئے۔ وہ قانون کی پابندی کرتا ہے اپنے لئے۔ وہ عزت و حرمت چاہتا ہے اپنے لئے۔ کون ایشور کو ایشور کے لئے پوجتا ہے؟ کون ویدوں کو ویدوں کے لئے پڑھتا ہے؟ کون نوکری نوکری کے لئے کرتا ہے؟ یہاں اُسی کی انانیت

قدم قدم پر کام کرتی ہے - مگر پھر بھی ابھی محدودیت کی ناقص تمیز موجود ہے
ذرا آگے بڑھا - نظر وسیع ہوئی - گھر بار چھوڑا - ایکانت سیون کیا - یوگ کے
شغل میں سمادھی کا مزہ چکھا - غور و فکر سے کام رہا - یہ سب کس کے لئے؟
اپنے واسطے - اوروں کے لئے نہیں - کیونکہ اپنی ہستی کا دبا ہوا سنسکار اگیان
کی حالت میں بھی وہی کام کرتا ہے - وہ کتاب لکھتا ہے - لوگوں کو اُپدیش
دیتا ہے - راہ حق پر لانے کی کوشش کرتا ہے - تم سمجھتے ہو یہ کام وہ دوسروں کے
لئے کر رہا ہے؟ یہاں تم غلطی پر ہو - حقیقت یہ ہے کہ اُس کا آتما ہر چہار
طرف پھیلنے کا خواہشمند ہے اور اپنی ہستی کے اظہار کا شائق ہے - تاکہ تمام
دُنیا اُس کے خیال سے بھر جائے - سارے پرائی اُس کے ہو رہیں - ایک
خیال اُس کے دل سے نکلتا ہے وہ بھومنڈل میں پھیل جاتا ہے اور دیکھو
اُس کے دل سے نکلے ہوئے خیالات - اُسی کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ
اور اُس کے ہاتھوں سے کئے ہوئے کام کے نتائج کس طرح ہزاروں لاکھوں
قالبوں میں رُوح کی طرح سرایت کر گئے ہیں - سب اُس کے خیال پڑھتے ہیں
اور اُس کی سی زندگی بسر کرتے ہیں کیا وہ اب اُس کے نہیں ہو گئے؟ کیا سب
اُس کو اپنی ہدایت اپنی طرز عمل اور اپنی زندگی کا مرکز نہیں بنا لیتے - وہ کتنا
پھیل گیا - کتنوں کا ہو رہا - اُس کی ایک شخصیت جگت میں اس طرح کام
کرنے لگی جیسے سورج ایک مرکز پر قائم ہو کر اپنی کرنوں کے ذریعہ سب کو زندگی
دیتا ہے سب اُس سے حرارت اور زندگی عاریتاً لیتے ہیں - اُس کا گُن گاتے
ہیں - دیکھو وہ ایک ہوتا ہے انیک بھی ہے اور پھر نہ ایک ہے نہ انیک ہے
مگر اب بھی تھوڑا سا نقص ہے - اب تک محدودیت کی فرضی زنجیر کی کڑیاں
بالکل پاش پاش نہیں ہوئیں - چوتھی حالت آتی ہے - وہ سنیاسی ہو جاتا

ہے۔ کس کے لئے؟ اپنے لئے۔ کیونکہ آتما اپنی طاقت و اپنی ہستی کے اظہار کا خواہشمند ہے۔ نہ اب وہ کسی کی پوجا کرتا ہے نہ اُپاسنا کرتا ہے۔ کرم دھرم کی دیوار ڈہ گئی۔ آنکھ کُھل گئی۔ پہلے دویت بھاو تھا۔ اب وہ ادویت پد کی طرف جُھکا۔ گیانی ہوا۔ گیان نے اُس کو بتا دیا کہ اُس کی ہستی لامحدود ہے وہ ایک جگہ نہیں رہتا۔ نہ کسی قوم کا ہے نہ کسی سوسائٹی کا ہے نہ کسی جاتی کا ہے نہ کسی فرقہ کا ہے۔ اور ساتھ وہ سب کا ہے اور سب اُس کے ہیں اُس کے لڑکے نہیں مگر سارا جگت اُس کی اولاد ہے۔ اُس کے متر نہیں مگر وہ سب کا اور سب اُس کے متر ہیں۔ اُس کو سانپ کا خوف نہیں نہ اُس کو شیر کا خوف نہیں۔ نہ اُس سے کوئی ڈرتا ہے نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے کیونکہ خوف صرف دوئی کی حالت میں ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے۔ اور سب میں رما ہوا ہے۔ مگر یہاں بھی کچھ محدودیت باقی ہے۔ کیونکہ ابھی تک وہ سب کو گیان کی درشٹی سے دیکھتا ہے۔ جیسے سورج چاند اور ستارے کام کرتے ہیں ویسے ہی اُس کا رُوپ نظر آتا ہے۔ لوگ اُس کو نمسکار کرتے ہیں وہ مُسکراتا ہے۔ وہ پھیلتے پھیلتے بہت پھیل گیا۔ تاہم ابھی تک شریر دھاری ہے لوگ اُس کے شریر کو ہی سمجھتے ہیں۔ اوروں کی نگاہ میں کچھ اُس کی محدودیت ہے اس کو بھی دھکہ لگ گیا۔ اور وہ اپنے آتم اوستھا میں جا کر ستھت ہو گیا۔ آنا جانا بے معنی لفظ ہو گئے +

کہنا تھا سو کہہ چکے اب کچھ کہا نہ جائے
ایک گیا دو جا رہا۔ دریا لہر سمائے۔
شُرت سمانی نرت میں اجپا ماہیں جاپ
لیکھ سمانا الیکھ میں آپا ماہیں آپ۔

اگیان کی زندگی اپنے لئے شروع ہوئی تھی - آتما نے سارے تماشے دیکھے لیکن اور اب بھی وہ آپ ہی آپ ہے کوئی دوسرا نہیں ہے +

اے شِشیہ! سوچ - اُس ایک کے سوا دو کہاں تھے - زندگی کے تمام مدارج میں وہ ایک ہی تھا - اُسی کے خیال کی دھاروں نے طرح طرح کے سوانگ رچے تھے - وہ مختلف صورتوں میں نظر آتا تھا - مگر تھا وہ ایک اور اب بھی ایک ہے اور وہ ایک برہمہ ہے اور وہ برہمہ تو آپ ہے تو ہی برہمہ چاری تھا - تو ہی گرہستی تھا - تو ہی بن پرستی تھا تو ہی سنیاسی تھا - چاروں آشرموں میں ایک تیری ہی ستّا تھی - اب پانچویں حالت میں بھی تو ایک ہی ہے دو نہیں - برہمچریہ - گرہست - ون پرست سنیست سب کلپت حالتیں تھیں سب تجھ میں فرض کر لی گئیں - فرضی اور کلپت چیزیں ناشمان ہیں وہ مٹ گئیں - تو اب بھی ہے +

تو جاگرت میں کام کرتا ہے - نیند میں سوتا ہے - سوشُپتی میں آنند بھوگتا ہے - تُریہ پد میں جاکر اپنی ستّا کا انبھو کرتا ہے اور پانچویں آتم پد کی حالت میں اپنی ذات میں مگن ہو جاتا ہے - جاگرت - سوپن - سوشُپتی اور تُریہ پد کلپت ہیں بدلتی رہیں ناش ہو گئیں - کتنی حالتیں تجھ سے پیدا ہوئیں مگر تو ایک کا ایک ہے اور اپنے ہی لئے سب کچھ کرتا دھرتا رہا ہے دوسرے کے لئے نہیں - اس کو ذرا غور کر - اور دیکھ تیری اصلیت کیا ہے؟ +

اسی طرح تو ہی تو تھا جو جڑ روپ پرکرتی بنا تھا - باپ کے دماغ میں تیری حالت کیا تھی؟ ایک پانی کا بوند تھا - ماں کے گربھ سے باہر نکلا - چھوٹے پودھوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگا - بڈھا - جیو - کہلایا

اور ذرا ترقی کی۔ شیو۔ وشنو اور برہما کی طرح ست۔ رج۔ تم کے کام کرنے لگا۔ اور بڈھا برہمہ پد کو پہنچا اور پھر پانچویں درجہ میں اپنے اصلی سروپ میں آگیا+
یہ سب تیرا ہی پسارا ہے۔ تو مرکز ہے۔ جس کے اردگرد ساری دُنیا چکر لگا رہی ہے۔ تو تماشا کرنے والا ہے۔ یہ سب بیوہارک جگت تیرے ہی تماشا کی صورتیں ہیں یہ نہ سمجھ یہ راجہ مہاراجہ۔ لشکر۔ فوج۔ تجھ سے نیاری ہے۔ یہ سب تیرے ہی خیال کی پھُرنا ہیں +

جس میں یہ جگت ہوتا ہے۔ جس میں پیدا ہو کر ستھت رہتا ہے اور پھر جس میں سما جاتا ہے وہ برہمہ ہے۔ اور وہ برہمہ تو آپ ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ کہ اس خود غرضی یا کرنے دھرنے سے کچھ نقصان ہوتا ہے:۔

"جو سروبھوت آتما ہے اُس کو نہ کچھ ملتا ہے نہ کچھ وہ کھوتا ہے۔ صرف اظہار ہی اظہار ہے اور کچھ نہیں" اپنے ہی لئے سب کچھ ہے

"سارے کام خود غرضی اور ہمدردی کی وجہ سے ہوتے ہیں"۔ "آپ ڈوبے تو جگ ڈوبا"۔ سُن۔ رشی اسی گیت کو کس طرح زوردار الاپ میں الاپتا ہے

وربہدارنیک اُپنشد چوتھا ادھیائے پانچواں برہمن

(۱) یاگیہ ولکیہ کی دو عورتیں تھیں۔ میتری اور کاتیاینی۔ ان سے میتری برہمہ وادنی (برہمہ پر وچار کرنے والی) تھی۔ مگر کاتیاینی میں صرف اتنی عقل تھی۔ جتنی (معمولی) عورتوں میں ہُوا کرتی ہے۔ اب یاگیہ ولکیہ نے چاہا۔ کہ (زندگی کے) دوسرے اوستھا میں داخل ہو +

(۲) یاگیہ ولکیہ نے کہا " میتری! میں اس جگہ سے (جنگل کو) جانے والا ہوں - کیا اچھی بات ہو - تیرا کاتیاینی کے ساتھ فیصلہ کر جاؤں +

(۳) میتری نے کہا - بھگون! اگر یہ تمام پرتھوی دھن سے بھری ہوئی مجھ کو مل جائے - کیا میں اس کو پا کر امر ہو جاؤنگی؟ یاگیہ ولکیہ نے کہا نہیں جیسے دولت والوں کی زندگی ہوتی ہے - ویسے ہی تیری زندگی ہوگی - مگر امر ہونے کی تو دہن سے کوئی اُمید نہیں ہے +

(۴) میتری نے کہا اگر اس سے امر نہ ہونگی - تو پھر اس کو لیکر میں کیا کرونگی - جو کچھ آپ اس معاملہ میں جانتے ہوں - وہ مجھ کو بتائیے +

(۵) یاگیہ ولکیہ نے کہا " تو میری پیاری بن کر پیار کو بڑھاتی ہے بیشک - میں تیرے لئے اس کی ویاکھیا کرونگا - اور میں جو ویاکھیان دوں - تو اُس پر پورا پورا دھیان دے +

(۶) اس نے کہا " اے میتری! شوہر شوہر کی خواہش سے پیارا نہیں ہوتا - بلکہ آتما کے خیال سے شوہر پیارا ہوتا ہے - اے میتری! ستری ستری پنے کے خیال سے پیاری نہیں ہوئی - بلکہ آتما کے خیال سے ستری پیاری ہوتی ہے - اے میتری - پتر پتروں کے خیال سے پیارے نہیں ہوتے - بلکہ صرف آتما کے خیال سے پتر پیارے ہوتے ہیں - اے میتری! دولت دولت کے خیال سے پیاری نہیں ہوتی بلکہ صرف آتما کے خیال سے دولت پیاری ہوتی ہے - اے میتری! مویشی مویشی کے خیال سے پیارے نہیں ہوتے - بلکہ صرف آتما کے خیال سے مویشی پیارے ہوتے ہیں - اے میتری برہمہ برہمہ کے خیال سے پیارا نہیں ہوتا - بلکہ صرف آتما کے خیال سے برہمہ پیارا ہوتا ہے

اے میتری! کشتر کشتری پنے کے خیال سے پیارا نہیں ہوتا۔ بلکہ آتما کے خیال سے کشتر پیارا ہوتا ہے۔ اے میتری! لوک لوکوں کے خیال سے پیارے نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف آتما کے خیال سے لوک پیارے ہوتے ہیں۔ اے میتری! دیوتا دیوتا کے خیال سے پیارے نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف آتما کے خیال سے دیوتا پیارے ہوتے ہیں۔ اے میتری! وید ویدوں کے خیال سے پیارے نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف آتما کے خیال سے وید پیارے ہوتے ہیں۔ اے میتری! بھوت بھوت پنے کے خیال سے پیارے نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف آتما کے خیال سے بھوت پیارے ہوتے ہیں۔ اے میتری! ہر ایک چیز اپنے ہی خیال سے پیاری نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف آتما کے خیال سے چیز پیاری ہوتی ہے۔ بلاشک اے میتری! آتما دیکھنے کے قابل ہے دھیان دینے کے قابل ہے۔ ندھیاسن کرنے کے قابل ہے۔ اے میتری! جب آتما کو دیکھ لیا۔ سن لیا۔ منن کر لیا۔ اور جان لیا۔ تب اس سے سب کچھ جان لیا +

(۷) برہمہ اس کو دور پھینک دیتا ہے۔ جو آتما کے علاوہ کسی اور کے سہارے برہمہ کو جانتا ہے۔ کشتر اس کو دور پھینک دیتا ہے۔ جو آتما سے علاوہ کسی اور کے سہارے کشتر کو جانتا ہے۔ لوک اس کو دور پھینک دیتے ہیں۔ جو آتما کے علاوہ کسی اور کے سہارے لوک کو جانتا ہے۔ دیوتا اس کو دور پھینک دیتے ہیں۔ جو آتما کے علاوہ کسی اور کے سہارے دیوتا کو جانتا ہے۔ وید اس کو دور پھینک دیتے ہیں۔ جو آتما کے علاوہ کسی اور کے سہارے وید کو جانتا ہے۔ جاندار اس کو دور پھینک دیتے ہیں۔ جو آتما کے علاوہ کسی اور کے سہارے جاندار کو سمجھتا ہے۔ ہر ایک چیز اس کو دور پھینک دیتی

ہے - جو آتما کے علاوہ کسی اور کے سہارے چیز کو جانتا ہے +
یہ برہمہ - کشتر - لوک - دیو - وید - جاندار ہر ایک چیز یہ ہے - جو یہ آتما ہے +

(۸) جیسے جب نقارہ پر چوب پڑتی ہے - تب کوئی اس کے باہری شبد کو نہیں پکڑ سکتا - مگر نقارہ کے پکڑ لینے سے یا چوب سے ضرب لگانے والے کے پکڑ لینے سے شبد پکڑا جا سکتا ہے +

(۹) جیسے جب شنکھ بجایا جاتا ہے - تو اس کے باہر کی آواز کو کوئی نہیں پکڑ سکتا - مگر شنکھ کے پکڑنے سے یا شنکھ بجانے والے کے پکڑنے سے شبد پکڑا جا سکتا ہے +

(۱۰) اور جیسے جب بین بجائی جاتی ہے - تب اس کے باہر کی آواز کو کوئی نہیں پکڑ سکتا - مگر بین کے پکڑنے یا بین بجانے والے کے پکڑنے سے شبد پکڑا جا سکتا ہے +

(۱۱) جیسے گیلی لکڑیوں کی آگ جب جل رہی ہو - تو اُس سے الگ دھواں نکلتا ہے - اسی طرح اس بڑی ستّا کا یہ باہر سانس لینا ہے - جو رگ وید - یجر وید - سام وید - اتھروانگرس - اتہاس - پوران - ودیائیں - اُپ نشد - شلوک - سوتر - ویاکھیان جو گیہ کی چیزیں ہیں - جو ہوم کی چیزیں ہیں - جو کھانے کی چیزیں ہیں - جو پینے کی چیزیں ہیں - یہ لوک اور پرلوک اور ہر ایک جاندار - اسی کے ہی باہر سانس لئے ہوئے ہیں +

(۱۲) جیسے تمام پانیوں کا ایک آشرا سمندر ہے - اسی طرح تمام سپرشوں کا ایک آشرا توچا (چرم) ہے - اسی طرح تمام گندھوں کا ایک آشرا ناک ہے اسی طرح تمام ذائقوں کا ایک آشرا زبان ہے - اسی طرح تمام روپوں کا ایک

آشرا آنکھ ہے۔ اسی طرح تمام خیالوں کا ایک آسرا من ہے۔ اسی طرح تمام ودیاؤں کا ایک آشرا ہردے ہے۔ اسی طرح تمام کرموں کا ایک آشرا ہاتھ ہے۔ اسی طرح تمام آنندوں کا ایک آشرا آلہ تناسل (اندری) ہے۔ اسی طرح تمام کے خارج کرنے کا ایک آشرا گدا (مقعد) ہے۔ اسی طرح تمام راستوں کا ایک آشرا پاؤں ہے۔ اسی طرح تمام ویدوں کی ایک آشرا بانی ہے +

(۱۳) جیسے نمک کا ٹکڑا کہ نہ کچھ اس کے اندر ہے نہ باہر ہے۔ وہ اکٹھا ہوا ہوا صرف ایک اس کا ڈھیلا ہے۔ اسی طرح اے میتری! یہ آتما ہے نہ کچھ اس کے اندر ہے۔ نہ باہر ہے۔ یہ بالکل ایک پورے رگیان کا ڈھیلا ہی ہے یہ ان مہا بھوتوں میں (پرگٹ ہو کر) انہیں میں گم ہو جاتا ہے۔ مرنے کے پیچھے اس کا کوئی پتہ نشان نہیں رہتا۔ یہ میں کہتا ہوں۔ اے میتری"۔ اس طرح یاگیہ دلکیہ نے کہا +

(۱۴) تب میتری نے کہا "بھگون! یہاں آکر آپ نے مجھ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ میں بلا شک اس کو نہیں سمجھتی ہوں"۔ اس نے کہا "اے میتری! میں بلا شک گھبراہٹ کی بات نہیں کرتا ہوں۔ بلا شک یہ آتما ابناشی ہے۔ نشٹ نہ ہونا اس کا سوبھاؤ ہے +

(۱۵) کیونکہ جہاں دو ہوتے ہیں۔ وہاں ایک دوسرے کو دیکھتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کو سونگھتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کو چھوتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کو جانتا ہے۔ مگر جب یہ سب آتما ہی ہو گیا کوئی کس سے کس کو دیکھے۔ کس سے کس کو سونگھے۔ کس سے کس کا رس لیوے۔ کس سے کس کے ساتھ بات کرے۔ کس سے کس کو سنے۔ کس سے کس کو سمجھے۔ کس سے کس کو جانے چونکہ

یہ سب کو جانتا ہے۔ اس کو کس سے جانے؟ آتما جس کی تعریف نیتی نیتی ہے۔ وہ
پکڑنے کے قابل نہیں۔ کیونکہ وہ پکڑا نہیں جا سکتا۔ وہ اٹوٹ ہے۔ کیونکہ وہ توڑا
نہیں جا سکتا۔ وہ قید سے آزاد ہے نہ اس کو درد ہوتا ہے۔ نہ وہ ناکامیاب ہوتا
ہے۔ اے پیاری! جاننے والے کو کس سے جانے۔ اے میتری! تجھ کو تعلیم دے
دی اے پیاری! اتنا ہی امرت ہے۔" یہ کہہ کر یاگیہ ولکیہ جنگل کو چلا گیا ٭

تیسری منجری

سوال۔ برہم کیا ہے؟ ٭

جواب۔ برہم آنند ہے۔ جو کچھ تجھ کو سکھ پرتیت ہوتا ہے وہ برہم ہی ہے
یہ سکھ کس میں پرتیت ہوتا ہے؟ تجھ میں پرتیت ہوتا ہے اور تجھ میں ہے اس
لئے تو ہی برہم ہے "تتوم اسی" جو وہ ہے وہ تو ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ برہم
نہیں جانا جاتا۔ وہ کیسے نادان ہیں۔ دنیا میں کون شخص ہے جو سکھ کا انبھو
نہیں کرتا۔ کیڑوں مکوڑوں تک میں سکھ کے انبھو کرنے کی طاقت ہے۔ لاجونتی
کے درخت کو چھیڑ دو۔ وہ اپنے پتوں کو سکوڑ لیگی۔ کیونکہ وہ سکھ کا انبھو کرتی
ہے۔ پانی کے برستے ہی درخت لہلہا اٹھتے ہیں۔ تیتریاں ناچتی ہیں۔ مور
پپیہا کس طرح ٹھمک کر چلتے ہیں۔ دنیا میں خاص قسم کا سامان
بندھ جاتا ہے۔ تو ابھی میری بات نہ مانے گا۔ مگر میں تجھ سے سچ سچ کہتا
ہوں۔ جڑ وستو تک میں بھی یہ سکھ کا سنسکار موجود ہے۔ سکھ سے ایک
رتی بھی جگہ خالی نہیں ہے۔ یہ سکھ سرویاپک ہے۔ کون ہے جو سکھ نہیں
چاہتا۔ کون ہے جو سکھ کی خواہش نہیں کرتا۔ پڑھتے ہیں سکھ کے لئے

لکھتے ہیں سُکھ کے لئے۔ نوکری کرتے ہیں سُکھ کے لئے۔ راج کارج۔ بیوہار اہار۔ کام دھندے۔ شادی بیاہ۔ ریت رسم۔ آئین قانون۔ علم و ہنر۔ فلسفہ و سائنس لڑائی دنگے۔ جھگڑے بکھیڑے سب سُکھ کے لئے ہیں سب کو کسی نہ کسی طرح سُکھ کا گیان ہے۔ ایک بچہ بھی اس کو جانتا ہے۔ یہی سُکھ برہم ہے اور اس لئے یہ کہنا کہ برہم نہیں بھاستا کتنی نادانی کی گفتگو ہے۔ برہم تو بھاستا ہے سب کسی کو بھاستا ہے۔ مگر ہاں تجھ کو بھرم ہے۔ دل میں تو تو بھی جانتا ہے۔ یونہی زبان سے جھوٹی باتیں بناتا ہے۔ اور فضول بحث مباحثہ میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے +

جو ودیا پڑھنے میں سُکھ ہے وہ برہم ہی کا سُکھ ہے جو وشے بھوگ کا سُکھ ہے وہ برہم ہی کا سُکھ ہے جو گیان کا سُکھ ہے وہ برہم ہی کا سُکھ ہے۔ وشے آنند۔ سروپ آنند۔ سوپن آنند۔ سمادھی آنند۔ یہ سب سُکھ ہیں اور یہ سُکھ برہم کا روپ ہے +

یہ سب کچھ جو نظر آتا ہے جو نظر نہیں آتا جو نظر آویگا۔ سب سُکھ ہی سُکھ ہے۔ کیونکہ یہ سب تیرا ہی آتما ہے۔ یہاں کوئی شے ایسی نہیں ہے جو سُکھ سروپ نہ ہو جو کچھ سامان تجھ کو نظر آتا ہے وہ سُکھ ہے۔ یہ سُکھ اُس وقت پرتیت ہوتا ہے جب پرائی اُس کو اپنا آتما انبھو کرنے لگتا ہے۔ پتر پتا کو اس وقت پیارا لگتا ہے جب وہ اُس کو اپنا آتما سمجھتا ہے۔ ستری پُرش کو اس وقت پیاری لگتی ہے۔ جب وہ اُس کو اپنا آتما سمجھتا ہے۔ تو سب سارے جگت کو اپنا آتما سمجھنے لگ جا۔ آتما تو وہ تیرا ہی ہے۔ کیونکہ تیرے سوا اور کوئی شے نہیں ہے۔ مغایرت کے خیال دل سے دور کر دے اور تو دیکھیگا۔ کہ سب سُکھ ہی سُکھ ہے اور یہ سُکھ برہم ہے +

تیسرا شریر سُکھ ہے۔ آنکھ ناک کان سُکھ ہیں تو اُن کو اپنے سے علیحدہ نہیں
سمجھتا۔ وہ سُکھ پرتیت ہوتے ہیں۔ ابھی دوئی کا خیال پرتیت کرنے لگ جاؤ تو
سُکھ کہاں رہیگا۔ ناخن اور بال کو اپنے سے علیحدہ کرکے پھر کوئی اُن میں سُکھ
پرتیت نہیں کرتا۔ سُکھ اُس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے ہیں۔ اپنے سمجھے
جاتے ہیں اور اپنے سے علیحدہ نہیں ہیں اسی طرح یہ سارا برہمانڈ ہے۔ یہ
سب کچھ ہے۔ ایک ہے۔ مگر جب بھید مانا جاتا ہے۔ سُکھ نہیں رہتا۔ اس
نگاہ سے تو دیکھ بیماری میں زہر بھی امرت ہو جاتا ہے کیونکہ آتما اس کو اپنا سمجھتا
ہے۔ اپنے جسم کا اس کو جزو بناتا ہے اور وہ اُس کو شہد کی طرح میٹھا لگتا ہے
اس برہمانڈ میں تیرے سوا کون ہے جس کو تُو اپنے سے علیحدہ سمجھتا ہے؟
کوئی بھی نہیں۔ سب کچھ تُو ہی تو ہے۔ تُو سُکھ سروپ ہے اور یہ سُکھ برہمہ ہے۔
جس طرح ایک جسم میں ہاتھ پاؤں ناک کان۔ سب عضو ہیں سب اپنے
ہیں اور سب سُکھ ہیں۔ اُسی طرح یہ سارا برہمانڈ۔ یہ چاند سورج۔ ستارے
تجھ میں ہیں۔ تجھ سے ہیں۔ تیرے ہیں۔ تیرے آتما ہیں۔ تجھ سے علیحدہ کون
ہے۔ جس طرح ایک کُل میں بہت سے پُرزے نظر آتے ہیں۔ بہت سے
دکھائی دیتے ہیں۔ مگر کُل کی نظر سے ایک ہیں ویسے ہی اگر تجھ میں بہت
سے روپ پرتیت ہیں تو کیا پرواہ ہے وہ تیرے ہی جزو ہیں۔ تُو کُل ہے۔
سب تجھ میں گتھے ہوئے ہیں تو مرکز ہے یہ سب تیرے خط ہیں جو ہر طرف
پھیلے ہوئے ہیں جو مرکز ہے وہی خط ہے۔ مرکز نقطہ ہے نقطہ سے خط نکلتے
ہیں اور خط روپ ہی ہیں نقطہ نہ رہے تو پھر خط کہاں ہونگے۔ ویسے ہی تو
سب کا آسرا سب کا مرکز سب کا نقطہ ہے اور سب تجھ میں اور تیرے ہیں اور
اسی وجہ سے سُکھ پرتیت ہوتے ہیں۔ یہ سُکھ برہمہ ہے اور تُو آپ برہمہ ہے

جہاں مغایرت کا خیالی پردہ اُٹھ گیا۔ ایک کے سوا پھر کوئی ہستی نہیں رہتی۔ یہ ہستی سُکھ ہے۔ ہستی نہ ہو تو سُکھ کہاں ہو۔ جو ہستی ہے وہی سُکھ ہے اور یہ ہستی اور سُکھ برہم ہے اور تو آپ برہم ہے۔ سُن۔ اسی بات کو زیادہ زور دار لہجہ میں رشی کس طرح کہتے ہیں :-

ورہد آرنیک اُپنشد دوسرا ادھیائے پانچواں براہمن

(۱) پرتھوی سب جانداروں کا شہد ہے۔ اور تمام جاندار اس پرتھوی کے لئے شہد ہیں۔ جو اس پرتھوی میں تیجومے اور امرت مے پُرش ہے اور جو اس جسم میں تیج والا اور امرت والا پُرش ہے یہی بلاشک وہ ہے۔ یہ جو آتما ہے یہ امرت ہے۔ یہ برہم ہے یہ سب کچھ ہے +

(۲) جل تمام جانداروں کا شہد ہے۔ تمام جاندار جل کے لئے شہد ہیں۔ جو تیج والا اور امرت والا پُرش جل میں رہتا ہے اور جو تیج والا اور امرت والا پُرش جسم میں رہتا ہے۔ یہی بلاشک وہ ہے۔ یہ جو آتما ہے۔ یہ امرت ہے یہ برہم ہے۔ یہ سب کچھ ہے +

(۳) اگنی سب جانداروں کی شہد ہے۔ تمام جاندار اگنی کے لئے شہد ہیں۔ اس اگنی میں جو تیج والا اور امرت والا پورش رہتا اور جو تیج والا امرت والا پُرش اس جسم کے بانی میں رہتا ہے۔ یہی بلاشک وہ ہے یہ جو آتما ہے یہ امرت ہے یہ برہم ہے یہ سب کچھ ہے +

(۴) یہ وایو سب جانداروں کا شہد ہے۔ تمام جاندار اس ہوا کے لئے شہد ہیں۔ اس وایو میں جو تیج والا اور امرت والا پُرش رہتا ہے۔ اور اس جسم کے پران میں جو تیج والا امرت والا پُرش رہتا ہے۔ یہی بلاشک وہ ہے یہ جو آتما ہے یہ امرت ہے۔ یہ برہم ہے یہ سب کچھ ہے +

(۵) یہ سورج تمام جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار اس سورج کے لئے شہد ہیں - اور جو یہ سورج میں تیج والا امرت والا پُرش رہتا ہے - بلا شک یہی وہ ہے یہ جو آتما ہے یہ امرت ہے یہ برہم ہے یہ سب کچھ ہے +

(۶) یہ دشائیں (اطراف) سب جانداروں کے لئے شہد ہیں - تمام جاندار ان دشاؤں کے لئے شہد ہیں - اور جو تیج والا امرت والا پُرش شریر کے کان میں رہتا ہے - بلا شک یہی وہ ہے - یہ جو آتما ہے یہ امرت ہے - یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۷) یہ چندر سب جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار اس چندر کے لئے شہد ہیں - اور جو تیج والا امرت والا پُرش اس چندر میں رہتا ہے اور تیج والا امرت والا پُرش جسم کے من میں رہتا ہے بلا شک وہ یہی ہے یہ جو آتما ہے - یہ امرت ہے - یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۸) بجلی تمام جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار اس بجلی کے لئے شہد ہیں - اور اس بجلی میں جو تیج والا اور امرت والا پُرش ہے اور جو جو شریر کے تیج میں تیج والا اور امرت والا پُرش ہے - وہ بلا شک یہی ہے - یہ جو آتما ہے - یہ امرت ہے - یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۹) بادل سب جانداروں کے لئے شہد ہے - تمام جاندار اس بادل کے لئے شہد ہیں - اور جو اس بادل میں تیج والا اور امرت والا پُرش رہتا ہے - اور جو اس شریر کے شبد میں تیج والا اور امرت والا پُرش ہے - وہ یہی ہے - جو یہ آتما ہے یہ امرت ہے یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۱۰) آکاش تمام جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار اس آکاش کے لئے شہد ہیں - اور آکاش میں جو تیج والا اور امرت والا پُرش رہتا ہے - اور جو اس

جسم کے ہردے آکاش میں تیج والا اور امرت والا پُرش ہے - بلاشک یہ وہی ہے - یہ جو آتما ہے - یہ امرت ہے - یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۱۱) دھرم سب جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار اس دھرم کے لئے شہد ہیں - دھرم میں جو تیج والا اور امرت والا پُرش رہتا ہے - اور شریر کے دھرم میں جو تیج والا اور امرت والا پُرش رہتا ہے وہ یہی ہے - یہ جو آتما ہے یہ امرت ہے یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۱۲) سچائی تمام جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار سچائی کے لئے شہد ہیں - اور جو تیج والا - امرت والا پُرش اس سچائی میں رہتا ہے - اور جو تیج والا اور امرت والا پُرش جسم کی سچائی میں ہے - وہ یہی ہے - یہ جو آتما ہے یہ امرت ہے - یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۱۳) منشیہ پن تمام جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار اس منشیہ پن کے لئے شہد ہیں - یہ جو اس منشیہ پن (دوات شریر) میں تیج والا اور امرت والا پُرش رہتا ہے - اور جو اس شریر میں تیج اور امرت والا پُرش ہے - وہ یہی ہے - یہ جو آتما ہے - یہ امرت ہے - یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۱۴) یہ آتما تمام جانداروں کا شہد ہے - تمام جاندار آتما کے لئے شہد ہیں - اور جو تیج والا اور امرت والا پُرش - اس آتما میں رہتا ہے - اور جو یہ آتما تیج والا اور امرت والا ہے - یہی وہ ہے - وہ جو آتما ہے - یہ امرت ہے - یہ برہم ہے - یہ سب کچھ ہے +

(۱۵) یہ آتما تمام جانداروں کا مالک ہے - سب جانداروں کا راجہ ہے جیسے رتھ کی نابھی میں اور رتھ کے گھیرے میں سب آرے پروئے ہوئے ہوتے ہیں - اسی طرح اس آتما میں تمام دیوتا - تمام جاندار - تمام لوک - تمام

پران - اور تمام آتمائیں پروئے ہوئے ہیں +

(۱۶) بلاشک یہ شہد (شہد کی وّدیا) دّدھیک - اتھروا کے بیٹے نے دونوں اشویوں کو بتلائی تھی - اس کو دیکھ کر رشی نے کہا ہے " اے شور بیرو! جیسے کہ بجلی بارش کو پرگٹ کرتی ہے - اس طرح میں تمہارے تیج والے کرم کو اپنے فائدہ کے لئے پرگٹ کرتا ہوں جو اتھروا کے پتر دّدھیک نے گھوڑے کے سر سے تم دونوں کو شہد (شہد کی وّدیا) بتائی ہے +

(۱۷) بلاشک یہ شہد (شہد وّدیا) اتھروا کے بیٹے دّدھیک نے اشویوں کو بتائی - اس بات کو دیکھ کر رشی نے کہا - اے اشویو! تم دونوں نے اتھروا کے بیٹے دّدھیک کو گھوڑے کا سر پہنایا - اور اسے عجیب کام کرنے والو! اس نے وعدہ کو پورا کرنے کے خیال سے تم دونوں کو شہد (شہد کی وّدیا) بتائی جو بلاشک سورج کی اور برمھ (گیان کی اُپنشد) ہے +

(۱۸) بلاشک یہ شہد (شہد کی وّدیا) اتھروا کے بیٹے دّدھیک نے اشویوں کو بتائی - اس بات کو دیکھ کر رشی نے کہا " اس پرماتما نے دو پاؤں والے شریر بنائے - اور چار پاؤں والے شریر بنائے - اور وہ پُرش پہلے پرند بن کر شریر میں داخل ہوا - بلاشک وہ پُرش سب شریروں میں رہتا ہے - کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس سے ڈھکی نہ ہو - اور کوئی چیز ایسی نہیں - جو اس سے بھری نہ ہو +

(۱۹) بلاشک یہ شہد (شہد کی وّدیا) اتھروا کے بیٹے دّدھیک نے اشویوں کو بتائی - پس اس بات کو دیکھ کر رشی نے کہا " ہر ایک شکل کا وہ شکل ہوگیا وہ اس کی شکل ہمارے دیکھنے کے لئے ہے - اندر مختلف رچناؤں سے مختلف شکل والا دکھائی دیتا ہے - ایک ہزار اس کے گھوڑے (رتھ میں) جڑے

ہوئے ہیں۔ یہ ہی آتما گھوڑے ہیں۔ یہی آتما دس اور ہزاروں سے ہے۔ بہت ہے اور بیشمار ہے۔ پس یہ برمھ ہے۔ جس کا کوئی کارن (علت سبب) نہیں ہے۔ جس کا کوئی کارج نہیں ہے۔ جس کے اندر کچھ نہیں۔ جس کے باہر کچھ نہیں۔ یہ آتما برمھ سب کا جاننے والا ہے۔ یہ (اُپنشد کی) تعلیم ہے +

چوتھی منجری

سوال۔ برہم کیا ہے؟ +

جواب۔ یہ برہم اُدگیت ہے۔ اُد کے معنی زندگی کے ہیں۔ اور گیت کے معنی نغمے کے ہیں۔ برہم زندگی کا نغمہ ہے۔ زندگی کے نغمہ میں میرا تیرا پنا نہیں ہوتا۔ وہ اِس مغایرت کو نہیں جانتا۔ زندگی زندگی کی طرح گذر جاتی چاہیئے۔ پانی برستا ہے۔ ہوا چلتی ہے۔ سورج چمکتا ہے۔ ان میں سے کوئی میرا تیرا اپنا نہیں کرتے۔ اُن میں نام کے لئے بھی یہ خیال نہیں ہے کہ کوئی ہم سے جدا بھی ہے۔ وہ کام کرتے ہیں سب کے لئے اُن کا فیض عام ہے۔ نہ کسی سے لینا نہ کسی سے دینا۔ اور لینا دینا تو اُس وقت ہو جب اُن کے سوا کوئی اور بھی ہو۔ جہاں اِس طرح زندگی کا سلسلہ نظر آوے وہی اُدگیت ہے اور وہی برہم ہے۔ برہم میں دوئی نہیں ہے اور نہ مغایرت ہے۔ کیونکہ برہم کے سوا اور کون ہے جس سے دوئی اور مغایرت کی جائے اور اس لئے جہاں اس طرح کا نظارہ نظر آوے وہاں ہی اُدگیت کے راگ کو چھڑا ہوا سمجھو۔ تار بج رہے ہیں۔ الاپ کی صدا بلند ہے خوشی اور سرور کا عالم ہے۔ ایک خاص قسم کی محویت ہے۔ اُس کے زیر اثر ذرا بھی

دویت بھاو کو پھُرنے کا موقع نہیں ملتا۔ سب رلے ملے ہوئے بھی بلا تمیز و تفریق کام میں سرگرم ہیں اور اُدگیت کے نغمہ کو گا رہے ہیں۔ ہر چہار طرف خوشی ہی خوشی ہے۔ مگر جہاں فرضی اور خیالی طور پر دو وچار پیدا آیا۔ وہاں ہی دُکھ پرتیت ہونے لگتا ہے۔ یہ دو وچار پنا اور اُس کا دُکھ فرضی۔ وہمی اور خیالی ہے +

قدرت کی زندگی میں کہیں بھی نہ فتح کا خیال ہے نہ مغلوبیت کا خیال ہے۔ کام ہے کام ہو رہا ہے نہ کوئی کسی کو زیر کرتا ہے نہ کوئی کسی پر غالب آنے کا خواہشمند ہے۔ سب اپنے اپنے فرض کو بلا ناقص تمیز کے انجام دے رہے ہیں اور کام بڑی خوبصورتی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں۔ ہاتھ پکڑتے ہیں۔ پاؤں چلتے ہیں دیکھو اس طرح میرا تیرا پنا کئے بغیر کیسے اچھی طرح کام ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی ذرا آنکھوں کو کہنے دو۔ ہم اپنے لئے دیکھیں گے۔ کانوں کو دعوے کرنے دو ہم اپنے ہی لئے سُنیں گے۔ اور سارا کھیل بگڑ جائیگا۔ فتح اور شکست کا سوال زیر بحث آ جائیگا۔ اور جسم کا انجن اُس وقت کے لئے بیکار بن جائیگا۔ جب تک پھر وہی پہلی کیفیت نہ پیدا ہو جائے۔ اسی پہلی کیفیت کے نظارہ کا نام اُدگیت کا راگ ہے۔ اور یہی برہمہ ہے۔ اور وہ برہمہ تو ہے +

دیکھ نگاہ کو اونچی کر۔ جس طرح تیرے جسم میں وحدت اور کثرت کے تماشے نظر آتے ہیں۔ ویسے ہی برہمانڈ میں بھی وحدت اور کثرت کے تماشے ہیں۔ جسم ایک ہے۔ عضو بہت ہیں۔ ان سب کے کام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہوئے بھی ایک کے کام ہیں۔ اسی طرح ہر جگہ۔ قوموں میں سوسائٹیوں

میں سلطنتوں میں نظام شمسیوں میں جگہ جگہ ہیں کثرت اور وحدت ہے۔ یہ کثرت اور وحدت خیالی ہے۔ اصلیت کچھ اور ہے۔ افراد ملکر کُل کہلاتے ہیں۔ اجزا کا شمول حیثیت مجموعی کا نام پاتا ہے اور جہاں ان خیالی حالتوں سے بچ کر کام ہوتا ہے وہ کام قدرتی ہوتا ہے۔ اور وہی اُدگیت ہے۔ اور وہی برہمہ ہے کون ہے جو اس کے مقابلہ میں آسکے؟ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ برہمہ کا ضد نہیں ہے۔ برہمہ سجاتیہ۔ وجاتیہ اور سوگت بھید سے پرے ہے۔ جو اس طرح کام کرتا ہے۔ اس طرح سمجھتا ہے۔ اسی طرح جس کا بیوہار ہے وہ مہان شکتی والا ہے۔ اُس کے مد مقابل قائم ہونے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ برہمہ ہے برہمہ میں ہے اور برہمہ سے ہے اور وہ برہمہ تو آپ ہے۔ اس کو سمجھ لے اور پھر تجھ کو سوال کرنے کا موقع نہ رہیگا۔ سُن شُرتی کیا کہتی ہے:

وریہدارنیک اُپنشد ادھیا پہلا۔ برہمن تیسرا۔

(۱) پرجاپتی کی اولاد دو طرح کی تھی۔ دیوتا اور راکشس۔ ان میں سے دیوتا چھوٹے اور راکشس بڑے تھے۔ ان (دیوتاؤں) میں رقابت پیدا ہوئی۔ دیوتا بولے آؤ۔ اس یگیہ میں ہم ادگیت کی مدد سے راکشسوں کو دبالیں ۴

(۲) انہوں نے بانی سے پوچھا "کیا تو ہمارے لئے (ادگیت کو اونچے الحان سے) گائے گی"؟ (بانی نے کہا) 'بہت اچھا' اور ان کے لئے بانی نے اوگیت گایا۔ جو بانی میں بھوگ ہے۔ اس کو اس نے دیوتاؤں کے لئے گایا۔ اور جو اچھا بولنا ہے۔ اس کو اپنے لئے (گایا) (اسروں نے) (اس کو) جان لیا"! بلاشک (یہ) اس گانے والے (ادگاتا) سے یہ ہم کو دبالیں گے۔ اس لئے حملہ کرکے اس (بانی) کو پاپ (برائی) سے چھید دیا۔ خراب بولنا (جھوٹ ناشائستہ

سخت کلامی وغیرہ) ہے - یہی وہ بُرائی ہے +

(۳) تب ان (دیوتاؤں) نے سانس (قوت شامہ) کو کہا - تو ہمارے لئے (اوگیت) کو گا - (اس نے کہا) بہت اچھا' ان کے لئے سانس نے اوگیت گایا - سانس میں جو بھوگ ہے - اس کو اس نے دیوتاؤں کے لئے گایا - اور جو اچھا سونگھتا ہے وہ اپنے لئے (گایا) اسروں نے اس کو جانا - بلاشک اس گانے والے (اوگاتا) سے یہ ہم کو دبالیں گے" اس لئے اس پر حملہ کر کے اس کو پاپ سے چھید دیا - پاپ (دراصل) بُرا سونگھنا ہے - یہی پاپ ہے +

(۴) تب انہوں نے آنکھ کو کہا" تو ہمارے لئے (اوگیت گا" (اس نے کہا) بہت اچھا' اُن کے لئے آنکھ نے (اوگیت) گایا - آنکھ کا جو بھوگ ہے ان کے لئے اور اچھا اپنے لئے ان راکشسوں نے جانا - بلاشک اس گانے والے سے وہ ہم کو دبالیں گے - اس لئے اس پر حملہ کر کے اس کو پاپ سے چھید دیا - بُرا دیکھنا ہی پاپ ہے - یہی وہ پاپ ہے +

(۵) تب انہوں نے کان سے کہا - تو ہمارے لئے (اوگیت) گا (اس نے کہا) بہت اچھا' اس نے گایا - کان میں جو بھوگ ہے وہ اس نے دیوتاؤں کے لئے - اور جو اچھا سننا ہے وہ اپنے لئے گایا - ان راکشسوں نے جانا - بلاشک یہ (اوگاتا) گانے والا کی مدد سے ہم کو دبالیں گے - اس کو انہوں نے پاپ سے چھید دیا - وہ جو پاپ ہے - خراب سننا (غیبت وغیرہ) ہے - یہی پاپ ہے +

(۶) تب انہوں نے من کو کہا" تو ہمارے لئے اوگیت گا" (اس نے کہا) بہت اچھا جو من کا بھوگ ہے - اس نے دیوتاؤں کے لئے گایا) اور جو اچھا ہے - جو اچھا خیال ہے اس کو اپنے لئے گایا - ان (راکشسوں) نے جانا - اس اوگاتا سے وہ ہم کو دبالیں گے - انہوں نے حملہ کر کے اس کو

پاپ سے چھید دیا - جو نامناسب خیال ہیں - وہی پاپ ہیں (در اصل) یہی پاپ ہیں اس طرح انہوں نے ان دیوتاؤں کو بُرائی سے چھید دیا +

(۷) تب انہوں نے اس پران سے جو منہ میں ہے کہا تو ہمارے لئے (اودگیت) گا "(اس نے کہا) بہت اچھا - ان کے لئے اس پران نے (اودگیتھ) گایا - ان راکشسوں نے جانا - اس گانے والے (کی مدد) سے وہ ہم کو دبالیں گے (اس پر) حملہ کر کے پاپ سے چھیدنا چاہا - پس جس طرح مٹی کا ڈھیلہ پتھر سے لگ کر چور چور ہو جاتا ہے - ایسے ہی وہ راکشس چور چور ہو کر ہر چہار طرف برباد ہو گئے - تب دیوتاؤں کی ترقی ہوئی - اور راکشس گر گئے - وہ جو اس طرح جانتا ہے - خود بخود ترقی کرتا ہے - اور جو دشمن اس سے حسد کرتا ہے - وہ تباہ ہو جاتا ہے +

(۸) - (تب) ان دیوتاؤں نے کہا - وہ کہاں تھا - جس نے ہم کو اس طرح گلے لگایا ؟ (انہوں نے کہا) "وہ منہ میں ہے" اس لئے وہ پران 'ایاسیہ' کہلاتا ہے - اور چونکہ وہ تمام عضوؤں کا رس ہے - اس وجہ سے اس کو آنگرس (بھی) کہلاتا ہے +

(۹) وہ دیوتا (پران) کا نام دور ہے - کیونکہ اس سے موت دور رہتی ہے - بیشک جو شخص اس راز کو جانتا ہے - موت اس سے دور رہتی ہے +

(۱۰) اس دیوتا (پران) نے ان دیوتاؤں (اندریوں) کی برائی کو جو موت ہے دور ہٹا کر جہاں دشاؤں کا کنارہ ہے - وہاں پہنچا دیا - وہاں ان کی بُرائیوں کو رکھ دیا - اس لئے چاہیئے - کہ کوئی پُرش (اس کنارے کے) رہنے والے پُرش کی طرف نہ جائے - نہ کنارہ کی طرف جائے مبادا

کہ وہ برائی سے جو موت ہے مل رہے +

(۱۱) در اصل اس دیوتا (پران) نے ان دیوتاؤں کی برائی موت کو دور ہٹا کر تب ان کو موت سے پار پہنچا دیا +

(۱۲) اس نے سب سے پہلے بانی کو پار لگایا۔ وہ جب موت سے چھوٹ گیا۔ تب اگنی ہو گئی (جو پہلے تھی) یہ اگنی ہو گئی (جو پہلے تھی) یہ اگنی موت سے پرے چمکتی ہے +

(۱۳) تب وہ سانس (سونگھنے کی طاقت) کو پار لے گیا۔ جب سانس موت سے چھوٹ گیا۔ وہ وایو ہو گیا۔ وہ وایو موت سے آزاد ہو کر بہتا ہے +

(۱۴) تب وہ آنکھ کو پار لے گیا۔ جب آنکھ موت سے آزاد ہو گئی۔ تو وہ سورج ہو گئی۔ پس وہ آدتیہ موت سے چھوٹ کر پرے پہنچ کر تپتا ہے +

(۱۵) تب وہ کان کو پار لے گیا۔ جب کان موت سے آزاد ہو گیا۔ تو وہ دشاؤں میں گیا۔ وہ یہ دشائیں ہیں۔ جو موت سے پرے ہیں +

(۱۶) تب وہ من کو پار لے گیا۔ جب کان موت سے آزاد ہو گیا تب وہ چندرماں ہو گیا۔ وہ چندرماں موت سے پرے پہنچ کر چمکتا ہے۔ جو اس راز کو جان لیتا ہے۔ یہ پران اسی طرح اس کو بھی موت سے پار لے جاتے ہیں +

(۱۷) تب پران نے اپنے قابل خوراک (اناج) کو گایا۔ کیونکہ جو غذا کھائی جاتی ہے اس کو پران ہی کھاتا ہے۔ اور یہاں جسم میں وہ ٹھہرتا ہے +

(۱۸) ان دیوتاؤں نے کہا۔ بیشک جو کچھ ہے۔ وہ ان (غذا) ہی ہے جو تو نے اپنے لئے گایا ہے۔ ہم کو بھی اس ان کا حصہ دے۔ اس

نے کہا "تم سب مجھ میں داخل ہو جاؤ" انہوں نے کہا "بہت اچھا"۔ اور وہ سب اس میں چاروں طرف سے داخل ہو گئے۔ اس لئے جو شخص پران سے غذا کھاتا ہے۔ اس سے یہ دیوتا (اندریاں) آسودہ ہوتی ہیں۔ جو اس طرح اس راز کو جانتا ہے۔ اسی طرح اس کی جاتی کے لوگ اس کے پاس آتے ہیں تاکہ وہ زندگی کی غذا پائیں۔ اور وہ اپنے لوگوں کا پالنے والا ہوتا ہے۔ وہ (اپنے ہمجنسوں میں) سب سے اچھا آگے چلنے والا بنتا ہے (جیسے پران اندریوں میں ہے) وہ بڑا مضبوط مالک بن جاتا ہے۔ اور وہ جو اپنے ہمجنسوں میں سے اس (راز) کے جاننے والے کے راہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے (مقابلہ کرتا ہے) وہ کبھی اپنے آپ کے مضبوط بنانے کے قابل نہیں (یعنی اپنی قوم یا جاتی کا مضبوط مددگار نہیں ہو سکتا) مگر ہاں وہ جو اس کے پیچھے چل کر مضبوط کرنے کے قابل جو لوگ ہیں۔ ان کو مضبوط کرنا چاہئے۔ وہی مضبوط کرنے کے قابل (آدمیوں) کے لئے قابل بنتا ہے +

(۱۹) وہ اپاسیہ انگرس (کہلاتا) ہے۔ کیونکہ وہ انگوں کا رس ہے اس لئے جس کسی انگ سے پران نکل جاتا ہے۔ وہیں وہ سوکھ جاتا ہے کیونکہ یہ انگوں کا رس ہے +

(۲۰) یہی برہسپتی بھی ہے۔ کیونکہ بانی برہتی (رچا ہیں ہے) اور یہ اس کا پتی (مالک) ہے۔ اس لئے برہسپتی ہے +

(۲۱) یہی برہسپتی بھی ہے۔ کیونکہ بانی برمھ ہے (یجو) ہے۔ اس کا یہ پتی ہے۔ اس لئے برہسپتی ہے +

(۲۲) یہی (پران) سام بھی ہے۔ بانی سا ہے۔ اور یہ (پران) ام ہے۔ یہ سام کا سام پن ہے۔ یا جس وجہ سے پران گھن (ایک کیڑا) کے

سم (برابر) ہے۔ مچھر کے سم ہے۔ ہاتھی کے سم ہے۔ ان تینوں لوکوں کے سم ہے۔ سب کے سم ہے۔ اس لئے سام ہے۔ جو اس سام کو جانتا ہے۔ وہ سام (پران) کے سایج اور سالوک (لوک کے اور یکتائی کے لحاظ سے قربت) کو بھوگتا ہے +

(۲۳) یہ پران ادگیت بھی ہے۔ بلاشک پران اُت ہے۔ کیونکہ پران ہی سے یہ سب تھما ہوا ہے۔ اور باقی ہی گیتا (گیت) ہے۔ اُت اور گیتا مل کر ادگیت ہے +

(۲۴) اس (مضمون) کی بابت ایک روایت ہے۔ برمھ وت نے جو چکتان کا پوتا ہے سوم پان کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ یہ سوم (راجا) اس کے سر کو گرا دے۔ اگر ایاسیہ انگرس نے اس (پران) کے بغیر کسی دوسرے سے (ادگیت) گایا ہو۔ کیونکہ اس نے بانی سے اور پران سے ہی گایا تھا +

(۲۵) جو اس سام کی دھن (دولت) کو جانتا ہے۔ اس کے پاس دولت ہوتی ہے۔ بلاشک سور (الحان) ہی اس سام کا دھن ہے اس لئے جو (سام گانے والا) رتوج کا کام کرنا چاہے۔ اس کو اپنی بانی (آواز) میں اچھے سور کی خواہش کرنی چاہئے (پھر) وہ اس بانی سے جو سور کی دولت والی ہے رتوج کے کام کرنے کی خواہش کرے۔ یہی سبب ہے کہ یگیہ میں لوگ اس کو ضرور دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا اچھا سور (الحان) ہوتا ہے۔ جب (اس کو دیکھنا چاہتے ہیں) جس کے پاس دولت ہے۔ بلاشک اس کے پاس دولت ہوتی ہے جو سام کی اس دولت کو جانتا ہے +

(۲۶) جو اس سام کے سونے (طلا) کو جانتا ہے۔ بلاشک اس کے پاس سونا ہوتا ہے۔ سور (الحان) ہی اس کا سونا ہے جو سام کے اس سونے

کو جانتا ہے۔ بلاشک اس کے پاس سونا ہوتا ہے +

(۲۷) جو اس سام کی پرتشٹھا (سہارے) کو جانتا ہے۔ وہ بلاشک پرتشٹھت ہوتا ہے۔ بانی ہی اس کی پرتشٹھا ہے۔ کیونکہ بانی ہی میں یہ پران پرتشٹھا (سہارا) پائے ہوئے ہے۔ گایا جاتا ہے۔ کئی (لوگ) کہتے ہیں۔ کہ ان میں (سہارا پاکر گایا جاتا ہے) +

(۲۸) اب یہاں سے پومان منتروں کا ابھیار وہ ہے۔ ستتی گانے والا اتج سام کو شروع کرتا ہے۔ جب وہ شروع کرے تب ان (یجروید کے منتروں) کا جپ کرے :-

"است سے مجھ کو ست کی طرف لے چل۔ اندھکار سے مجھ کو پرکاش کی طرف لے چل۔ موت سے مجھ کو لافانیت کی طرف لے چل" +

جب وہ یہ کہتا ہے کہ است سے مجھ کو ست کی طرف لے چل۔ است سچ مچ موت ہے۔ اور ست امرت ہے۔ اس لئے وہ یہی کہتا ہے کہ موت سے مجھ کو امرت کی طرف لے چل)۔ مجھ کو امرت بنادے +

اور جب وہ یہ کہتا ہے کہ اندھکار سے مجھ کو پرکاش کی طرف لے چل۔ اندھکار سچ مچ موت ہے۔ اور پرکاش امرت ہے۔ اس لئے وہ یہی کہتا ہے کہ موت سے مجھ کو امرت کی طرف لے چل۔ مجھ کو امرت بنادے +

(اور اس کا یہ کہنا کہ) موت سے مجھ کو امرت کی طرف لے چل اس میں کچھ چھپا ہوا نہیں ہے +

اب جو دوسرے ستوتر ہیں۔ ان میں ادگاتا اپنے لئے کھانے کے قابل ان کو گائے۔ اس لئے ان میں وہ بر مانگے جو (یعنی) وہ جو کامنا چاہئے۔ وہ مانگے +

یہ اُدگاتا جو اس ودیا کو اس طرح جانتا ہے۔ وہ اپنے لئے اپنے ججمان کے کے لئے جو کامنا چاہتا ہے۔ وہی گاتا ہے (گانے سے پورا کرتا ہے) پس یہ بلاشک لوک کی جیتنے والی ہے۔ اس طرح اس سام کو جانتا ہے۔ اس کو ہی بات کا قید نہیں رہتا۔ کہ وہ لوک کے قابل نہ ہوگا (بلکہ اس کو لوک پر لوک دونوں ملیں گے) +

پانچویں منجری

سوال۔ برہمہ کیا ہے؟ +

جواب۔ برہمہ سگن اور نرگن ہے۔ سگن اس کو کہتے ہیں جو گن کے ساتھ ہو۔ نرگن اس کو کہتے ہیں جو گن سے پرے ہو۔ ست۔ رج۔ تم تین گن ہیں ست میں پرکاش ہے آنند ہے اور ہستی کا بھان ہے۔ اسی سے اور اسی میں سب کو جانتے ہیں اسی سے اور اسی میں سکھ بھوگتے ہیں۔ اسی سے اور اسی میں اپنی ہستی کا انبھو کرتے ہیں۔ رج میں دکھ ہے۔ چنچلتا ہے اور راگ دویش ہے۔ اسی سے اور اسی میں دکھ پرتیت کرتے ہیں اسی سے اور اسی میں من چنچل رہتا ہے اسی میں اور اسی سے پسندیدگی اور غیر پسندیدگی کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ تم مور ہتا ہے آلسیہ ہے اور اندھکار ہے اسی میں اور اسی سے پرانی موڑھ بنا رہتا ہے اسی سے اور اسی میں آلسیہ اور سستی آتی ہے۔ اسی سے اور اسی میں اگیان اور لاعلمی ہے۔ یہ تین گن اور ان کے تین خواص ہیں۔ سارا جگت ان تین گنوں کا کھیل ہے۔ یہ ناشمان ہیں ہیں۔ انہیں کے سامیہ اوستھا کا نام پرکرتی ہے۔ کیونکہ جس کو پرکرتی بولتے ہیں وہ تبدیلی

پڑتا ہے۔ وہی کارن۔ سوکشم اور ستھول ہے۔ کبھی وہ اپنے کارج میں دکھائی دیتی
ہے کبھی کارن روپ ہو کر گپت ہو جاتی ہے۔ وہ آنکھ کے سُرمہ کی طرح نزدیک
ہے مگر دکھائی نہیں دیتی۔ وہ دور کے ستاروں کی طرح زیادہ فاصلہ پر ہونے
سے نظر نہیں آتی۔ وہی جب آنکھوں کے اوٹ میں ہے اُس کا پتہ تک نہیں
لگتا۔ اور وہی جب اندریوں کی شکل وصورت کے طبقہ میں آجاتی ہے دکھائی
دی جاتی ہے۔ بجلی چمکی۔ تُو نے اُس کا کوندا دیکھا۔ یہ جادہ جا نظر سے غائب
یہ پرکرتی ہے۔ جس میں اور جس سے سرشٹی۔ ستھتی اور پرے کے نظارہ نظر
آتے ہیں وہ پرکرتی ہے۔ جو چھن چھن نت نئے روپ بدلتی رہتی ہے۔ وہی
برہما کا روپ بن کر پیدا کرتی۔ وشنو ہو کر پالن پوشن کرتی ہے اور شیو کے روپ
میں سنگھار کرتی ہے۔ بجلی کے کوندے میں یہ تینوں موجود ہیں۔ ہر جگہ ہر کام
ہر وقت اُس کا کھیل دکھائی دے رہا ہے۔ ساوتری۔ لکشمی۔ دُرگا اِس کی
شکتی ہیں۔ یہ تبدیلی میں رہتی ہے اس لئے ناشمان ہے۔ جتنے دوّیہ شکتی
والے دیوی دیوتا ہیں پرکرتی کے ہیں اور پرکرتی میں اپنا کھیل کرتے ہیں جتنے
لوک لوکانتر۔ ستارے سیارے۔ انسان۔ حیوان۔ چر۔ اَچر ہیں۔ اِسی پرکرتی
کے ہیں اور اسی پرکرتی میں نانا روپ دھارن کر کے نظارہ دکھاتے ہیں یہ
سگن برہم کی تعریف ہے۔ مگر یہ ناشمان ہے است ہے۔ خیالی ہے اور
فرضی وہمی ہے۔ ست۔ است سے وِلکشن انروچنی ہے نہ یہ ہے نہ
نہیں ہے۔ بھاستی ہے۔ مگر حقیقت میں ہستی نہیں رکھتی۔ رسّی میں
سانپ۔ مرو تھل میں جل اور سیپ میں چاندی۔ کاغذ اور ابرق میں روپا
بن کر نظر آجاتی ہے اور پھر کچھ بھی نہیں۔ یہ سگن برہم ہے +

گو گوچر جہاں لگ من جائی

سو مایا کرت جان ہو بھائی

جہاں یہ تماشے نہیں ہیں۔ جہاں ستتھی۔ پرلے اور سرشٹی کا سوال نہیں ہے وہ نرگن برہمہ ہے +

اے شِشیہ! میں نے تجھ کو خواب اور سمندروں کی لہروں کے درشٹانت سے اس کو ایک مرتبہ سمجھا دیا ہے۔ تو اس پر غور کر۔ اور تو انبھو کرنے لگیگا۔ کہ سگن اور نرگن میں کیا بھید ہے +

جاگرت میں رج۔ سوپن میں ست۔ اور سوشپتی میں تم کے تماشے رہتے ہیں۔ یہ پرکرتی کے کام کے تین طبقے ہیں۔ ان کے پرے برہمہ ہے۔ جہاں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے +

نرگن آدھار ہے۔ سگن نام اور روپ کو بولتے ہیں۔ سمندر آدھار ہے۔ اُس میں لہر۔ بُدبدے۔ طوفان۔ سب آیا کرتے ہیں۔ جو اُس سے نیارے نہیں مگر ناشمان ہیں۔ ویسے ہی برہمہ میں وشنو۔ شیو۔ برہما۔ دیوتا منشیہ راکشس۔ درخت۔ تتو سب پیدا ہو ہوکر دکھا جاتے ہیں اور اپنے آدھار سے ملکر ایک ہو رہتے ہیں۔ یہ سگن اور نرگن برہمہ کا وچار ہے +

اُودھ اپار سروپ مم نہری وشنو مہیش
ربی۔ ششی۔ چندا۔ ورُن۔ جم۔ شکتی۔ دھنیش گنیش
جاکر پال سرو گیتہ کو ہتیہ دھارت مُنی دھیان
تامیں ہوت اُپادھی تے موہین رتھیا بھان

یہ سگن اور نرگن برہمہ تو ہے۔ تیرے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ سوچ۔ سوچ۔ سوچ۔ سُن سُن سُن۔ شروتی کیا سُناتی ہے:-

در ہدآرنیک اُپنشد ادھیا ء دوسرا برہمن تیسرا

(۱) برھم کی دو شکلیں ہیں - ایک مجسم اور دوسری غیر مجسم - مرنے والی - نہ مرنے والی - ٹھہرا ہوا - اور چلنے والی - ایک محدود - دوسری غیر محدود - ایک ست دوسری غائب +

(۲) ہوا اور آکاش کے سوا سب کی شکل ہے - یہ مرنے والا ہے - یہ قائم ہے - یہ ظاہر ہے - یہ جو شکل ہے - مرنے والی ہے یہ قائم ہے - اور ست ہے - اس کا یہ رس (جوہر خلاصہ) ہے - جو یہ تپنے والا (سورج) ہے - کیونکہ وہ ست (ظاہر) کا رس ہے +

(۳) ہوا اور آکاش کی شکل نہیں ہے - یہ امرت ہے یہ بیحد لافانی ہے یہ غائب (نظر نہ آنے والا) ہے - اس کا رس (جوہر - عطر) یہ ہے جو اس (سورج کے) منڈل میں پُرش ہے - کیونکہ یہ اس چھپے ہوئے کا رس ہے. یہ ادھی دیوت (دیوتاؤں کے تعلق میں) ہے +

(۴) اب ادھیاتم (کا بیان) پران اور جسم کے اندر آکاش کے سوا جو کچھ ہے وہ شکل والا ہے - یہ مرنے والا ہے - یہ قائم ہے - یہ ست ہے - اس کا رس (خلاصہ و جوہر وہ) ہے - جو آنکھ میں ہے - کیونکہ یہ ست کا رس ہے +

(۵) اب پران اور شریر کے اندر جو آکاش ہے - یہ بغیر شکل کا ہے - یہ امرت ہے - یہ لا محدود ہے - یہ پرے ہوا ہے - اس کا رس (جوہر وہ) ہے جو داہنی آنکھ میں پرش ہے - کیونکہ اس چھپے ہوئے کا یہ رس ہے +

(۶) اس پُرش کا رُوپ کیسر کے رنگ سے رنگے ہوئے بستر کی طرح - بُھورے بھیڑ کی اون کی طرح - بیر بہوٹی (لال) کی طرح سفید کنول کی طرح ایک ہی مرتبہ (چمکنے والی) بجلی کی چمک کی طرح ایک ہی مرتبہ بجلی کے سب جگہ چمکنے کی طرح - اس کی چمک چمکتی ہے جو اس راز کو جانتا ہے ایک مرتبہ چمک

اُٹھتا ہے۔ اب آگے برمھ کا اُپدیش ہے۔ نیتی۔ نیتی (نہیں ہے اس طرح کا) ہے۔ کیونکہ (برمھ) اس طرح کا نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر دوسرا (مارگ) نہیں ہے۔ اب نام ہے۔ سچائی کی سچائی۔ پران سچائی ہے۔ اور (برمھ) ان کی سچائی ہے +

چھٹویں منجری

سوال۔ برہمہ کیا ہے؟ +

جواب۔ جس کے بغیر کچھ نہ رہ سکے۔ جو سب کے بغیر رہ سکے وہ برہمہ ہے۔ جس کی ہستی اپنی ہو۔ جو کسی کی ہستی پر قائم نہ ہو۔ وہ برہمہ ہے جو کسی سے کسی طرح کی سّتا نہ لیتا ہو۔ جو سب کو اپنی سّتا دے سکتا ہو۔ اور جس کی سّتا سب کا آدھار ہو وہ برہمہ ہے۔ جو کسی سے پیدا نہ ہو۔ جو سب کو پیدا کر سکے وہ برہمہ ہے۔ جس میں سب پیدا ہوتے رہتے اور مٹ جاتے ہیں۔ وہ برہمہ ہے جس میں سب رتھ کے نابھی کی طرح گُتھے ہوں۔ جو کسی میں نہ گُتھا ہو وہ برہمہ ہے۔ جس میں سب اوت پروت ہو۔ جو کسی میں اوت پروت نہ ہو وہ برہمہ ہے۔ یہ گُتھنا اور یہ اوت پروت ہونا آدھار بننے اور ادھشٹان ہونے سے مراد ہے۔ اِس کے سوا اُن سے اور مراد نہ لینی چاہئے +

جو اس آدھار۔ اس ادھشٹان۔ اس گُتھنے اور اس اوت پروت ہونے کے اصلی مطلب کو سمجھتا ہے وہ برہمہ کو بھی سمجھتا ہے۔ جو اس کو نہیں سمجھتا وہ برہمہ کو بھی نہیں سمجھتا۔ جس پر تم اپنی چِت کی وِرتی کو ٹھہرا دو۔ اور اس

اُوسب کا آدہار سمجھ لو - وہی برہمہ ہے - چاہے اُس کو کسی لفظ - کسی اِصطلاح اور کسی نام یا رُوپ سے ظاہر کرو - اگر تم نے اُس کو اچھی طرح سمجھ لیا - وہی برہمہ ہے - اور یہاں تک پہنچ کر اگر پھر بھی تم یہ سوال کرو کہ برہمہ کس کے آدہار پر ہے - تو پھر وہاں غلطی ہوگی - اور تمہارا یہ کہنا گستاخی میں داخل ہوگا - جس کی سزا موت ہے - کیونکہ برہمہ کا اور کوئی آدہار نہیں ہوتا - اور تم پاپ کرتے ہوگے - کیونکہ جب تم برہمہ تک پہنچ گئے - تو اب اُس کے آدہار کا آدہار تلاش کرنا حماقت اور احمقی نہیں تو کیا ہے - برہمہ کے آگے کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں - یہ سوال بیجا ہوگا - مرکز کا مرکز ماننا نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ آگے سوال کرنے کی درحصل ضرورت ہی نہیں باقی رہتی - ورنہ ان اوستھا ورتی (یعنی سلسلہ لامقطوع) کا نقص عاید ہوگا - اور نتیجہ پریشانی اور حیرانی کے سوا کچھ نہ ہوگا - چند مختصر لفظوں میں تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ برہمہ سب کا آدہار ہے +

اس خیال کی تائید میں مَیں تم کو ذیل کی شُرتی سُناتا ہوں :-

ورہد آرنیک اُپنشد چھٹواں ادھیا پہلا برہمن

(۱) جو سب سے بڑے اور سب سے سریشٹ کو جانتا ہے - وہ اپنے لوگوں کے درمیان بڑا اور سریشٹ ہو جاتا ہے - پران بلا شک سب سے بڑا اور سریشٹ ہے - جو یہ جانتا ہے وہ اپنے لوگوں کے درمیان بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے - اور ان لوگوں میں بھی جن میں وہ بڑا ہونا چاہتا ہے +

(۲) جو بڑی دولتمند (بانی) کو جانتا ہے - وہ اپنے آدمیوں کے درمیان دولتمند ہوتا ہے - بانی بلاشک بہت دولتمند ہے - جو یہ جانتا ہے وہ اپنے لوگوں کے درمیان دولتمند ہوتا ہے اور ان میں بھی جن میں بڑے ہونے کی

اس کو خواہش ہے +

(۳) جو ورڑھ ستتی (کسی مضبوط جگہ پر قائم ہونے) کو جانتا ہے۔ وہ ناہموار اور ہموار جگہ سب جگہ میں ورڑھ استھت ہے (مضبوطی سے قائم) ہوتا ہے۔ آنکھ دراصل ورڑھ استھت ہے۔ کیونکہ آنکھ کی مدد سے انسان ہموار اور ناہموار جگہ میں مضبوطی سے قائم ہوتا ہے۔ جو یہ جانتا ہے وہ ہموار اور ناہموار دونوں میں مضبوطی سے قائم رہتا ہے +

(۴) جو دولت کو جانتا ہے۔ وہ خواہش کرتا ہے۔ اس کے لئے سب کی سدھی ہو جاتی ہے۔ کان دولت ہے۔ کیونکہ کان ہی سے تمام وید سپھل ہو جاتے ہیں۔ جو جاننے کے قابل ہیں۔ جو شخص یہ جانتا ہے۔ اس کی سب کامنائیں سپھل ہو جاتی ہیں +

(۵) جو گھر (اندریہ اور وشیوں کے آسرے) کو جانتا ہے۔ وہ اپنے لوگوں کے واسطے گھر ہوتا ہے (اور) سب لوگوں کا گھر ہوتا ہے۔ من بلاشک گھر ہے۔ جو یہ جانتا ہے وہ اپنوں اور دوسروں کا گھر (آشرا دینے والا) ہوتا ہے +

(۶) جو پرجاپتی کو جانتا ہے۔ وہ اولاد اور مویشی والا ہوتا ہے۔ بیج دراصل پیدائش کا ذریعہ ہے۔ جو یہ جانتا ہے وہ اولاد پیدا کرتا ہے۔ اور مویشی والا ہوتا ہے +

(۷) ان اندریوں میں جھگڑا ہوا (سب کہتے تھے) میں ہی بڑا ہوں اور برمھ کے پاس گئے۔ اور پوچھا "ہم میں کون بڑا ہے۔ اس نے کہا تم میں سے جس نکل جانے پر یہ شریر زیادہ مکروہ معلوم ہو۔ وہ تم میں سب سے بڑا ہے" +

(٨) بانی باہر گئی۔ اور ایک برس باہر رہ کر واپس آئی۔ پوچھا "تم میرے بغیر کیسے رہے"؟ انہوں نے کہا " جیسے گونگے بغیر بولے ہوئے سانس لیتے ہوئے من سے جانتے ہوئے۔ بیج سے پیدا کرتے ہوئے زندہ رہتے ہیں اسی طرح ہم زندہ رہے۔ تب بانی (جسم میں) داخل ہوئی +

(٩) اب آنکھ باہر گئی۔ ایک برس باہر رہ کر واپس آئی۔ پوچھا " میرے بغیر تم کس طرح رہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ جیسے اندھے آنکھ سے بغیر نہ دیکھتے ہوئے بھی پران سے سانس لیکر۔ بانی سے بولکر۔ کان سے سن کر۔ من سے جان کر اور بیج سے پیدا کرتے ہوئے زندہ رہتے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی زندہ رہے۔ بانی داخل ہوگئی +

(١٠) کان باہر گیا۔ برس دن باہر رہ کر واپس آیا۔ پوچھا میرے بغیر تم کیسے جی سکے؟ اُنہوں نے کہا " جیسے بہرے کان سے نہ سنتے ہوئے بھی پران سے سانس لے کر۔ بانی سے بول کر آنکھ سے دیکھ کر۔ من سے جان کر اور بیج سے پیدا کرتے ہوئے جیتے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی زندہ رہے" کان داخل ہوگیا +

(١١) من باہر گیا۔ سال بھر رہ کر واپس آیا پوچھا " میرے بغیر تم کیسے رہے؟ انہوں نے کہا " ناوانوں کی طرح من سے نہ جانتے ہوئے بھی پران سے سانس لے کر۔ بانی سے بول کر۔ آنکھ سے دیکھ کر۔ کان سے سن کر اور بیج سے پیدا کرتے ہوئے زندہ رہتے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی زندہ رہے من داخل ہوگیا +

(١٢) بیج باہر گیا۔ سال بھر باہر رہ کر واپس آیا۔ پوچھا " میرے بغیر تم کیسے جئے؟ انہوں نے کہا " جیسے ہینجڑے بغیر بیج کے پیدائش نہ کرتے

ہوئے بھی پران سے سانس لیکر بانی سے بول کر۔ آنکھ سے دیکھ کر۔ کان سے سُن کر اور من سے جان کر بھی جیتے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی زندہ رہے۔" بیج بھی داخل ہو گیا +

(۱۳) اب پران (خاص زندگی) باہر جانے لگا تو اس نے اُن کی جڑ کو اُکھیڑ دیا۔ جیسے ایک سندھ دیش کا اچھا گھوڑا ان میخوں کو اُکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ جن سے اس کے پاؤں بندھے ہوتے ہیں۔ تب انہوں نے کہا بھگون! باہر مت جاؤ۔ تمہارے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔" اس نے کہا "تب مجھ کو نذریں دو۔" انہوں نے کہا۔" بہت اچھا۔" +

(۱۴) بانی نے کہا "مجھ میں جو بنیاد ہے وہ تیری ہے۔" آنکھ نے کہا۔ "میں ورڑھ ستھتی ہوں وہ تیری ہے۔ کان نے کہا۔" میرا خزانہ تیرا ہی ہے" من نے کہا۔" میں جو گھر ہوں وہ تو ہے"۔ بیج نے کہا۔" میں جو پیدا کرتا ہوں وہ تو ہے۔ تب اس نے کہا۔" میرے لئے اناج اور کپڑا ہو گا؟" (انہوں نے کہا) جو کچھ کتے۔ کیڑے مکوڑے پتنگے ہیں۔ وہ تیرا اناج ہے اور جل تیرا کپڑا ہے۔ جو اس طرح ان (پران) کو اناج جانتا ہے اس کی کھائی چیز کوئی ایسی نہیں جو اناج نہ ہو۔ اس کی دان لی ہوئی کوئی چیز ایسی نہیں۔ جو اناج نہ ہو۔ وید کے جاننے اس اجل کو پران کا بستر جانتے ہوئے جب کھانے کو ہوتے ہیں تو پہلے آچمن کرتے ہیں۔ اور پھر کھانے کے بعد پانی پیتے ہیں۔ اس سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم پران کو ننگا نہیں کرتے ہیں (یعنی جل کا لباس پہناتے ہیں) اسی مضمون کے متعلق۔ ایک اور شرتی کی شہادت سُن لو ا۔

ورہد آرنیک اُپنشد ادھیائے تیسرا۔ برہمن آٹھواں

(۱) اب واچکنوی لڑکی (گارگی) کہنے لگی۔" بھگونتو برہمنو! میں اس سے

دو سوال اور کرنا چاہتی ہوں۔ اگر وہ مجھ کو ان دونوں کو بتا دے گا۔ تو تم میں سے کوئی بھی کبھی اس برہم کے جاننے والے کو جیت نہ سکے گا۔" انہوں نے کہا "اے گارگی! تو پوچھ دیکھ" +

(۲) اس نے کہا "اے یاگیہ ولکیہ! جیسے کوئی کاشی یا ودیہہ (کے ویش) کا اقبال مند لڑکا اپنے (کمان کے) اترے چلّے میں چلا چڑھا کر دشمنوں کو پورے چھیدنے والے تیز نوکیلے تیر ہاتھ میں لیکے کھڑا ہو جائے۔ ٹھیک اسی طرح میں دو سوالوں کو لے کر تیرے سامنے کھڑی ہوئی ہوں۔ ان دونو کو مجھ کو بتا دے۔" (یاگیہ ولکیہ نے کہا) "اے گارگی! پوچھ لے" +

(۳) اس نے کہا "اے یاگیہ ولکیہ! جو دیو سے اوپر ہے۔ جو پرتھوی سے نیچے ہے۔ جو اس دیو اور پرتھوی کے درمیان ہے۔ اور جس کو گزرا ہوا۔ گزرنے والا اور گزرتا ہوا کہتے ہیں۔ وہ کس میں پرویا ہوا ہے" +

(۴) اس نے کہا "اے گارگی! جو دیو سے اوپر ہے۔ جو پرتھوی سے نیچے ہے۔ اور جو اس پرتھوی اور دیو کے درمیان ہے۔ جس کو گزرا ہوا۔ گزرتا ہوا۔ گزرنے والا کہتے ہیں۔ وہ آکاش میں پرویا ہوا ہے" +

(۵) اس نے کہا "اے یاگیہ ولکیہ! تجھ کو نمسکار ہے۔ جس نے میرے اس سوال کو حل کر دیا۔ اب دوسرے کے لئے تیار ہو جا۔" یاگیہ ولکیہ نے کہا "پوچھ اے گارگی" +

(۶) اس نے کہا "اے یاگیہ ولکیہ؟ جو دیو سے اوپر ہے۔ جو پرتھوی سے نیچے ہے۔ جو اس دیو اور پرتھوی کے درمیان ہے۔ جس کو گزرا ہوا۔ گزرتا ہوا۔ گزرنے والا کہتے ہیں۔ وہ کس چیز میں پرویا ہوا ہے" +

(۷) اس نے کہا "اے گارگی! جو دیو سے اوپر ہے۔ جو پرتھوی

سے نیچے ہے - جو اس پرتھوی اور دیو کے بیچ میں ہے - جس کو گزرا ہوا گزرتا ہوا اور گزرنے والا کہتے ہیں - وہ آکاش ہی پرویا ہوا ہے ۔" (گارگی نے کہا) "وہ آکاش کس میں پرویا ہوا ہے" +

(۸) اس نے کہا "اے گارگی! اس کو برہم کے جاننے والے اکشر (لافانی) کہتے ہیں - وہ نہ موٹا ہے نہ پتلا ہے نہ چھوٹا ہے نہ لمبا ہے نہ سُرخ ہے بغیر تعلق کے ہے - بغیر سایہ کے ہے بغیر اندھیرے کے ہے نہ ہوا ہے نہ آکاش ہے - بغیر سایہ کے ہے - بغیر رس کے ہے - بغیر بو کے ہے - اس کے آنکھ نہیں - اس کے کان نہیں - اس کے بانی نہیں اس کے من نہیں - اس کے تیج (آگ) نہیں - اس کے پران نہیں - اس کے منہ نہیں - اس کا ماپ نہیں - اس کے اندر کچھ نہیں - اس کے باہر کچھ نہیں - نہ وہ کسی کو بھوگتا ہے - نہ کوئی اس کو بھوگتا ہے +

(۹) اے گارگی! اسی اکشر برہم کے زبردست حکم میں سورج اور چاند اپنی حیثیت میں کھڑے ہیں - اے گارگی! اس اکشر کے حکم سے پرتھوی اور دیو اپنی حیثیت میں کھڑے ہیں - اے گارگی! اسی اکشر کے زبردست حکم سے پلک مہورت - دن رات - پکش - مہینے - رُت اور برس اپنی اپنی حیثیت میں کھڑے ہیں - اے گارگی! اسی کے حکم میں دانی لوگوں کی لوگ تعریف کرتے ہیں - اسی کے حکم میں دیوتا ججمان کے سپرد ہوتے ہیں - اور پِتر آہوتی (ہوم) کے سپرد ہوتے ہیں +

(۱۰) اے گارگی! جو اس اکشر کے جاننے کے بغیر اس لوک میں ہوم کرتا ہے - یگیہ کرتا ہے یا تپ تپتا ہے - وہ چاہے ہزاروں برس تک ایسا کرے - وہ سب ختم ہو کر رہتا ہے - اے گارگی! جو اس اکشر کے جاننے

پھر دنیا سے چل بستے ہیں۔ وہ کنجوس (قابل رحم) ہیں۔ اور جو اس کو جان کر دُنیا سے چل دیتے ہیں۔ وہ براہمن ہیں +

(۱۱) اے گارگی! یہ اکشر کسی سے نہ دیکھا ہُوا دیکھنے والا ہے۔ کسی سے نہ مانا ہُوا ماننے والا ہے۔ کسی سے نہ جانا ہوا جاننے والا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی دیکھنے والا نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی سننے والا نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی منن کرنے والا نہیں۔ اے گارگی اس اکشر میں آکاش پروئے ہوئے ہیں (یہ برہمہ ہے۔ اس کو پا کر پھر کسی کی ہوس نہیں رہ جاتی) +

(۱۲) اس (گارگی) نے کہا "قابل تعظیم براہمنوں! یہی کافی سمجھو۔ جو اس کو تعظیم کر کے چلے جاؤ۔ تم میں سے کوئی برہمہ وادی اس کو جیت نہ سکیگا تب گارگی چپ ہوگئی +

تیسری شہادت بھی سُنو :-

وریہدآرنیک اُپنشد ادھیا تیسرا برہمن چھٹا

(۱) تب گارگی واچکنوکی لڑکی نے اس سے پوچھا "اے یاگیہ ولکیہ! جو یہ ہر چیز جل میں پروئی ہوئی ہے۔ یہ جل کس میں پروئے ہوئے ہیں؟ انترکش لوک میں۔ اے گارگی"! "انترکش لوک کس میں پروئے ہوئے ہیں"؟ "چندر لوک میں اے گارگی"! "چندر لوک کس میں پروئے ہوئے ہیں"؟ "اے گارگی! اندر لوک میں"! "اندر لوک کس میں پروئے ہوئے ہیں"؟ "اے گارگی! پرجاپتی لوک میں"۔ "پرجاپتی لوک کس میں پروئے ہیں"؟ "اے گارگی! برھم لوک میں"! "برھم لوک کس میں پروئے ہیں"؟ اس نے کہا "اے گارگی! بہت سوال نہ کر نہیں تو تیرا سر گر جائے گا۔ جس دیو کی بابت بہت سوال نہ ہونا چاہئے تو اس کی بابت بہت سوال کرتی ہے۔ اے گارگی! بہت

سوال مت کر"۔ تب گارگی واچکنو کی لڑکی چپ ہو گئی +

چوتھی شہادت یہ ہے:۔

وربہدآرنیک اپنشد ادھیائے پہلا براہمن چھٹا

(۱) یہ (جو کچھ موجود ہے) ترک (تین باتوں والا) ہے۔ نام۔ روپ اور کرم۔ نام بانی ہیں۔ یہ ان کی اکتھ[1] ہے۔ کیونکہ سب اسی سے نکلے ہیں۔ بانی ان کی (بنیاد ہے) سام ہے۔ کیونکہ وہ سب کے لئے یکساں ہے۔ یہ ان کی برمھ ہے۔ کیونکہ یہ تمام ناموں کو سہارا دئے ہوئے ہے +

(۲) اب روپوں کا (بیان ہے) آنکھ شکلوں کی اکتھ ہے۔ کیونکہ اسی سے سب روپ نکلتے ہیں۔ یہ ان کی سام ہے۔ کیونکہ یہ سب شکلوں کے لئے یکساں ہے۔ یہ ان کا برمھ ہے۔ کیونکہ یہ تمام شکلوں کا سہارا دئے ہوئے ہے +

(۳) اب کرموں (کا بیان ہے) شریر ان کا اکتھ ہے۔ کیونکہ اس سے تمام کرم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ان کا سام ہے۔ کیونکہ یہ سب کرموں کے لئے یکساں ہے۔ یہ ان کا برمھ ہے۔ کیونکہ یہ سارے کرموں کو سہارا دئے ہوئے ہے +

(۴) پس یہ تینوں (روپ۔ نام۔ کرم) ایک ہیں۔ یعنی آتما اور ایک ہوتا ہوا آتما تین ہے۔ یہ امرت ہے جو ستیہ سے ڈھکا ہوا ہے۔ بیشک پران امرت ہے۔ نام اور روپ ستیہ ہیں۔ ان دونوں سے یہ پران ڈھکا ہوا ہے +

[1] رگوید کے منتروں کا مجموعہ۔

ساتویں منجری

سوال۔ برہمہ کیا ہے؟

جواب۔ برہمہ سب کچھ ہے۔ وہی اُپادان اور نمت کارن ہے۔ اُسی سے سب کچھ ہوتا ہے اور اُسی میں سب کچھ ہوتا ہے۔ وہی سمندر ہے وہی سمندر میں لہر۔ اور بوند ہے۔ وہی سورج ہے وہی سورج میں کرن اور چمک ہے وہی آگ ہے اور آگ میں انگارے۔ چنگاری اور دُھواں ہے۔ وہی دل ہے اور وہی دل کے خیالات اور جذبات اور محسوسات ہے۔ وہی بھاپ (پانی کا پرمانو) ہے وہی بھاپ میں پانی۔ برف اور بوند ہے۔ وہی مکڑی ہے وہی مکڑی میں تار پود اور جال ہے۔ جس طرح سمندر میں لہریں اُٹھتی ہیں اور اُس میں مل رہتی ہیں ویسے ہی یہ جگت اُس میں پیدا ہو کر اُسی میں لے ہوتا ہے۔ جیسے سورج سے کرنیں نکلتی اور سب کو روشن کرتی رہتی ہیں ویسے ہی یہ جگت اُس میں ظاہر ہو کر گپت ہو جاتا ہے۔ جیسے دل سے خیالات نکلتے اور سماتے رہتے ہیں ویسے ہی اُس میں سنسار کا بیوہار ہو کر اُسی میں سما جاتا ہے۔ جیسے مکڑی اپنے اندر سے جالا بناتی اور نگل لیتی ہے ویسے ہی اُس برہمہ میں سرشٹی۔ پرلے اور ستھتی کے نظارے نظر آتے ہیں۔ جیسے بھاپ کے منڈل کے ذرّے ہی اوس لہر۔ بوند۔ بادل۔ ندی نالے۔ سیلاب۔ سمندر بنتے ہیں اور پھر بھاپ منڈل میں جا کر چھپ جاتے ہیں ویسے برہمہ میں لوک لوکانتر۔ ستارے سیارے۔ اور سب کچھ بنتے بگڑتے ہیں۔ اِس برہمہ کے سوا اور دوسرا کچھ بھی نہیں ہے۔ جن کو سمجھ نہیں ہے وہ سورج کو سورج کے کرنوں

سے الگ سمجھتے ہیں۔ جن کو تمیز نہیں ہے وہ سمندر کو بوند اور لہروں سے علیحدہ مانتے ہیں۔ جو گیان وان نہیں ہیں۔ اُن کی دانست میں خیالات۔ محسوسات اور جذبات دل سے نیارے ہیں۔ جو بویکی پُرش نہیں ہیں وہ ٹکڑی اور ٹکڑے کے جانے کو الگ الگ تسلیم کرتے ہیں۔ حقیقت میں اُن کے درمیان تمیز کا خط نہیں کھینچا جا سکتا۔ نادان کہتے ہیں کہ اس طرح سمجھنے سے برہمہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔ برہمہ تو کُل ہے۔ جزوں کی علیحدگی سے اُس میں نقص کیا آتا ہے۔ جہاں جزو ہونگے وہاں ہی کُل ہوگا۔ جہاں بوندیں ہونگی وہاں ہی سمندر ہوگا۔ کون جزو کو کُل سے الگ کر سکتا ہے۔ کون بوندوں کو سمندر سے علیحدہ دکھا سکتا ہے۔ یہ بالکل نادانی اور باولے پن کی گفتگو ہے وہ نہ کبھی ٹکڑا ہوا نہ تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ وہی ایک ہے اور اُس میں انیک کا نظارہ ہے۔ وہی ایک تھا اور انیک تماشوں میں بھن بھن نظر آتا ہے۔ اُس کے سوا نہ کوئی ہے نہ تھا اور نہ ہوگا یہ برہمہ ہے +

ورہدآرنیک اُپنشد ادھیاء دوسرا پہلا برہمن

(۱) بلاکا کا بیٹا گارگیہ بہت بڑا عالم اور مغرور پنڈت تھا۔ اس نے کاشی کے (راجا) اجات شترو سے کہا "میں تجھ کو برمھ کا اُپدیش کرونگا"۔ اجات شترو نے کہا "میں تم کو اس کے لئے ہزار (گائیں) دیتا ہوں۔ کیونکہ لوگ جنک[1] کہتے ہوئے بھاگے جاتے ہیں +

(۲) گارگیہ نے کہا "وہ پُرش جو سورج میں (اور آنکھ میں) ہے۔ میں اسی کی برمھ (کی طرح) اُپاسنا کرتا ہوں"۔ اجات شترو نے اس سے کہا

---

[1] راجہ جنک۔ جس سے لوگ گیان سیکھتے تھے +

اس کا غرور نہ کر۔ اس کا غرور نہ کر (اس بات کو پہلے ہی میں جانتا ہوں) اس کو میں اس کی ایسا سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہوں کہ یہ سب سے اونچے قائم ہے۔ سب جانداروں کا سر ہے اور راجا ہے۔ جو اس کو ایسا جان کر اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ بڑا بزرگ ہوتا ہے۔ سب جانداروں کا سردار ہوتا ہے۔ راجہ ہوتا ہے" +

(۳) گارگیہ نے کہا "یہ جو چندر میں (اور من میں) پرش ہے۔ میں اس کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں"۔ اجات شترو نے کہا "اس کا غرور نہ کر۔ اس کا غرور نہ کر۔ اس کی بابت نہ سناؤ۔ میں بلاشک اس کو سفید لباس والا سوم راجہ سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس کو اس طرح سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہے۔ اس کے گھر دن رات سوم بہتا ہے۔ اور زیادہ بہتا ہے۔ اور اس کے یہاں ناج میں کمی نہیں ہوتی +

(۴) گارگیہ نے کہا۔ وہ جو آکاش میں (اور ہردے آکاش میں) پرش ہے۔ میں اس کی بطور برمھ کے اپاسنا کرتا ہوں۔ اجات شترو نے کہا "اس کا غرور نہ کر اس کا غرور نہ کر۔ اس کی بابت نہ بتاؤ۔ میں اس کو بلاشک تیجسوی جان کر اپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس کی اس طرح اُپاسنا کرتا ہے۔ اس کی اولاد تیجسوی ہوتی ہے +

(۵) گارگیہ نے کہا۔ یہ جو بجلی میں (اور ہردے میں) پُرش ہے۔ میں اس کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں۔ اجات شترو نے کہا۔ اس کا غرور نہ کر۔ اس کا غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا۔ میں اس کی بلاشک تیجسوی جان اپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس کی اس طرح اپاسنا کرتا ہے۔ وہ تیجسوی ہوتا ہے۔ اور اس کی اولاد تیج والی ہوتی ہے" +

(۶) گارگیہ نے کہا "جو آکاش میں (اور ہردے کے آکاش میں) پُرش ہے۔ میں اس کی بطور برہمہ کے اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "اس کا غرور نہ کر۔ اس کا غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا میں بلاشک اس کو پورا اور نشچل مان کر اُپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس طرح اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ اولاد سے اور مویشی سے پورن ہوتا ہے اور اس کی اولاد اس دُنیا میں برباد نہیں ہوتی +

(۷) گارگیہ نے کہا "جو یہ وایو میں (اور پران میں) پُرش ہے میں اسی کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "اس کا غرور نہ کر اس کا غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا میں اس کو اندر اور کبھی نہ ہارنے والے لشکر کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس طرح اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ جیتنے کی عادت والا۔ کبھی نہ ہارنے والا۔ اپنے دُشمنوں پر غالب آنے والا ہوتا ہے +

(۸) گارگیہ نے کہا "اگنی میں (اور بانی میں) جو پُرش ہے میں اس کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "غرور نہ کر۔ غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا۔ میں اس کو بڑی طاقت والا جان کر اُپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس طرح اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ بڑی طاقت والا ہوتا ہے۔ اور اس کی اولاد طاقت والی ہوتی ہے +

(۹) گارگیہ نے کہا "جو یہ جل میں (اور بیرج میں، ہردے میں) پُرش ہے۔ میں اس کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "غرور نہ کر غرور نہ کر۔ میں اس کو پرتی روپ (شکل مشابہ) سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہوں۔ وہ جو اس طرح اس کی اُپاسنا کرتا ہے اس کو وہ چیز

ملتی ہے۔ جو اس کے موافق ہے۔ نہ کہ مخالف۔ اور اسی کی طرح کا لڑکا پیدا ہوتا ہے +

(۱۰) گارگیہ نے کہا "جو شیشے میں پُرش ہے میں اس کو برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "غرور نہ کر غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا۔ بیشک یہ چمکنے والا ہے۔ میں ایسا سمجھ کر اس کی اُپاسنا کرتا ہوں جو اس طرح اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ چمک والا ہوتا ہے۔ اس کی اولاد چمکنے والی ہوتی ہے۔ اور جس کے ساتھ وہ ملتا ہے ان سب کو پورا چمکا دیتا ہے" +

(۱۱) گارگیہ نے کہا "جو یہ انسان کے چلنے کے پیچھے شبد پرگٹ ہوتا ہے۔ اس کو میں برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "غرور نہ کر غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا۔ میں اُس کو بلاشک پران سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس کی اس طرح اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ اس دُنیا میں پوری زندگی پاتا ہے۔ پران اس کو اپنے وقت سے پہلے نہیں چھوڑتے" +

(۱۲) گارگیہ نے کہا "جو یہ دشاؤں میں پُرش ہے۔ میں اسی کی برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "غرور نہ کر غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا۔ بلاشک یہ دوسرا ہے۔ ہم کو چھوڑ نہیں دیتا ہے اس کو سمجھ کر میں اُپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس طرح اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ دوسرے والا ہوتا ہے۔ اس سے اس کے ساتھی الگ نہیں ہوتے" +

(۱۳) گارگیہ نے کہا "جو چھایا میں (چھایا اور اندھکار میں) پُرش ہے میں اس کی برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں" اجات شترو نے کہا "غرور نہ کر غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا۔ میں اس کو موت سمجھ کر اُپاسنا کرتا

ہوں۔ جو اس کی اس طرح اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ اس لوک میں پوری عمر کو پہنچتا ہے۔ اور اپنی عمر سے پہلے وہ نہیں مرتا " +

(۱۴) گارگیہ نے کہا " جو یہ آتما میں پُرش ہے۔ میں اس کو برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہوں "۔ اجات شترو نے کہا " غرور نہ کر۔ غرور نہ کر۔ اس کی بابت مجھ کو نہ بتا۔ میں اس کو آتما والا سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہوں۔ جو اس طرح اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ آتما والا ہوتا ہے۔ اور اس کی اولاد آتما والی ہوتی ہے "۔ تب گارگیہ چپ ہو گیا " +

(۱۵) اجات شترو نے کہا " بس اتنا ہی تھا "؟ (اس نے کہا) " ہاں اتنا ہی تھا "۔ اجات شترو نے کہا " اتنے سے تو برمھ کا اصلی رُوپ ہرگز نہیں ہوتا "۔ گارگیہ نے کہا " (تو مجھ کو شاگرد بن کر) اپنے پاس آنے کی اجازت دو " +

(۱۶) اجات شترو نے کہا " یہ اُلٹی بات ہے۔ کہ کوئی براہمن کشتری کے پاس اس ارادہ سے آوے۔ کہ اس کو برمھ کا اُپدیش کرے پس میں تجھ سے یہی کہونگا "۔ یہ کہہ کر اس کو ہاتھ سے پکڑ کر وہ اُٹھ کھڑا ہُوا +

تب وہ ایک سوئے ہوئے پُرش کے پاس آئے۔ اس کو ان ناموں سے بلایا " اے بڑے لباس والے سوم راج "!۔ مگر وہ نہیں اُٹھا۔ تب اس کو ہاتھ سے پکڑ کر جگایا۔ تب وہ اُٹھ کھڑا ہُوا +

(۱۷) اجات شترو نے کہا " جب یہ پُرش جو گیان والا ہے۔ اس طرح سویا تھا۔ تو وہ یہ اس وقت کہاں تھا؟ اور کہاں سے وہ اس طرح لوٹ کر آیا "؟ گارگیہ نے اس کو نہیں سمجھا +

(۱۸) اجات شترو نے کہا " جب یہ پُرش جو گیان والا ہے اس طرح

سویا ہُوا تھا تو وہ تمام اندریوں کے وگیان یعنی وگیان کو لے کر ہردے آکاش میں سو جاتا ہے۔ جب (ان اندریوں کے مختلف وگیانوں) کو لے لیتا ہے۔ تب وہ پُرش سویا کہا جاتا ہے۔ تب پران (قوّت شامہ) اندر پکڑا ہُوا ہوتا ہے۔ بانی پکڑی ہوئی ہوتی ہے۔ من پکڑا ہُوا ہوتا ہے +

(۱۹) اور جب وہ خواب دیکھتا ہے۔ تب اس کے وہ لوک ہوتے ہیں (خواب کی دُنیا میں ہوتا ہے) اور وہ اس وقت ایک بڑے راجہ کی طرح ہوتا ہے ایک بڑے براہمن کی طرح ہوتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ وہ اوپر جاتا ہے۔ اور نیچے گرتا ہے اور جیسے کہ کوئی بڑا راجہ اپنی رعایا کو ساتھ لے کر اپنی خواہش سے اپنے راج میں دورہ کرے۔ اور اس طرح یہ پُرش خواب میں (اندریوں کے گیان کو) لے کر اپنی خواہش کے مطابق اپنے جسم میں اِدھر اُدھر دورہ کرتا ہے +

(۲۰) اب جبکہ گہری نیند میں سویا ہُوا ہوتا ہے۔ اور جب کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس وقت جو ہِتا نامی ناڑی ہردے سے سارے شریر میں پہنچتی ہے۔ ان ناڑیوں کے دوارا چل کر شریر میں سوتا ہے۔ اور جیسا کہ کوئی شہزادہ یا بادشاہ خواہ بڑا براہمن آنند کی چوٹی پر پہنچکر سووے۔ اس طرح وہ سوتا ہے +

(۲۱) جیسے مکڑی تار کے اوپر جاتی ہے۔ اور جیسے اگنی سے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں جھڑتی ہیں۔ اسی طرح تمام اندریہ۔ تمام لوک۔ تمام دیوتا تمام جاندار اس آتما سے اُٹھتے ہیں۔ یہ اس کی اُپنشد (راز) ہے سچائیوں کی سچائی بیشک اندریاں ستیہ ہیں۔ یہ آتما ان اندریوں کا ستیہ ہے" +

آٹھویں منجری

سوال - برہمہ کیا ہے؟

جواب - جو ہے جو تھا اور جو ہوگا وہ برہمہ ہے - وہ ایک ہے وہی انیک ہے - اُس کے سوا اور کوئی نہیں ہے - جب وہ اپنے اصلی روپ میں تھا - آسمان اور زمین - ہوا پانی - مٹی - کچھ بھی نہیں تھے - وہی وہی تھا اُس وقت اُس کو ایک بھی نہیں کہہ سکتے - کیونکہ جب دو ہوں - تب ایک کہا جائے - ایک دو نسبتی لفظ ہیں - جب اُس کے سوا کوئی تھا ہی نہیں تو پھر کوئی اُس کو ایک کیسے کہہ سکے - وہ کہنے سننے سے پرے تھا - اُسی میں سب کچھ پیدا ہوگیا - اور وہ ان سب پیدا شدہ اشیا کا جو خود اُسی کے ذات میں تھیں آدھار ہوا - اُس وقت سے اُس کے لئے ایک کا لفظ استعمال ہونے لگا - مگر یہ ایک کا استعمال بھی صرف نسبتی طبقہ میں بیٹھ کر کیا جاتا ہے ورنہ اصل میں جو ہے وہ ہے - سمجھانے بجھانے کے لئے لفظوں سے مدد لی جاتی ہے - جب وہ اپنے سروپ میں تھا - اُس کا سمجھنا ذرا کٹھن ہے کوئی کیسے سمجھے؟ تم اس طرح سمجھو - مثلاً تم گہری نیند میں تھے - اُس وقت تمہارے سوا کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں - پھر تم سوپن کی حالت میں آگئے - اب تمہارے آدھار پر ہزاروں خیالی صورتیں ناچتی رہتی ہیں - اور ہزاروں طرح کا نظارہ نظر آتا ہے - یہ سب کھیل تم میں ہی ہُوا کرتا ہے - اور تم ہی ہو - جو اپنے خیال سے طرح طرح کے سامان اپنے دل کے اندر پیدا کرتے رہتے ہو - ذرا خیال کی دھار کو سمیٹ لو پھر کچھ نہیں - سوپن میں یہ نظارے سوکشم ریتی سے پرتیت ہوتے ہیں پھر جب جاگرت اوستھا آتی ہے - وہاں

ستھول نظارے نظر آنے لگتے ہیں۔ سوپن اور جاگرت کی جڑ سوشپتی میں ہے
سوشپتی کارن ہے سوپن سوکشم ہے اور جاگرت ستھول ہے۔ اُسی طرح جس
کو برہمہ کہا جاتا ہے اُس میں بھی یہ تینوں حالتیں پرتیت ہوتی ہیں۔ سوشپتی
سوپن اور جاگرت کے درشٹانت سے کسی قدر برہمہ کے سمجھنے میں مدد ملتی
ہے اور وہ ایسا ہی ہے۔ جس طرح سوشپتی یعنی گہری نیند میں تم آپ
ہی آپ رہتے ہو۔ اور پھر خیال کی پھرنا سے سوپن اور جاگرت میں سوکشم
اور ستھول بیوہار کرتے ہو۔ اُسی طرح اُس برہمہ میں اُسی کے آدھار پر یہ
انیک نام اور روپ کا سامان ہو جاتا ہے۔ ہے وہ ایک۔ مگر بیوہار کی درشٹی
سے انیک نظر آتا ہے۔ اسی میں پہلے پرجاپتی پیدا ہوا۔ اور پرجاپتی سے
جگت کی اُتپتی ہوئی۔ اور جس طرح پرجاپتی سے یہ جگت بنا۔ اُس کا بیان
شروتی اس طرح کرتی ہے :-

ورہدآرنیک اُپنشد ادھیائے پہلا - چوتھا براہمن

(۱) ابتدا میں صرف آتما تھا (وہ) پرش کی طرح (تھا)۔ اس نے اپنے
دل میں غور کیا۔ اور اپنے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ اس نے پہلے یہ کہا "میں
ہوں" اس لئے اس کا نام "میں" (اہم) ہے۔ اس وجہ سے اب بھی جب
کسی سے پوچھتے ہیں۔ تو وہ پہلے یہ کہتا ہے "میں ہوں" اور تب دوسرا
نام بتاتا ہے۔ جو کچھ اس کا نام ہوتا ہے اور چونکہ اس سب سے پہلے اس
نے برائیوں کو جلا ڈالا۔ اس لئے وہ پُرش (ہوا) جو اس راز کو جانتا ہے وہ
بیشک اس کو جلا دیتا ہے۔ جو اس سے پہلے ہونا چاہتا ہے +

(۲) وہ ڈرا۔ اس لئے (ہر شخص) اکیلے ڈرتا ہے۔ اس نے خیال کیا
کہ میرے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں کیوں ڈرتا ہوں۔ پھر اس کا خوف جاتا رہا

(بھلا) وہ کس سے ڈرتا۔ ڈر سچ مچ دوسرے کے سبب سے ہوتا ہے +

(۳) مگر وہ خوش نہیں تھا۔ اس لئے کوئی اکیلے خوش نہیں ہوتا۔ اس نے ایک دوسرے کی خواہش کی۔ وہ اتنا بڑا تھا۔ جتنا دونوں ایک ساتھ ستری پُرش ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے شریر کو دو طرح سے تقسیم کیا۔ اس سے شوہر اور ستری ہوئے۔ اس لئے یاگیہ ولکیہ نے کہا ہے۔ ہم سیپ کے آدھے حصّے کی طرح ہیں۔ اس لئے یہ خلا ستری ہی سے بھری جاتی ہے۔ اس (وراٹ) نے اس (ستری) کے ساتھ میل کیا۔ تب انسان پیدا ہُوا +

(۴) اس (ستری) نے خیال کیا۔ کس طرح یہ مجھ کو اپنی ذات سے پیدا کر کے میرے ساتھ میل کرتا ہے؟ ہائے میں (اس سے) چھپ جاؤں" تب وہ گائے بن گئی۔ دوسرا سانڈ بنا۔ اور اس کے ساتھ ملا۔ اس سے گائیں پیدا ہوئیں۔ تب وہ گھوڑی بن گئی۔ دوسرا گھوڑا بنا۔ وہ گدھی بن گئی دوسرا گدھا بن گیا۔ اور اس کے ساتھ ملا۔ تب ایک کھروالا (خچر۔ گھوڑے گدھے) پیدا ہوئے۔ تب وہ بکری بن گئی۔ دوسرا بکرا بنا۔ وہ بھیڑ بنی دوسرا بھیڑا بنا۔ وہ اس کے ساتھ ملا۔ تب بھیڑ اور بکریاں پیدا ہوئیں اسی طرح چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں تک جن میں جوڑا ہوتا ہے۔ سب اس نے پیدا کئے +

(۵) اس (وراٹ) نے جانا۔ میں بلا شک سرشٹی ہوں کیونکہ میں نے اس سب کو بنایا ہے۔ تب وہ سرشٹی ہو گیا۔ جو اس (راز) کو جانتا ہے۔ وہ سرشٹی میں رہنے کے قابل ہوتا ہے +

(۶) پھر اس نے اس طرح (اگنی کو) متھا اس نے منہ سے اگنی

کیونکہ وہ

کی جگہ سے اور ہاتھوں سے اگنی کو پیدا کیا ۔ اس لئے یہ دونوں (منہ اور ہاتھ) اندر کی طرف سے بغیر رونگٹے والے ہوتے ہیں ۔ کیونکہ اگنی کی جگہ اندر کی طرف سے بغیر رونگٹوں کے ہے +

اور جو وہ یہ کہتے ہیں اس کی پوجا کرو ۔ اس کی پوجا کرو ۔ اس طرح ایک ایک دیوتا کی ۔ اسی کا وہ الگ الگ ظہور ہے ۔ کیونکہ یہی سب دیوتا ہے +

اب اس نے جو کچھ رس والی چیز ہے ۔ اس کو اپنے بیج سے پیدا کیا اور وہ سوم ہے ۔ ان سب کی صرف اتنی ہی (حیثیت) ہے کہ یا تو اناج ہے یا اناج کھانے والا ہے ۔ پس یہ برھم کی اونچی سرشٹی ہے ۔ جو اس نے اپنے بہتر حصے سے دیوتاؤں کو پیدا کیا ۔ اس لئے وہ سب سے افضل ہے ۔ اور وہ جو اس (راز) کو جانتا ہے ۔ اس کی اس اونچی سرشٹی میں رہنے کے قابل ہوتا ہے +

(۷) پس یہ (جگت) اس وقت ظاہر نہیں تھا ۔ یہ نام اور روپ سے ہی ظاہر ہُوا ۔ کہ یہ ایسا نام والا ہے (ایسا روپ والا ہے) بس اب بھی یہ نام اور روپ سے ظاہر کیا جاتا ہے ۔ کہ اس نام کا اور اس شکل کا ہے +

جس طرح استرا (نائی کے) کسوت میں رکھا ہو ۔ خواہ جیسے آگ انگیٹھی میں رکھی ہو ۔ اسی طرح یہ (آتما) ہر ایک کے ناخن کے ابھرے ہوئے حصہ تک سمایا ہُوا ہوتا ہے ۔ اس کو دیکھ نہیں سکتے ۔ کیونکہ وہ پورا نہیں ہے ۔ وہ جب سانس لیتا ہے ۔ اس کو پران کہتے ہیں ۔ بولتا ہُوا بانی ۔ دیکھتا ہُوا آنکھ ۔ سنتا ہُوا کان سوچتا ہُوا من (کا نام پاتا ہے)۔ پس یہ سب اس کے کرم کے نام ہی ہیں ۔ وہ جو ان میں سے ایک ایک کی اُپاسنا کرتا ہے وہ اس

(بھلا میں جانتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک ایک کرم کی وجہ سے ادھورا ہوتا ہے
چاہئے کہ پورے آتما کے خیال سے اُپاسنا کرے کیونکہ (آتما میں) یہ تمام (کرم)
ایک ہو جاتے ہیں۔ پس اس چیز کی ہر ایک آدمی کو تلاش کرنی چاہئے۔ کہ یہ
آتما کیا ہے۔ کیونکہ اسی کی وجہ سے انسان ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ اور
جیسا کہ انسان تلاش سے (ہر چیز کو) پھر پالیتا ہے۔ اس طرح وہ نیک نامی
اور تعریف کو پا جاتا ہے۔ جو اس (راز) کو جانتا ہے +

(۸) پس یہ لڑکے سے زیادہ پیارا ہے۔ اور ہر ایک چیز سے زیادہ پیارا
ہے۔ یہ سب سے زیادہ قریب ہے۔ یہ آتما ہے +

اگر کوئی شخص آتما کے سوا کسی اور دوسرے کو پیار کرتا ہے۔ تو وہ (جو
آتما کو سب سے زیادہ پیار کرتا ہے) اس کو کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنے پیارے
کو کھو دے گا۔ تو ویسا ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ سمرتھ ہے۔ وہ صرف آتما ہی
کو پیارا سمجھ کر اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ اس کا پیارا برباد نہیں ہو سکتا +

(۹) یہاں وہ (مستحق) کہتے ہیں۔ کہ "اگر انسان خیال کریں کہ ہم برھم
ودیا سے کچھ بن جاویں گے تو وہ کیا تھا۔ جو برھم نے سمجھا جس سے کہ وہ
سب کچھ ہو گیا؟ +

(۱۰) سچ مچ شروع میں برھم ہی تھا۔ اس نے صرف اپنے آپ کو جانا کہ
میں برھم ہوں۔ اس سے وہ سب کچھ ہو گیا۔ اس طرح جو جو دیوتاؤں میں
سے جاگ اُٹھا۔ وہی برھم بن گیا۔ اسی طرح رشیوں میں سے اور اسی طرح
آدمیوں میں سے (جو جاگ اُٹھا وہ برھم بن گیا) بس جب یہ بات وام دیو رشی
نے دیکھی۔ تو اس نے یقین کیا "میں منو ہوا۔ میں سورج ہوا"۔ سو اس راز
کو اب بھی جو اس طرح پہچانتا ہے۔ کہ میں "برھم ہوں" وہ یہ سب کچھ ہو

جاتا ہے اور دیوتا بھی اس کی طاقت کو روکنے کے قابل نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ ان کا آتما ہو جاتا ہے۔ اب جو دوسرے دیوتا کی اُپاسنا کرتا ہے کہ وہ اور ہے اور میں اور ہوں۔ وہ نہیں جانتا ہے وہ دیوتاؤں کے جانوروں کی طرح ہے اور جیسے کہ بہت سے جانور ایک ایک آدمی کا پالن کرتے ہیں۔ اگر کسی کا ایک ہی جانور لے لیا جائے تو اس کو بُرا لگتا ہے۔ کیا پھر اگر بہت سے لے لئے جاویں تو ان دیوتاؤں کو بُرا نہ لگے گا؟ وہ نہیں چاہتے۔ کہ انسان اس (راز) کو جان لیں +

(۱۱) بلاشک ابتدا میں صرف ایک برمھ ہی تھا۔ وہ اکیلا ہُوا۔ پورا طاقت والا نہیں۔ اب اس نے ایک بہت اچھی سرشٹی بنائی۔ جو کشتر (طاقت کشتری قوم وغیرہ) ہے۔ دیوتاؤں میں کشتر یہ ہیں۔ اندر۔ ورن سوم۔ رُدر۔ پرجینہ۔ یم۔ مرتیو (موت) ایشان۔ اس لئے کشتر سے پرے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے راجسو یگیہ میں براہمن بھی کشتری سے نیچے بیٹھتے ہیں۔ وہ کشتری پر اپنے یش کو رکھ دیتا ہے (اپنا ادھکار دے دیتا ہے) یہ برمھ کشتری کے پیدا ہونے کا ستھان ہے۔ اس لئے راجہ سنگھاسن پر اونچے بیٹھتا ہے۔ مگر (یگیہ) کے آخر میں وہ براہمن سے نیچے بیٹھتا ہے۔ جو اس کا کارن ہے۔ یہ کشتری جو براہمن کی بے عزتی کرتا ہے۔ وہ زیادہ پاپی بن جاتا ہے۔ مثل اس شخص کے جو اپنے سے زیادہ اچھے شخص کی ہنسا کرتا ہے +

وہ کشتر کو بنا کر بھی پورا طاقت والا نہیں ہوا۔ اس نے وِش (ویش) کو پیدا کیا (دیوتاؤں میں ویش یہ ہیں) جو مختلف دیوتاؤں کے گروہ الگ الگ درجہ میں کہے جاتے ہیں۔ وشو۔ ردر۔ آدتیہ اور مرت +

(۱۳) وہ (ویشیوں کو بنا کر بھی) پوری طاقت والا نہیں ہوا۔ اس نے شودر ورن کو پیدا کیا۔ جو پوشا (پالن پوشن کرنے والا) ہے۔ یہی پوشا ہے کیونکہ سب کا پرتھوی ہی پالن پوشن کرتی ہے +

(۱۴) وہ (پھر بھی) پورا طاقت والا نہیں ہوا۔ اب اس نے ایک اور بڑی فائدہ بخشنے والی سرشٹی پیدا کی۔ جو دھرم ہے۔ یہ دھرم کشتر کا بھی کشتر ہے۔ اس لئے دھرم سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ایک کمزور آدمی بھی دھرم کی مدد سے زیادہ زور والے پر حکومت کرتا ہے جیساکہ راجہ کی مدد سے (حکومت کی جاتی ہے) یہ سچائی ہی دھرم ہے۔ اس لئے جب کوئی سچ بولتا ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں یہ دھرم کہہ رہا ہے۔ اور ادھرم نہیں کہتا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں یہ سچ کہتا ہے۔ اس لئے (دھرم اور سچائی) دونوں ایک ہی چیز ہیں +

(۱۵) پس یہ برہم۔ کشتر۔ ویش اور شودر ہے۔ دیوتاؤں میں وہ برہم صرف اگنی روپ سے ہی قائم ہوا۔ اور انسانوں میں براہمن کی شکل میں کشتری کی شکل میں کشتری۔ ویشیہ کی شکل میں ویشیہ۔ شودر کی شکل میں شودر۔ اس لئے لوگ دیوتاؤں میں سے اگنی میں ہی لوک پرلوک چاہتے ہیں۔ اور آدمیوں میں سے براہمنوں میں۔ کیونکہ ان دونوں شکلوں میں برہم (وراٹ) ہوا۔ اب اگر کوئی شخص اپنے لوک (آتما) کو بغیر دیکھے ہوئے اس لوک سے چلا جاتا ہے۔ تب وہ آتما جو نہیں جانتا۔ وہ اس کا پالن نہیں کرتا (اس کے موہ۔ شوک۔ کچھ دور نہیں ہوتے)، جیسے کہ اگر وید نہ پڑھا ہو۔ یا پنیہ کے کام نہ کئے ہوں (تو اس کا پالن نہیں کر سکتا۔ اگر اس (آتما) کا نہ جاننے والا پنیہ کرم بھی کرتا ہو تو آخر میں اس کا نقصان ہی ہوتا ہے۔

چاہیئے کہ آتما کی اپنا لوک سمجھ کر اُپاسنا کرے - اگر کوئی شخص صرف آتما ہی کی اپنا اصلی لوک سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہے - تو اس کا کرم ضائع نہیں جاتا - کیونکہ وہ اسی آتما سے جو جو چیز چاہتا پیدا کر لیتا ہے +

(۱۶) یہ آتما تمام جانداروں کا لوک ہے - وہ جو (یوگیہ) ہوم کرتا ہے اور یگیہ کرتا ہے - اس وجہ سے وہ دیوتاؤں کا لوک ہے اور جو وید پڑھتا ہے (سوادھیا کرتا ہے) اس سے رشیوں کا لوک ہے - اور جو پتروں کو دیتا ہے (پتری یگیہ) اور اولاد کو چاہتا ہے - اس سے وہ پتروں کا لوک ہے - اور جو یہ آدمیوں کے رہنے اور کھانے کو دیتا ہے (نر یگیہ) اس سے منشیوں کا لوک ہے - اور جو پشوؤں کے لئے چارہ پانی دیتا ہے (بھوت یگیہ) اس کی وجہ سے یہ پشوؤں کا لوک ہے - اور جو اس کے گھر میں چوپائے پرند اور چیونٹی تک کھانا پاتی ہے - اس سے وہ ان کا لوک ہے جیسا کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کے لوک کو نقصان نہ پہنچے - اسی طرح تمام جاندار اس (راز) کے جاننے والے کا نقصان نہیں چاہتے - پس اس (مضمون) کو سمجھ لیا گیا ہے - اور اس پر وچار کیا جا چکا ہے +

(۱۷) ابتدا میں صرف اکیلا آتما ہی تھا - اس نے خواہش کی - میرے لئے عورت ہو - تب میں اولاد والا بنوں - اور میرے لئے دولت ہو - تب میں کرم ہوں - انسان کی صرف اتنی ہی خواہش ہوتی ہے - خواہش کرتے ہوئے بھی اس سے زیادہ نہیں پاتا - اس لئے اب بھی اکیلا وہی کرتا ہے مجھ کو ستری ملے تب میں اولاد والا ہوں - مجھ کو دھن ملے تب میں یگیہ کروں - جب تک ان میں سے ایک ایک کو نہیں پا لیتا - تب تک اپنے آپ کو پورا نہیں سمجھتا - اس کا پورا ہونا (اسی طرح ہوتا ہے) من ہی اس

کا آتما ہے - بانی ستری ہے - پران اولاد ہے - آنکھ دولت ہے - کیونکہ آنکھ ہی سے - دولت کو پاتا ہے - کان دیودہن - کیونکہ کان ہی سے وہ اس دیودہن کو سنتا ہے (شریر ہی) اس کا کرم ہے - کیونکہ شریر ہی سے یہ کرم کرتا ہے - پس ان پانچوں سے بنا ہُوا یگیہ ہے - پانچ سے بنا ہوا جانور ہے - پانچ سے بنا ہُوا پُرش ہے - پانچ سے بنا ہُوا یہ سب کچھ ہے جو اس (راز) کو جانتا ہے - وہ سب کو پالیتا ہے +

نویں منجری

سوال - برہمہ کیا ہے ؟ +

جواب - برہمہ پُرش ہے - برہمہ آتما ہے - برہمہ سب کچھ ہے - تُو بندھ اور موکش کی درشٹی سے یہ پرشن کررہا ہے - برہمہ نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے - یہ برہمہ تو آپ ہے - میں اس لئے میں تجھ کو وہ بات سناؤنگا - جو اُپنشد نے کہا ہے - اُس میں تیرے سوال کا مفصل جواب ہوگا -

برہدآرنیک اُپنشد ادھیاء چوتھا براہمن تیسرا

(۱) یاگیہ ولکیہ جنک ودیہہ کے پاس آیا - اس مرتبہ اس کو جنک کے اُپدیش کرنے کا خیال نہیں تھا - مگر جب ایک مرتبہ جنک ویدیہہ اور یاگیہ ولکیہ نے اگنی ہوتر کے مسئلہ پر بحث کیا تھا - تب یاگیہ ولکیہ نے بر دیا تھا اور اُس نے یہ چاہا تھا - کہ میں جو چاہوں وہ سوال کر سکوں - یاگیہ ولکیہ نے منظور کر لیا تھا - اس لئے (اس مرتبہ) راجہ ہی نے پہلے اُس سے پوچھا

(۲) اے یاگیہ ولکیہ! اس پورش کی جیوتی کون ہے ؟ اس نے کہا ہے

راجہ سورج ہے - کیونکہ سورج روپ جیوتی سے ہی پُرش بیٹھتا ہے - اِدھر اُدھر جاتا ہے - کام کرتا ہے - پھر واپس جاتا ہے - جنک بولا! اے یاگیہ ولکیہ یہ سچ ہے +

(۳) اے یاگیہ ولکیہ! جب سورج ڈوب جاتا ہے - تب اس کی جیوتی کون ہے؟ (جواب) چندرماں اس کی جیوتی ہے - چاند روپی جیوتی سے یہ بیٹھتا ہے - اِدھر اُدھر جاتا ہے - کام کرتا ہے - واپس لوٹتا ہے - جنک نے کہا - یہ اے یاگیہ ولکیہ سچ ہے +

(۴) جب سورج چاند دونوں ڈوب جاتے ہیں - تو اس پُرش کی جیوتی کون ہوتی ہے؟ (جواب) اگنی اس کی جیوتی ہوتی ہے - اگنی روپی جیوتی سے ہی یہ بیٹھتا ہے - اِدھر اُدھر جاتا ہے - کام کرتا ہے لوٹ آتا ہے (جنک نے کہا) اے یاگیہ ولکیہ! ایسا ہی ہے +

(۵) اے یاگیہ ولکیہ! جب سورج ڈوب جاتا ہے - چاند ڈوب جاتا ہے اگنی شانت ہو جاتی ہے - تو اس پُرش کی جیوتی کون ہے؟ (جواب) "بانی اس کی جیوتی ہوتی ہے - بانی روپی جیوتی سے یہ بیٹھتا ہے - اِدھر اُدھر جاتا ہے - کام کرتا ہے - لوٹ آتا ہے - اس لئے اے راجہ! جہاں اپنا ہاتھ بھی نہیں دکھائی دیتا - اگر وہاں آواز آتی ہے - تو یہ آواز کے سہارے پہنچ جاتا ہے (جنک نے کہا) اے یاگیہ ولکیہ! یہ ایسا ہی ہو" +

(۶) جب سورج ڈوب جاتا ہے - چاند ڈوب جاتا ہے - آگ بجھ جاتی ہے - بانی شانت ہو جاتی ہے - تب پُرش کی جیوتی کون ہوتی ہے؟ (جواب) آتما ہی اس کی جیوتی ہوتی ہے - آتما روپی جیوتی سے یہ بیٹھتا ہے - اِدھر اُدھر جاتا ہے - کام کرتا ہے - اور لوٹ آتا ہے +

(۷) (جنک نے پوچھا) یہ آتما کون ہے؟ (یاگیہ ولکیہ نے جواب دیا) "جو یہ ہردے کے اندر وگیان والا پرانوں سے گھرا ہُوا جیوتی پُرش ہے۔ وہ ایک رس دونوں لوگوں میں گھومتا ہے۔ گویا سوچتا ہے یا (کسی چیز کی) خواہش کرتا ہے۔ وہ خواب بن کر اس دنیا کو پار کر جاتا ہے۔ اور موت کو بھی پار کر جاتا ہے +

(۸) یہ پُرش پیدا ہو کر جسم میں آ کر برائیوں سے نفرت کرتا ہے۔ اور نکل کر مر کر برائیوں کو چھوڑ جاتا ہے +

(۹) اور اُس پُرش کی دو جگہیں ہیں یہ (جاگرت) اور دوسرا لوک (سُکھپتی) اور تیسرا درمیانی ستھان ہے۔ جب وہ اس درمیانی جگہ میں ہوتا ہے تو ان دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے اس جگہ اور پرلوک (سُکھپتی) کو اب جس کے سہارے سے یہ پرلوک کے ستھان میں ہوتا ہے۔ اُسی سہارے کو پکڑ کر دونوں برائیوں اور خوشیوں کو دیکھتا ہے +

(۱۰) اور جب سو جاتا ہے۔ تو اس دنیا کی جس میں سب کچھ ہے۔ یاتراؤں (سوکشم باسناؤں کو) لے کر آپ ہی اُن کو بگاڑ کر اور آپ ہی بنا کر اپنے پرکاش سے اور اپنی ہی جیوتی سے خواب کو دیکھتا ہے۔ اسی اوستھا میں یہ پُرش خود جیوتی ہوتا ہے +

(۱۱) نہ وہاں (حالت خواب میں) رتھ ہیں نہ گھوڑے نہ سڑکیں ہیں مگر وہ رتھ گھوڑے اور سڑکیں بنا لیتا ہے۔ نہ وہاں آنند ہے۔ نہ خوشی ہے نہ سُکھ ہے۔ مگر وہ آنند خوشی اور سُکھ کو بنا لیتا ہے۔ نہ وہاں تالاب ہیں نہ جھیلیں نہ ندیاں ہیں۔ مگر وہ تالاب جھیلیں اور ندیاں بنا لیتا ہے

(۱۲) اس کے متعلق یہ شلوک ہے "نیند کے ذریعہ جسم کے متعلق تمام

سامان برباد کر کے کبھی نہ سونے والا آتما سوئے ہوئے (اندریوں) کو دیکھتا ہے (اندریوں) کی جیوتی کو لے کر اپنی جگہ پر (جاگرت میں) آتا ہے - وہ جو سنہری رنگ کا پُرش اکیلا ہنس (چلنے والا) ہے +

(۱۳) پران کے ذریعہ نیچے کے گھونسلے (ستھول شریر) کی حفاظت کرتا ہُوا وہ لازوال (ہنس) وہاں جاتا ہے - جہاں اُس کی مرضی ہے وہ سنہری رنگ کا پُرش اکیلا ہنس ہے +

(۱۴) سوپن کے ستھان میں اونچے نیچے جاتا ہُوا وہ دیو بہت سی شکلوں کو بناتا ہے - ستریوں کے ساتھ خوش ہوتا ہوا دوستوں کے ساتھ ہنستا ہوا یا خوف کھاتا ہوا رہتا ہے) +

(۱۵) لوگ اُس کے کھیل کی جگہ کو دیکھتے ہیں - اُس (کھیل کھیلنے والے) کو کوئی نہیں دیکھتا - کہتے ہیں کہ اس کو یکا یک نہ جگاؤ - کیونکہ اس کا علاج کرنا مشکل ہوتا ہے - جس اندریہ کی طرف یہ واپس نہیں آتا اور کوئی لوگ ایسا بھی کہتے ہیں - یہ سوپن اُس کے جاگنے کی جگہ ہے - کیونکہ جن چیزوں کو جاگتا ہوا دیکھتا ہے - ان کو سویا ہوا بھی دیکھتا ہے - یہاں یہ پُرش خود پرکاش سروپ ہوتا ہے (یہ سُن کر جنک نے کہا) میں آپ کو ہزار گائیں دیتا ہوں - اس سے آگے موکش کا بیان سنیئے +

(۱۶) (یاگیہ ولکیہ نے کہا) وہ پُرش اُس سُکھپتی (یعنی گہری نیند) میں رمتا ہُوا و چرتا ہوا بھلے بُرے کو دیکھ کر پھر جس جگہ (سوپن ستھان سے) گیا تھا وہاں ہی اُلٹا سوپن ستھان کے لئے واپس آتا ہے - اور وہ وہاں جو کچھ دیکھتا ہے - وہ اُس کے بندھن میں نہیں آتا - کیونکہ وہ پُرش آزاد ہے (جنک نے کہا) اے یاگیہ ولکیہ! یہ ایسا ہی ہے - میں آپ کو ہزار گائیں

دیتا ہوں۔ اس کے آگے پھر موکش کا بیان کہئے" +

(۱۶) (یاگیہ ولکیہ نے کہا) "وہ پُرش اس سوپن میں رہتا ہُوا رچرتا ہُوا بھلے بُرے کو دیکھ کر پھر جس جگہ (یعنے جاگرت ستھان) سے گیا تھا۔ اُسی (جاگرت ستھان) میں جاگنے کے لئے واپس آتا ہے۔ اور وہاں اُس نے جو دیکھا تھا اُس کے بندھن میں نہیں آتا"۔ (جنک نے کہا) "اے یاگیہ ولکیہ! یہ ایسا ہی ہے۔ میں آپ کو ایک ہزار گائیں دیتا ہوں۔ اس کے آگے پھر موکش کا بیان کہئے" +

(۱۷)۔ (یاگیہ ولکیہ نے کہا) وہ پُرش اس جاگرت حالت میں رہتا ہُوا وچرتا ہُوا بھلے بُرے کو دیکھ کر پھر سوپن کی حالت میں سونے کے لئے آتا ہے جہاں سے گیا تھا +

(۱۸) پس جس طرح بڑی مچھلی ہر دونوں کناروں کے طرف پھرتی رہتی ہے۔ اسی طرح یہ پُرش دونوں حالتوں یعنی سوپن اور جاگرت کی طرف واپس آتا جاتا رہتا ہے +

(۱۹) اور جیسے ایک باز یا اور کوئی تیز پرواز پرندہ آکاش میں اِدھر اُدھر اُڑ کر دونوں پروں کو پیٹ کر گھونسلے کی طرف آ جاتا ہے۔ اسی طرح پُرش اس اوستھا کی طرف دوڑتا ہے۔ جہاں گہری نیند میں مست ہو کر نہ خواہش رہتی ہے۔ نہ خواب دکھائی دیتا ہے +

(۲۰) اور وہ جو ہِتا نام اس کی ناڑیاں ہیں۔ اتنی لطافت سے جسم میں قائم ہیں جتنے کہ بال کے ہزار ٹکڑے کی باریکی ہوتی ہے۔ اور وہ ناڑیاں سفید۔ نیلے پیلے۔ ہرے اور لال رنگ سے بھری ہوئی ہیں۔ اب جیسا کہ وہ اس کو گویا مارتے (قابو میں) ہیں۔ گویا ہاتھی اس پر دھاوا کرتا ہے۔ گویا

وہ گڈھے میں گرتا ہے وہ گڈھے میں گرتا ہے وہ جاگتا ہُوا جو خوف کھاتا ہے وہ محض اودیا کی وجہ سے خیال کرتا ہے - پھر جب وہ اپنے آپ کو ایک دیوتا یا راجا کی طرح سمجھتا ہے - کہ میں ہی سب کچھ ہوں - وہ اس کا پرم لوک (سب سے اونچے کی حالت) ہے +

(۲۱) سو جہاں کوئی خواہش نہیں - کوئی پاپ نہیں - کوئی خوف نہیں وہی اس کا سچا روپ ہے - جس طرح کوئی شخص اپنی پیاری ستری کو گلے لگائے ہوئے نہ باہر دیکھتا ہے نہ بھیتر - اسی طرح یہ پُرش پرگیان آتما کو گلے لگائے نہ کچھ باہر جانتا ہے - نہ اندر - بلاشک یہی اس کا روپ ہے - یہاں اس روپ میں اس کی ساری خواہشیں پوری ہوئی رہتی ہیں - یہاں صرف آتما ہی آتما ہے - کوئی خواہشیں نہیں رہتی - اور وہ ہر ایک فکر سے آزاد ہے +

(۲۲) اب باپ باپ نہیں ہے ماں ماں نہیں ہے - لوک لوک نہیں ہے دیوتا دیوتا نہیں ہے - وید وید نہیں ہے - چور چور نہیں ہے - چنڈال چنڈال نہیں ہے - وہ نسلا دو نسلا نہیں ہے - فقیر فقیر نہیں ہے تپسوی تپسوی نہیں ہے - اس روپ میں بھلائی اُس کے پیچھے نہیں آئی ہے بُرائی اس کے پیچھے نہیں آئی ہے - کیونکہ اس وقت وہ دل کے تمام تردداَت سے پار ہو جاتا ہے +

(۲۳) اور جب (کہا جاتا ہے کہ) وہ وہاں (سوکھپتی میں) نہیں دیکھتا تو وہ دیکھتا ہُوا ہی وہاں نہیں دیکھتا ہے - کیونکہ دیکھنے والے سے اُس کی دیکھنے کی طاقت زایل نہیں ہوتی - کیونکہ وہ ابناشی ہے - بلکہ وہاں اس سے الگ اور کوئی چیز نہیں ہے - جس کو وہ دیکھتا +

(۲۴) جب وہ وہاں (سُشُپتی میں) نہیں سونگھتا۔ تو وہ وہاں سونگھتا ہوا نہیں سونگھتا۔ کیونکہ سونگھنے والے سے سونگھنے کی طاقت زایل نہیں ہوتی کیونکہ وہ ابناشی ہے۔ بلکہ وہاں کوئی دوسری چیز اُس سے الگ نہیں ہے۔ جس کو وہ سونگھے +

(۲۵) اور جب (کہا جاتا ہے) وہ وہاں (سُشُپتی میں) نہیں چکھتا ہے تو وہ چکھتا ہوا نہیں چکھتا ہے۔ کیونکہ چکھنے والے سے چکھنے کی طاقت زایل نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ابناشی ہے (بیشک) وہاں اس سے کوئی چیز الگ نہیں ہے جس کو وہ چکھتا +

(۲۶) اور جب وہ وہاں (سُشُپتی میں) نہیں بولتا۔ تو وہ بولتا ہوا نہیں بولتا ہے۔ کیونکہ بولنے والے سے بولنے کی شکتی نہیں دور ہوتی۔ کیونکہ وہ ابناشی ہے۔ بلکہ وہاں کوئی اور چیز اُس سے الگ نہیں ہے جس کو بول کر وہ بتا دے +

(۲۷) اور جب وہ وہاں نہیں سنتا تو وہ سنتا ہوا ہی نہیں سنتا ہے۔ کیونکہ سننے والے سے سننے کی طاقت غائب نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ وہ ابناشی ہے بلکہ وہاں کوئی دوسری چیز اُس سے الگ نہیں ہوتی جس کو وہ سنتا +

(۲۸) اور جب وہ وہاں نہیں سوچتا تو وہ سوچتا ہوا ہی نہیں سوچتا ہے۔ کیونکہ سوچنے والے سے سوچنے کی طاقت غائب نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ابناشی ہے بلکہ وہاں کوئی چیز اُس سے الگ نہیں ہے۔ جس کو وہ سوچتا +

(۲۹) اور جب وہ وہاں نہیں چھوتا۔ تو وہ چھوتا ہوا ہی نہیں چھوتا۔ کیونکہ چھونے والے سے چھونے کی طاقت غائب نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ

ابناشی ہے - بلکہ دوسری چیز وہاں اس سے الگ کوئی نہیں ہے - جس کو وہ
چھوئے +

(۳۰) اور جب وہ نہیں جانتا ہے - تو وہ جانتا ہوا ہی نہیں جانتا ہے
کیونکہ جاننے والے سے جاننے کی طاقت غائب نہیں ہوتی - کیونکہ وہ ابناشی
ہے - بلکہ وہاں اس سے الگ کوئی چیز نہیں ہے - جس کو وہ جانتا +

(۳۱) جہاں کوئی دوسرا ہو - وہاں ایک دوسرے کو دیکھے ایک دوسرے
کو سونگھے - ایک دوسرے کو چکھے - ایک دوسرے کو کہے - ایک دوسرے
کو سنے - ایک دوسرے کو سوچے - ایک دوسرے کو چھوئے - ایک دوسرے
کو جانے +

(۳۲) ایک سمندر ہے - وہ دیکھنے والا بغیر دوسرے کے ہے - یہ برہم
لوک ہے - اے راجہ! یاگیہ ولکیہ نے اس کو یہ تعلیم دی - یہ اس کی سب سے
اونچی حالت ہے - یہ اُس کی سب سے اونچی دولت ہے - یہ اس کی سب
سے اونچی دُنیا ہے - یہ اس کا سب سے اونچا آنند ہے - اور سب جاندار اسی
آنند کا ایک چھوٹا سا حصہ بھوگتے ہیں +

(۳۳) وہ جو آدمیوں میں ردھی والا سمردھی والا - اور دوسروں کا خود
مختار مالک ہے - وہ انسان کے تمام نعمتوں سے بھرا ہوا ہے - وہ انسان
کا سب سے اونچا آنند ہے - اب جو آدمیوں کے سو آنند ہیں - وہ اُن پتروں
کا ایک آنند ہے - جنہوں نے پتروں کے لوک کو جیت لیا ہے - اب جو
ان پتروں کا سو آنند ہے - جنہوں نے پتری لوک کو جیتا ہے - وہ گندھرب
لوک میں ایک آنند ہے - اور جو گندھرب کا سو آنند ہے - وہ کرم دیوں کا ایک
آنند ہے - جنہوں نے کرم کر کے دیو کے بھاؤں کو حاصل کر لیا ہے اور جو

کرم دیوؤں کا سو آنند ہے - وہ آجان دیوؤں کا ایک آنند ہے - جو آجان دیوؤں کا سو آنند ہے وہ شردتری (ویدوں کے جاننے والے) کا ایک آنند ہے - جو پاپ سے دور ہے - کامناؤں سے دبا ہوا نہیں ہے - جو آجان دیوؤں کا سو آنند ہے - وہ پرجاپتی لوک کا ایک آنند ہے - اور اُس شردتری کا بھی جو پاپ سے دور ہے - کامناؤں سے دبا ہُوا نہیں ہے - اور جو پرجاپتی کا سو آنند ہے - وہ برمھ لوک میں ایک آنند ہے - اور شردتری کا بھی - جو پاپ سے دور ہے اور کامناؤں سے دبا ہُوا نہیں ہے - اور یہ سب سے اونچا آنند ہے - اے راجہ! یہ برمھ لوک ہے" یہ یاگیہ ولکیہ نے کہا - راجہ جنک نے کہا" میں (اس کے بدلے) تم کو ہزار گائیں دیتا ہوں - اس سے آگے مجھ کو موکش کے لئے سناؤ" یہ سُن کر یاگیہ ولکیہ ڈرا کہ یہ سمجھ والا راجہ مجھ کو تمام اوستھاؤں کے کہنے کے لئے مجبور کر رہا ہے +

(۳۴) یاگیہ ولکیہ نے کہا" وہ پُرش اس سوپن کی اوستھا میں رمتا ہوا وچرتا ہُوا بھلائی بُرائی کو دیکھتا ہوا جاگرت اوستھا میں پھر جاگنے کے لئے واپس آتا ہے +

(۳۵) جس طرح اچھی طرح سے لدا چھکڑا شور مچاتا ہوا جاتا ہے اسی طرح یہ شریر والا آتما پراگیہ آتما سے سوار ہوا جب مرنے کو ہوتا ہے شور مچاتا ہُوا جاتا ہے +

(۳۶) اور جب یہ کمزوری کی طرف بڑھاپا سے یا بیماری سے پہنچ جاتا ہے - کمزوری میں ڈوب جاتا ہے - اس وقت یہ پُرش جس طرح آم یا گولر - یا پیپل کے پھل اپنی شاخ سے الگ ہو جاتے ہیں - بالکل اسی طرح وہ ان عضووں سے چھوٹ کر پھر اُلٹا اُسی جگہ کو واپس جاتا ہے

جہاں سے آیا تھا (اور وہ) نئے زندگی کے لئے (جاتا ہے) +

(۳۷) پس جس طرح اُس راجا کے لئے جو آرہا ہے ۔ سخت کوشش کرنے والے آدمی اور جو ہر قسم کا بُرا کام کرتے ہیں (ملازم) رتھ کھینچنے والے گاؤں کے مکھیا ۔ کھانے پینے کی چیزیں تیار کرکے کھڑے رہتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ وہ آرہا ہے ۔ وہ آرہا ہے ۔ اسی طرح تمام جاننے والے جاندار اس کے لئے تیار رہتے ہیں ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ یہ برہم آرہا ہے ۔ یہ آیا ہے۔

(۳۸) اور جیسے جب راجہ آرہا ہے ۔ سخت کام کرنے والے سختی و جُرم سے کام لینے والے (ملازم) رتھ کھینچنے والے گاؤں کے مکھیا ۔ اس سے ملنے کے لئے جاتے ہیں ۔ اسی طرح مرنے کے وقت تمام اندریاں آتما سے اکٹھی ہو کر ملتی ہیں ۔ جب وہ آخری سانس لیتا ہے +

دوسری شاکھا

(مانڈوکی اُپنشد)

منجری

سوال ۔ برہم کیا ہے؟

جواب ۔ برہم اوم ओ३म् ہے ۔ اوم میں آ ۔ اُو ۔ م अ, उ, म् تین حروف ہیں ۔ اور اوپر جو بندی دی جاتی ہے وہ اماترا ہے ۔ آ ۔ ابتدا ہے ۔ اُس کے تلفظ کرنے سے زبان کھلتی ہے ۔ اُو ۔ درمیانی حالت ۔ یا استھتی ہے ۔ اُس کے تلفظ کرنے سے زبان کھلی رہتی ہے ۔ م ۔ انتہائی حالت

یا پرلے ہے۔ اُس کے تلفظ کرنے سے زبان بند ہو جاتی ہے۔ جیسے پرلے میں پھر رچنا کا سلسلہ کچھ دیر کے لئے بند ہوتا ہے۔ اور اماترا چوتھی حالت آدھار کی ہے۔ اسی کے آسرے تینوں رہتے ہیں یہ برہمہ ہے۔ یہ اوم ہے جو اس اوم برہمہ کو سمجھ لیتے ہیں وہ حقیقت کو بھی سمجھ لیتے ہیں +

اوم میں آ۔ پرکرتی ہے۔ اُو۔ جیو ہے۔ م۔ ایشور ہے اور اماترا چوتھی حالت ہے۔ جس کے آدھار پر پرکرتی۔ جیو۔ اور ایشور رہتے ہیں یہ برہمہ ہے۔ یہ اوم ہے۔ اس اوم برہمہ کے جاننے والے ادھوگتی کو کبھی پراپت نہیں ہوتے +

اوم میں آ۔ جاگرت ہے۔ اُو سوپن ہے۔ م سوشپتی ہے۔ اور اماترا ان تینوں کا آدھار ترئیا ہے۔ جس کے آسرے تینوں کے کھیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے۔ جو اس اوم برہمہ کو سمجھ لیتا ہے وہ پھر بندھن میں نہیں آتا +

اوم میں آ ویکوانر ہے۔ جس سے انسان باہر مُکھی ہوتا ہے۔ اُو تیجس ہے۔ جس سے وہ انتر مُکھی ہونے کا خواہشمند ہے۔ م انتر مُکھی ورتی ہے۔ جو انتر میں لی جاتی ہے یہ پرجنیا ہے۔ اور اماترا ان تینوں کا آدھار ہے۔ جس میں یہ تینوں گتھے رہتے ہیں۔ یہ برہمہ ہے۔ یہ اوم ہے۔ جو اس اوم برہمہ کو ایک مرتبہ بھی جان لیتا ہے۔ اُس کا آواگون چھوٹ جاتا ہے +

اوم میں آ وِشو ہے۔ جو جاگرت کا ابھمانی ہے۔ اُو تیجس۔ جو سوپن کا ابھمانی ہے۔ م پراگیہ ہے جو سوشپتی کا ابھمانی ہے۔ اماترا چوتھی حالت ہے جو سب میں اوت پروت ہے۔ یہ برہمہ ہے۔ یہ اوم

جس نے اس اوم برہمہ کی حقیقت کو پالیا۔ وہ بھو ساگر کے پار چلا جاتا ہے۔ اور پھر سنسار اُس کو دُکھ نہیں دے سکتا +

اوم میں آ استھول ہے۔ اُو۔ سوکشم ہے۔ م۔ کارن ہے اور اماترا وہ چوتھا پد ہے۔ جس کے آدھار پر تینوں قائم ہیں یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے جس نے اوم برہمہ کو جان لیا۔ اُس کو مانسی۔ شاریرک اور اُپادھی کے تین تاپ نہیں ستاتے +

اوم میں آ۔ ست ہے۔ اُو۔ رج ہے۔ م۔ تم ہے۔ اماترا چوتھی اوستھا ہے۔ جو سب کا ادھشٹھان ہے۔ یہ برہمہ ہے۔ یہ اوم ہے۔ جو اس اوم برہمہ کے راز سے واقف ہو جاتا ہے۔ وہ تینوں گنوں سے پرے ہو جاتا ہے +

اوم میں آ۔ آنکھ ہے۔ اُو۔ کنٹھ ہے۔ م۔ ہردے ہے۔ اور اماترا تینوں کے سنتھی کا استھان ہے۔ یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے۔ اور جو اس اوم برہمہ کو جان لیتا ہے۔ وہ سب کچھ جان لیتا ہے۔ اُس کو پھر کسی کے جاننے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ وہ گیان سروپ ہو جاتا ہے +

اوم میں آ ویکھری شبد ہے۔ اُو مدھیما شبد ہے۔ م پشینتی شبد ہے۔ اماترا چوتھا درجہ ہے۔ جو سب کو اُٹھرا دیتا ہے۔ یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے۔ جو اس اوم برہمہ کی ماہیت سے واقف ہے وہ پنڈت ہے۔ اور بانی اُس کے قبضہ میں آ جاتی ہے +

اوم میں آ برہما ہے۔ اُو۔ وشنو ہے۔ م شیو ہے۔ اور اماترا وہ ہے جس میں یہ تینوں ٹکے ہوئے ہیں۔ یہ برہمہ ہے۔ یہ اوم ہے۔ جو اس اوم برہمہ کی اصلیت کا جاننے والا ہو جاتا ہے۔ وہ دیوتاؤں کے پد سے بھی

اونچا چلا جاتا ہے +

اوم میں آ ساوتری ہے۔ اُو لکشمی ہے۔ م دُرگا ہے۔ اور اماترا وہ شے ہے۔ جو اِن تینوں کا مدار علیہ ہے۔ یہ برہم ہے۔ یہ اوم برہم ہے جس نے اس کو ساکشاتکار کر لیا۔ وہ مہا شکتی والا ہوتا ہے +

اوم میں آ جمادات ہے۔ اُو نباتات ہے۔ م۔ حیوانات ہے اماترا وہ ہے جس میں نباتات و جمادات و حیوانات کو ٹھہرنے کی جگہ ملی ہے۔ یہ برہم ہے۔ یہ اوم ہے جو اس اوم برہم کو پہچان لیتا ہے وہ پھر کس کو پہچانے۔ اُس نے سب کو پہچان لیا +

اوم میں آ دِؤ ہے۔ اُو۔ انترکش ہے۔ م پرتھوی ہے۔ اماترا وہ ہے جس میں دِؤ۔ انترکش اور پرتھوی ٹکے ہوئے ہیں۔ یہ برہم ہے یہ اوم برہم ہے۔ جو اس اوم برہم کے روپ کا گیاتا ہے۔ سارا برہمانڈ اس کے ہاتھ میں آ جاتا ہے +

اوم میں آ۔ برہم چریہ ہے۔ اُو۔ گرہست ہے۔ م ون پرست ہے اور اماترا سنیاست ہے۔ جس کے آشرے تینوں رہتے ہیں۔ یہ برہم ہے یہ اوم ہے۔ جس نے ایک مرتبہ بھی اس اوم برہم کا راز جان لیا۔ وہ کیولیہ پد کا ادھکاری ہو گیا +

اوم میں آ راجہ ہے۔ اُو پرجا ہے۔ م راج ہے اور اماترا وہ ہے جس میں راجہ۔ پرجا۔ اور راج ہیں۔ یہ برہم ہے۔ یہ اوم ہے۔ جو اس اوم برہم سے پریم رکھتا ہے وہ نہ صرف راجہ ہوتا ہے۔ بلکہ راج کا بخشنے والا بن جاتا ہے +

اوم میں آ کریا شکتی ہے۔ اُو گیان شکتی ہے۔ م دربیہ شکتی ہے

اماترا ان تینوں کا مرکز ہے - یہ برہمہ ہے - یہ اوم ہے - جو اس اوم برہمہ کا واقف کار ہے - وہ کریا - گیان اور وریہ سے ہین نہیں ہوتا +

اوم میں آ ستھول بھوگ - اُو سوکشم بھوگ - م کارن بھوگ ہے اماترا وہ ہے جس نے ان تینوں کو اپنے میں گُتھ رکھا ہے - یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے - جو اس اوم برہمہ کو سمجھ گیا ہے - اُس کو سب بھوگ پراپت ہوئے ہیں +

اوم میں آ بندھ ہے - اُو - درمیانی حالت ہے - م موکش ہے - اماترا وہ ہے - جس میں بندھ موکش اور درمیانی حالت کی پرتیتی ہوتی ہے یہ برہمہ ہے - یہ اوم ہے - جو اس اوم برہمہ سے بیخبر نہیں ہے - اُس کو بندھ موکش اور درمیانی حالت کی پرواہ نہیں رہتی +

اوم میں آ سر ہے - اُو - پیٹ ہے - م پاؤں ہیں اُکی اماترا وہ ہے جس کے سہارے یہ تینوں رہتے ہیں - یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے - جو اس اوم برہمہ کا گیا تا ہے - وہ سر - پیٹ اور پاؤں کے دُکھ سے کبھی پیڑت نہیں ہوتا +

اوم میں آ - کشتری ہے - اُو - ویش ہے - م شودر ہے - اور اماترا چوتھا پد براہمن ہے - جو سب کا سہارا ہے - یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے جو اس اوم برہمہ کو جان گیا - وہ ورن آشرم کے بندھن سے چھوٹ گیا +

اوم میں آ - اگنی ہے - اُو - جل ہے - م پرتھوی ہے - اور اماترا وایو چوتھی حالت ہے - جس میں یہ سب ملے جلے ہوئے رہتے ہیں - یہ برہمہ ہے - یہ اوم ہے - جو اس اوم برہمہ برہمہ کو جانتا ہے - وہ سارے ودیاؤں

کا جاننے والا ہے +

اوم میں آ واپو ہے۔ اُو۔ اگنی ہے۔ م جل ہے۔ اور اماترا آکاش ہے۔ جس میں یہ رہنے اور بستے ہیں۔ یہ برہمہ ہے۔ یہ اوم ہے۔ جو اس اوم برہمہ کے رمز کو سمجھ گیا۔ اُس نے سب کچھ سمجھ لیا +

اوم میں آ بدھی ہے۔ اُو۔ من ہے۔ م اہنکار ہے۔ اور اماترا وہ پد ہے۔ جس میں من بدھی اہنکار بستے ہیں۔ یہ برہمہ ہے یہ اوم ہے جس نے اس اوم برہمہ کا اس طرح یقین کر لیا۔ وہ من بدھی اور اہنکار کے پرے پہنچ گیا +

اے ششیہ! یہ برہمہ کی مختصر تشریح ہے۔ سُن شروتی کیا کہتی ہے

مانڈوک اپنشد

"اوم" یہ اکشر ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ جو کچھ ہے۔ جو ہوگا۔ جو کچھ ہو چکا ہے۔ وہ سب "اوم" ہے۔ اور سب کچھ جو تینوں زمانہ سے پرے ہے۔ وہ بھی "اوم" "شبد" ہی ہے +

سب برہم ہے۔ یہ آتما برہم ہے۔ اس آتما کی چار حالتیں ہیں +

پہلا ویسوانر ہے۔ جس کی جگہ جاگرت (اوستھا) میں ہے۔ جس کا گیان باہر کی طرف ہے۔ جس کے سات عضو ہیں۔ جس کے اُنیس منہ ہیں اور جو استھول چیزوں کو بھوگتا ہے +

اس کی دوسری حالت تیجس ہے۔ جس کی جگہ سوپن (نیند) ہے جس کا گیان اندر کی طرف ہے۔ جس کے سات عضو اُنیس منہ ہیں اور لطیف (سوکشم) چیزوں کو بھوگتا ہے +

جب سونے والے کو کوئی خواہش نہیں ہوتی وہ خواب نہیں دیکھتا

(تو) اس کو گہری نیند و سوشپتی کہتے ہیں۔ اس کی تیسری حالت پراگیہ ہے جو ایک ہے۔ جو پرگیا گھن ہے۔ آنند جس کا خواص ہے۔ جو آنند کا بھوگنے والا ہے۔ اور چیتنا جس کا منہ ہے +

یہ سب کا ایشور ہے۔ یہ سب کا جاننے والا ہے۔ وہ انتریامی ہے یہ سب کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ اسی سے تمام پرانی پیدا ہوتے۔ اور اسی میں واپس جاتے ہیں +

وہ اس کو چوتھا سمجھتے ہیں۔ نہ وہ اندر کی طرف کا پرگیا والا ہے۔ نہ باہر کی طرف کا۔ نہ دونوں میں سے کسی طرف کا۔ نہ پرگیا گھن۔ نہ جاننے والا۔ نہ جاننے والا ہے۔ کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ کوئی اس کو بیوہار میں نہیں لا سکتا۔ کوئی اس کو پکڑ نہیں سکتا۔ کوئی اس کو ثابت نہیں کر سکتا۔ کوئی اس کو سوچ نہیں سکتا۔ کوئی اس کو بتا نہیں سکتا۔ وہ آتما ہے۔ صرف اتنا ہی اس کا ثبوت ہے۔ اس میں پرپنچ نہیں ہے شانت شیو۔ ایک۔ آتما وہ جاننے کے قابل ہے +

یہ آتما اکشر اوم ہے۔ اونکار ماتراؤں کے ادھکار میں ہے۔ پاد ماترا ہیں۔ اور ماترا پاد ہیں +

ویسوانر جو جاگرت میں رہتا ہے۔ وہ آکار ہے۔ جو پہلا ماترا ہے آپتی سے یا پہلے اکشر ہونے سے جو اس کو جانتا ہے۔ وہ سب خواہشوں کو پوری کر لیتا ہے اور سب میں پہلا ہوتا ہے +

تیجس سوپن میں رہتا ہے۔ وہ اکار ہے۔ دوسری ماترا ہے۔ اونچا ہونے سے یا درمیان میں ہونے سے جو اس کو جانتا ہے۔ وہ گیان کے سلسلہ کو اونچا لے جاتا ہے۔ اور (دوست و دشمن کے لئے) سمان ہوتا

ہے۔ اور اس کی اولاد میں کوئی برہم سے ناواقف نہیں رہتا +

پراگیہ وہ ہے۔ جو سوشپتی میں رہتا ہے۔ وہ دوسرا اکشر مکار ہے جو تیسرا حصہ ہے۔ پیمانہ ہونے سے یا پائے ہونے سے۔ وہ جو اس کو جانتا ہے۔ سب کا پیمانہ کر لیتا ہے۔ پائے کی جگہ ہوتا ہے +

اماترہ۔ تریہ آتما ہے۔ جو ویوہار میں نہیں آتا۔ جہاں سنسار کا جھگڑا نہیں رہتا۔ جو شیو ہے۔ ایک ہے۔ اس طرح اونکار آتما ہی ہے۔ وہ جو اس کو جانتا ہے۔ وہ آتما سے آتما میں داخل ہوتا ہے +

تیسری شاکھا

(واجسنیئی اُپ نشد)

منجری

سوال۔ برہم کیا ہے؟

جواب۔ جو حرکت کرتا ہے جو نہیں حرکت کرتا۔ وہ برہم ہے۔ جو نظر نہیں آتا۔ جو نظر آتا ہے وہ برہم ہے۔ اور جو نزدیک بھی ہے۔ وہ برہم ہے۔ جس کو دور اور نزدیک بھی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ برہم ہے جو سب کے اندر ہے جو سب کے باہر ہے۔ وہ برہم ہے اور جس کو کسی کے اندر باہر نہیں بھی کہا جا سکتا۔ وہ برہم ہے +

جو پردہ میں چھپا ہے۔ جو پردہ میں نہیں ہے وہ برہم ہے۔ جو تاریک ہے اور جو تاریک نہیں ہے وہ برہم ہے۔ جو روشن ہے اور

جس میں روشنی کا امکان نہیں ہے وہ برہم ہے۔ وہ یہ ہے وہ یہ نہیں ہے یہ برہم ہے جس کے لئے "اس اور اُس" کا بھی لفظ نہیں استعمال ہو سکتا۔ وہ برہم ہے +

برہم کیا ہے۔ اور برہم کیا نہیں ہے۔ اس ہاں اور نہیں کے درمیان برہم چھپا ہے۔ وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ یہ اور وہ برہم ہے۔ جو پرے ہے جو ورے ہے۔ جو ورے پرے نہیں ہے وہ برہم ہے +

کرم برہم ہے۔ اُپاسنا برہم ہے۔ گیان برہم ہے۔ وگیان برہم ہے جو کرم اور اُپاسنا کے مدھیہ میں ہے وہ برہم ہے۔ جو گیان اور وگیان کے بیچ ہے وہ برہم ہے +

جس کی پوجا کی جاتی ہے اور جس کی پوجا نہیں کی جاتی۔ وہ برہم ہے۔ جو پوجا اور اپوجا کے بیچ میں ہے وہ برہم ہے +

"میں" برہم ہے۔ "تو" برہم ہے۔ جو "میں" اور "تو" کے بیچ میں ہے وہ برہم ہے۔ برہم "نیتی" ہے۔ برہم "ایتی" ہے۔ جو "نیتی" اور "ایتی" کا مدھیہ ہے وہ برہم ہے +

جو ابتدا ہے جو انتہا ہے جو وسط ہے۔ جو ابتدا۔ انتہا اور وسط کے ورے پرے اور بیچ میں ہے وہ برہم ہے۔ جو "ہاں" ہے۔ جو "نہیں" ہے۔ جو "ہاں" اور "نہیں" کے ورے پرے و بیچ میں ہے وہ برہم ہے +

جو اس برہم کو کرم کر کے پہنچنا چاہے وہ بھرم میں ہیں۔ کرم ناشمان ہے۔ وہ ناش کو پراپت ہونگے۔ جو اس برہم کو کرم اور گیان دونوں کا سہارا لے کر جاننا چاہتے ہیں وہ بھرم میں رہیں گے۔ برہم جو ہر چیز سے

ہر چیز میں دیکھا جاتا ہے - ہر چیز اس میں دیکھا ہے - اور پھر جس کو سب کچھ اور پھر کچھ بھی نہیں کہہ سکتے - وہ برہمہ ہے - وہ سب سے بیان کیا جاتا ہے - اور کسی سے بیان نہیں کیا جا سکتا - وہ برہمہ ہے +

جو اس برہمہ کو برہمہ کی نظر سے دیکھتے ہیں - اُن کو سچا گیان ہے وہ بھرم اور مغالطہ میں نہیں پڑتے - لیکن جو ایسے نہیں ہیں وہ کرم کریں جو تین طرح پر کیا جاتا ہے - اول صرف کرم جن کی ویدوں میں ہدایت ہے دوسرے صرف گیان کا خیال رکھنا جس سے مراد سفلی علم سے ہے - اور جس کی مدد سے برہمہ کی ذات و صفات کا تصور باندھا جاتا ہے - تیسرے کرم اور گیان دونوں کے ساتھ اُس کا تصور جمانا - کرم سے مرنے کے بعد سُکھ ملیگا - مگر پھر نیچے دُکھ کے طبقہ میں آنا ہوگا - کرم اور گیان سے مرنے پر اونچے لوکوں میں باسا ملتا جائیگا - خوشیاں اعلےٰ درجہ کی نصیب ہونگی اور وہ اعلےٰ گیان کی پراپتی کا ادھکاری بنیگا - جو کچھ اس گیان اور کرم سے ملیگا - وہ ہمیشہ عارضی اور ناقابل اطمینان ہوگا - کیونکہ جس کو اصلی گیان کہا جاتا ہے وہ صرف برہمہ ہی اور وہی ست - چت اور آنند ہے +

واجسنیئی اُپنشد

(۱) اس جگت کے اندر جو کچھ ہے - اس کو ایشور سے ڈھک دینا چاہئے اس کے تیاگ سے تو بچا رہے جائے گا - کسی کے دھن کی لالچ مت کرو - یہ دھن کس کا ہے؟ +

(۲) کرموں کو کرتے ہوئے آدمی کو سو برس تک جینے کی خواہش کرنی چاہئے - اس طرح (کرم کرنے سے) کرم تجھ میں لپت نہ ہوگا +

(۳) جو آتم ہتیارے ہیں - وہ ایسے لوکوں کو جاتے - جو بالکل اندھیرے

سے گھرے ہوئے ہیں۔ اور راکششوں کے لوک ہیں +

(۴) وہ اچل۔ اور ایک اور من سے زیادہ تیز ہے۔ اندریاں اس کو نہیں پا سکتیں۔ اس تک ان کی پہنچ نہیں ہے۔ وہ ان سب سے آگے دوڑتے ہوئے اندریوں کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اسی کے آشرے (میں رہ کر) سوتر آتما سب کو دھارن کرتا ہے +

(۵) وہ اوروں کو حرکت دیتا ہے۔ خود بے حرکت ہے۔ وہ دور ہے اور نزدیک بھی ہے۔ وہ اس برہمانڈ کے بھیتر بھی ہے۔ اور باہر بھی ہے +

(۶) وہ جو سارے پرانیوں کو پرماتما میں اور پرماتما کو سارے پرانیوں میں دیکھتا ہے۔ وہ پھر اس سے مُنہ نہیں پھیرتا +

(۷) جب کسی کو معلوم ہو گیا کہ سب آتما ہی آتما ہیں۔ اور جب آتما کی وحدانیت کو سمجھنے لگا۔ تو پھر اس کے لئے کیا موہ اور اور کیا شوک ہے! +

(۸) وہ محیط کل۔ پرکاشوان۔ بغیر جسم کا۔ جس کو کوئی جیت نہیں سکتا۔ جس میں نس اور ناڑی نہیں ہیں۔ شُدّھ پاپ رہت جو گیانی من کا قاعدہ میں رکھنے والا۔ سب پرانیوں سے اوپر اور قائم بالذات ہے اس نے سالہا سال کے لئے چیزوں کو ان کے خواص کے بموجب تقسیم کیا ہے +

(۹) جو اگیان کو پوجتے ہیں۔ گہرے اندھیرے میں داخل ہوتے ہیں۔ گیان کے پوجنے والوں کا اندھیرا ان سے بھی زیادہ ہوتا ہے +

(۱۰) وہ کہتے ہیں گیان کا پھل اور ہے اور اگیان کا اور۔ یہ ہم

نے گیانیوں سے سُنا ہے۔ جنہوں نے دونوں کی ویاکھیا کی ہے +

(۱۱) جو لوگ گیان اور اگیان کو ساتھ ہی ساتھ سمجھتے ہیں۔ موت کو اگیان سے مغلوب کر دیتے ہیں۔ اور گیان سے امرت کا سُکھ بھوگتے ہیں +

(۱۲) جو صرف پرکرتی کو پوجتے ہیں۔ گُھپ اندھیرے میں داخل ہوتے ہیں۔ جو صرف برھم کے گیان میں مست ہونا چاہتے ہیں۔ وہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں +

(۱۳) وہ کہتے ہیں۔ پرماتما کا گیان کا پھل پرکرتی کے گیان کے پھل سے مختلف ہے۔ یہ ہم نے سنتوں سے سُنا ہے۔ جنہوں نے ہمارے واسطے دونوں کی ویاکھیا کی ہے +

(۱۴) جو لوگ برھم (سے کے ستھان) اور پرکرتی کے گیان کو ساتھ ساتھ سمجھتے ہیں۔ وہ پرکرتی کے گیان کو جیت لیتے ہیں۔ اور پرماتما کے گیان سے امرت کو بھوگتے ہیں +

(۱۵) میرے لئے تو جس کا دھرم سچائی ہے۔ اے پُشن! سچائی کے دروازہ کو کھول دے۔ جس کو تیرے جلال والے گھیرے نے ڈھک رکھا ہے۔ تاکہ میں تیرا درشن کر سکوں +

(۱۶) اے پشٹی دینے والے! رشی! اے نیم میں چلانے والے اے سورج! اے پرجاپتی! تو اپنے کرنوں کو پھیلا دے۔ اور اپنی پرکاش کو ایک جگہ کر۔ مجھ کو اپنے جلال والے سروپ کو دیکھنے دے۔ جو کلیان دینے والا ہے۔ جو وہ پُرش ہے۔ سو میں ہوں +

(۱۷) میرے پران اس امرت پران میں مل جاویں۔ اور یہ شریر کبھی بھوت ہو کر ختم ہو جائے۔ اوم اے من! تو اپنے کرموں کو یاد کر۔

اے من! یاد کر۔ یاد کر اپنے کرموں کو +

(۱۸) اے اگنی! تو آنند کے راہ کی طرف میری رہبری کر۔ اے دیو! تو سارے کرموں کو جانتا ہے۔ ٹیڑھے پاپوں کو برباد کر دے ہم بار بار تجھ کو پرنام کرتے ہیں +

چوتھی شاکھا

پہلی منجری

سوال - برہم کیا ہے؟ +

جواب - جو کسی سے پرکاشت نہیں ہوتا۔ جس سے سب پرکاشت ہوتے ہیں۔ جو کسی کے آدھار پر نہیں جس کے آدھار پر سب ہیں۔ جو سب سے ہیں۔ جس سے سب ہیں وہ برہم ہے +

کین اپنشد - پہلا کھنڈ

(۱) (شاگرد پوچھتا ہے) کس کی خواہش سے۔ کس کے حکم سے من گرتا ہے؟ کس سے ملا ہوا پہلا پران چلتا ہے۔ کس کی خواہش سے پہلا پران بولا جاتا ہے؟ کون دیوتا آنکھ اور کان کے ساتھ (ان کے فرائض کو) جوڑتا ہے +

(۲) (استاد جواب دیتا ہے) جو کان کا کان۔ من کا من۔ بانی کا بانی ہے۔ وہی پران کا پران۔ اور آنکھ کی آنکھ ہے۔ عقلمند (اس کو جان کر) وشیوں

کے بندھن سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اس لوک سے کوچ کرتے ہوئے امرت ہوتے ہیں +

(۳) نہ وہاں آنکھ جاتی ہے۔ نہ بانی جاتی ہے۔ نہ من (جاتا ہے) ہم نہیں سمجھتے۔ نہیں جانتے کہ کس طرح اس کا اُپدیش کریں۔ وہ (ظاہری دنیا) سے مختلف ہے۔ اور پوشیدہ سے دور ہے۔ یہ ہم نے پہلے (برہمہ گیانیوں سے) سنا ہے۔ جنھوں نے ہمارے لئے اس کی ویاکھیا کی ہے +

(۴) تو اس کو برہمہ سمجھ جس کو بانی نہیں بتا سکتی۔ بلکہ اس سے بانی بتائی جاتی ہے۔ نہ یہ (برہمہ ہے) جس کو (بانی سے) سیون کرتے ہیں +

(۵) جو من سے نہیں سوچتا۔ کہتے ہیں۔ جس سے من سوچا گیا ہے۔ اسی کو تو برمھ سمجھ۔ نہ یہ جس کو (من سے) سیون کرتے ہیں +

(۶) جو آنکھ سے نہیں دیکھتا۔ جس سے آنکھ دیکھتے ہیں۔ تو اسی کو برمھ سمجھ۔ نہ یہ جس کو (آنکھ سے) سیون کرتے ہیں +

(۷) جو کان سے نہیں سنتا۔ جس سے کان سنا گیا ہے۔ اسی کو برمھ سمجھ۔ نہ یہ جس کو (کان سے) سیون کرتے ہیں +

(۸) جو پران سے سوانس نہیں لیتا۔ جس سے پران حرکت میں آتے ہیں۔ تو اسی کو برمھ سمجھ۔ نہ یہ جس کو (پران سے) سیون کرتے ہیں +

دوسری منجری

سوال۔ برہمہ کیا ہے؟ +

جواب۔ جس کے جان لینے سے سب کچھ جان لیا جائے۔ جو سب کے جان لینے سے نہ جانا جا سکے۔ وہ برہمہ ہے +

دوسرا کھنڈ (۱) اگر تو یہ مانتا ہے کہ میں اس کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تو بلاشک برہم کے سروپ کو تھوڑا ہی جانتا ہے۔ جو (کچھ) اس (کی نسبت) تو جانتا ہے۔ اور جو دیوتاؤں میں ہے (وہ بھی تھوڑا ہے) (اس لئے) ابھی تجھ کو وچارنا چاہیئے۔ شاگرد اس کے جواب میں کہتا ہے۔ کہ میں نے جان لیا ہے +

(۲) میں نہیں مانتا ہوں کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ نہیں جانتا۔ کیونکہ جانتا بھی ہوں۔ ہمارے درمیان جو اس کو جانتا ہے۔ وہ اس کو جانتا ہے کہ میں نہ جانتا ہی ہوں۔ وانجان بھی نہیں ہوں +

(۳) جس کو سمجھ نہیں ہے۔ اس کو سمجھ ہے۔ اور جس کو سمجھ ہے۔ وہ نہیں جانتا (کیونکہ وہ) جاننے والوں کو نہیں جانا جاتا۔ اور نہ جاننے والوں کو جانا جاتا ہے +

(۴) پرتی بودھ سے جانا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ اور اس سے ضرور امرت کو حاصل کرتا ہے۔ آتما سے بل کو پاتا ہے۔ اور ودیا سے امرت کو پاتا ہے +

(۵) اگر یہاں ہی جان لیا تو سچا انجام ہے۔ اگر نہیں جانتا تو بڑی آفت ہے۔ دھیر پرش جو تمام بھوتوں میں (اس کو) ڈھونڈ کر (جانتے ہیں) اس لوک سے الگ ہو کر امرت ہوتے ہیں +

تیسری منجری

سوال۔ برہم کیا ہے؟ +

جواب۔ جو سب سے زیادہ طاقتور سب سے زیادہ تیز سب سے

زیادہ گرم اور سب میں فتحیاب ہے وہ برہم ہے +

تیسرا اور چوتھا کھنڈ۔ (۱) برہم دیوتاؤں کے لئے فتحیاب ہوا۔ اور برہم کی فتح سے دیوتاؤں کو عظمت ملی۔ انہوں نے سوچا۔ یہ ہماری ہی فتح ہے۔ یہ ہماری ہی عظمت ہے +

(۲) اُس (برہم) نے ان (کے بھرم) کو جانا (اور) وہ ان کے لئے ظاہر ہوا۔ انہوں نے اس کو نہیں پہچانا (اور) آپس میں پوچھنے لگے۔ یہ یکش کون ہے +

(۳) انہوں نے اگنی کو کہا۔ اے جات ویدو! پتہ لگاؤ۔ کہ یہ یکش کون ہے (اگنی نے جواب دیا) ایسا ہی ہو +

(۴) (اگنی) دوڑ کر اس کے پاس گیا (یکش نے) اس سے پوچھا تو کون ہے؟ (اگنی نے جواب دیا) کہ میں سچ مچ اگنی اور جات ویدس ہوں +

(۵) (برھم بولا) تجھ میں کیا طاقت ہے؟ (اگنی نے جواب دیا) جو کچھ دنیا میں ہے میں سب کو جلادوں یعنی جلا سکتا ہوں) +

(۶) اس (برھم) نے اس کے سامنے ایک تنکا رکھ دیا (اور کہا) اس کو جلادے (وہ اگنی) ساری طاقت اور پورے زور سے اس (تنکے) کے پاس گیا (پر وہ) اس کو نہیں جلا سکا۔ وہ اس لئے واپس آیا (اور دیوتاؤں سے کہا) میں نہیں جان سکا۔ یہ جو یکش ہے +

(۷) تب انہوں نے وایو کو کہا۔ اے وایو! اس کا پتہ لے کہ یہ کون یکش ہے؟ (وایو نے جواب دیا) ایسا ہی ہو +

(۸) وہ دوڑ کر اس کے پاس گیا (برھم نے) اس سے پوچھا تو کون ہے؟ (وایو نے جواب دیا) میں سچ مچ وایو اور ماترشوا ہوں +

(۹)۔ (برمھ بولا) تجھ میں کیا طاقت ہے؟ (وایو نے جواب دیا) اس سارے (جگت) کو اُڑا دوں۔ جو اس ترلوکی میں ہے +

(۱۰)۔ (برمھ نے) اس کے سامنے تنکا رکھ دیا (اور کہا) کہ اس کو اُڑا دے وہ سارے بل اور پوری تیزی سے اس (تنکے) کے پاس گیا (پر) اس کو نہیں اُڑا سکا۔ وہ اس سے لئے واپس آیا (اور دیوتاؤں سے کہا) میں اس کو نہیں جان سکا یہ جو یکش ہے +

(۱۱) تب انھوں نے اندر کو کہا۔ اے میگھون! اس کو جان کہ یہ کون یکش ہے (اندر نے جواب دیا) ایسا ہی ہو۔ (اور) وہ دوڑ کر اس کے پاس گیا (برمھ) اس سے چھپ گیا +

(۱۲) وہ اسی آکاش میں سنہری زیور والی خوبصورت اُما نام ستری کو ملا۔ اس سے پوچھا کہ یہ یکش کون ہے؟ +

(۱) اس نے (کہا) یہ برمھ ہے۔ برمھ کی فتح ہی میں تم کو عظمت ملی ہے۔ اسی سے اس نے جانا کہ یہ برمھ ہے +

(۲) جس غرض سے اگنی۔ وایو اور اندر ان (تینوں) نے بہت نزدیک (جاکر) اس (برمھ) کو چھوا۔ اور انھوں نے پہلے جانا کہ یہ برمھ ہے اس لئے یہ دیوتا اور دیوتاؤں سے بڑھ کر ہی ہیں +

(۳) اس لئے اندر اور دیوتاؤں سے بڑھ کر ہے (کیونکہ) اس نے بہت ہی نزدیک (جاکر) اس کو چھوا۔ اور اسی نے پہلے جانا کہ یہ برمھ ہے +

(۴) اس کا یہ اُپدیش جو بجلی کے چمکنے اور آنکھ کے جھپکنے کے مانند ہے۔ یہ ادھی دیوت ہے +

(۵) اب ادھیاتم کہتے ہیں۔ جو یہ من (گویا برمھ تک) رسائی کرتا

ہے - اس لئے اس کو نزدیک یاد کرنا ہے (من سے اس کا اسمرن کیا جاتا ہے) اور ہمیشہ سنکلپ (برمھ سنبندھی باتوں کا) رکھتا ہے +

(۶) وہ (برمھ) قابل تعظیم نام ہے - وہ اس نام سے پوجے جانے کے قابل ہے - جو اس کو اس طرح جانتا ہے - اس کو سب بھوت چاہتے ہیں +

(۷) گورو کہتا ہے) تو نے یہ کہا کہ بھگون اُپنشد کہہ دی ہے - برمھی اُپنشد تجھ کو کہہ دی ہے +

(۸) اس (براہمی اُپنشد) کے تپ دم اور کرم یہ پاد ہیں - وید مع تمام انگوں کے اس کی جڑ ہیں - سچائی اس کا گھر ہے +

(۹) - جو اس برمھ ودیا کو اس طرح جانتا ہے - پاپ کو دور کر کے سب سے بڑے اور سب سے اچھے آتما کے دائمی لوک میں بستا ہے +

پانچویں شاکھا

پہلی منجری

سوال - برمھ کیا ہے ؟

جواب - جو سب کچھ ہے جس کے سوا اور کچھ نہیں - جو روپ ہے اور جو اروپ ہے - جس سے سب روپ پرگٹ ہوئے ہیں اور جس نے تمام روپ میں جو رنگ ہے اور جو رنگ سے خالی ہے - جس سے سارے

رنگ پیدا ہوتے ہیں۔ اور جس کے سارے رنگ ہیں وہ برہم ہے۔ جو بغیر آکار کا ہے۔ جو اکار والا ہے۔ جس سے سارے اکار ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کے سارے اکار ہیں۔ وہ برہم ہے۔ برہم من اور مایا ہے۔ برہم دھوپ اور چھایا ہے وہی اصل ہے وہی نقل ہے۔ وہی دھرم اور ایمان ہے وہی جسم اور جان ہے یہ برہم ہے +

منڈک اپنشد

دوسرا منڈک پہلا کھنڈ

(۱)۔ سو یہ سچ ہے۔ جس طرح اگنی سے اگنی کے روپ کی طرح سینکڑوں چنگاریاں نکلتی ہیں۔ اسی طرح ہے۔ سومیہ! طرح طرح کے تتو اس اکشر سے پرگٹ ہوتے ہیں۔ اور اسی میں لین ہوتے ہیں +

(۲) وہ نورانی پُرش بغیر جسم کا ہے۔ وہ باہر اور اندر دونوں جگہ ہے جنم نہیں لیتا۔ بغیر پران اور بغیر من کے ہے۔ شدھ ہے۔ اکشر جو پرے ہے وہ اس سے بھی پرے ہے +

(۳) اس سے پران پیدا ہوتا ہے۔ من اور کل اندریاں۔ آکاش۔ ہوا روشنی۔ پانی اور زمین جو سب کی دھارن کرنے والی ہے +

(۴) اگنی اس کا سر ہے۔ سورج اور چاند اس کی آنکھیں ہیں۔ دشائیں (اطراف) اس کے کان ہیں۔ ویدک الہام اس کی بانی ہے۔ ہوا اس کا پران ہے۔ اور جگت اس کا دل ہے۔ پرتھوی اس کے پاؤں ہیں۔ یہ سب پرانیوں کا بلاشک وشبہ انتر آتما ہے +

(۵)۔ اس سے وہ اگنی پیدا ہوئی۔ سورج جس کی لکڑیاں ہیں۔ چندر سے پرجنیہ (بادل) اس سے زمین کی بنسپتی۔ پرش ستری (کے رحم) میں بیج ڈالتا ہے (اسی طرح) بہت سے جیو اس پُرش سے پیدا ہوتے ہیں +

(۶)۔ اس سے (نکلتے ہیں) رگ۔ سام اور یجر کے منتر وکشائیں۔ سارے یگیہ۔ اور کرت اور وکشنائیں۔ یگیہ کرنے والا۔ اور لوک۔ جن پر چندر چمکتا ہے

(۷)۔ اس سے بہت قسم کے دیوتا بھی پیدا ہوئے ہیں۔ سادھیہ منشیہ۔ پسو پکشی۔ پران۔ اپان۔ چاول اور جو تپ۔ شردھا۔ ستیہ۔ برہمچریہ اور بدھی +

(۸) سات اندریاں بھی اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ ساتوں شعلے۔ سات سمدھائیں (یگیہ کی لکڑیاں) سات ہوم۔ یہ سات لوک۔ جن میں اندریاں وچرتی ہیں۔ یہ گپھا میں رہنے والی ہیں۔ اور سات سات استھاپن کئے گئے ہیں +

(۹)۔ اس سے سمندر اور تمام پہاڑ پیدا ہوئے ہیں۔ تمام اوشدھیاں اور اس۔ جس (رس) سے یہ انتر آتما۔ بھوتوں کے ساتھ ٹھہرتا ہے +

(۱۰) پرش ہی یہ سب کچھ ہے۔ کرم۔ تپ۔ برہمہ۔ پرم امرت۔ وہ جو اس (ہردے کی) گپھا میں چھپے ہوئے کو جانتا ہے۔ وہ یہاں ہی۔ اے سومیہ اودیا کے گرہ کو کھول دیتا ہے +

دوسری منجری

دوسرا منڈک دوسرا کھنڈ

(۱)۔ (یہ برہم) پرگٹ ہے۔ نزدیک ہے (ہردے کی) گپھا میں رہنے والا پرسدھ ہے۔ منزل مقصود ہے۔ اس میں یہ سب گتھے ہوئے ہیں۔ جو چلتا ہے سانس لیتا ہے۔ اور آنکھ جھپکاتا ہے۔ اور جو کچھ تم ستھول سوکشم جانتے ہو (وہ) پوجا کے قابل ہے سب میں افضل ہے مخلوقات کی سمجھ سے

(۲) - جو روشن ہے - جو لطیف سے لطیف ہے - جس پر لوک قائم ہیں اور (جس پر) لوکوں کے رہنے والے (قائم ہیں) وہ ابناشی برمھ ہے - وہ پران ہے وہ بانی ہے - وہ من ہے وہ ستیہ ہے - وہ امرت ہے - وہ نشانہ لگانے کے قابل ہے - اے سومیہ! تو اس کو اپنا نشانہ بنا +

(۳) اُپنشدوں کے کمان کو پکڑ کر جو ایک بہت بڑا اوزار ہے - اس میں اُپاسنا سے تیز کئے ہوئے تیر کو جوڑنا چاہئے - اور پھر اسی کی شنا میں محو جو من ہے - اس سے اس کو کھینچ کر اس ابناشی لکش کو نشانہ لگا +

(۴) اوم کمان ہے - آتما تیر ہے - اور برمھ اس کا لکش کہلاتا ہے - اس کو ایک اگر چیت والا پرش نشانہ لگا سکتا ہے - اور تب وہ تیر کی طرح اس کی شکل کا ہو جائے گا +

(۵) جس میں دیو آکاش پرتھوی اور انترکش بنے ہوئے ہیں اور من بھی ساری اندریوں کے ساتھ (اس میں رہتا ہے) اسی آتما کو جانو اور دوسری ساری باتوں کو چھوڑ دو (وہ) امرت کا پل ہے +

(۶) یہ مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا ہوا اندر (دل میں) وچرتا ہے - جہاں تمام رگیں ملی ہوئی ہیں - جیسے رتھ کے ناف میں آرے (لگے رہتے ہیں) اس آتما کو "اوم" اس طرح دھیان کرو - تمہارے لئے (وہ) کلیان ہو - پار پہنچنے کے لئے جو اندھیرے سے پرے ہے +

(۷) جو سب کو جانتا ہے - سب کو سمجھتا ہے - جس کی اس جگت میں مہاں ہے - وہ آتما نورانی برمھ پور میں آکاش میں رہتا ہے - وہ منومے اندریوں کے شریر کا قاعدہ میں رکھنے والا بنتا ہے - وہ ان میں رہتا ہے - ہردے کے بہت ہی قریب اس کے وگیان سے دھیر پرش اس امرت کو دیکھتے ہیں جو

آنند روپ جانا جاتا ہے +

(۸) تب ہردے کی گانٹھ کھل جاتی ہے۔ سارے سنشے دُور ہو جاتے ہیں اور اس کے کرم چھین ہو جاتے ہیں۔ جب اس پَر اور اَپر کو دیکھ لیتا ہے +

(۹) پَر سب سے اونچے طلائی غلاف ہے جو بغیر گرد و غبار کے ہے۔ اور بغیر دھبہ کے۔ اور بغیر ٹکڑوں کے ہے۔ جو شُدھ ہے۔ وہ نور کا نور ہے۔ وہ ہے جس کو وہ جانتے ہیں جنہوں نے آتما کو جانا ہے +

(۱۰) نہ وہاں سورج چمکتا ہے۔ نہ چند اور تارے۔ نہ ہی یہاں بجلیاں چمکتی ہیں۔ یہ اگنی کہاں؟ اسی کے ہی چمکنے پر یہ سب کچھ چمکتا ہے۔ اسی کی سمجھ سے یہ سب چمکتا ہے +

(۱۱) برمھ ہی امرت روپ سامنے ہے۔ برمھ پیچھے ہے۔ برمھ دائیں اور بائیں ہے۔ نیچے اور اوپر پھیلا ہوا ہے۔ برمھ ہی یہ سب کچھ ہے یہ سب سے اُتم ہے +

تیسری منجری

تیسرا منڈک پہلا کھنڈ

(۱)۔ دو پرند جو ہمیشہ کے ساتھ رہنے والے دوست ہیں۔ دونوں ایک درخت پر رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک پھل کی لذت بھوگنے والا ہے۔ دوسرا نہ کھاتا ہُوا (صرف) دیکھتا ہے +

(۲) اسی درخت پر بھولا ہوا پُرش کمزوری سے دھوکا کھاتا ہوا رنج میں پڑا ہے۔ جب اس قابل تعظیم مالک کو دیکھتا ہے۔ تب وہ شوک سے

دور ہو جاتا ہے +

(۳) جب وہ دیکھنے والا سنہری رنگ والے - خالق - مالک - پُرش برمھ کے سرچشمہ کو دیکھتا ہے - تب وہ پنڈت پاپ اور پنیہ کو چھوڑ کر نرنجن ہو کر اعلےٰ یکسانیت (برابری) کو حاصل کر لیتا ہے +

(۴) سچ مچ یہی زندگی ہے - جو سب پرانیوں میں چمک رہی ہے جو اس کو سمجھتا ہے - وہ اصلی عالم ہوتا ہے - نہ کہ باتیں بنانے والا - آتما میں کھیلتا ہے - اس کے کرتب اور پریم آتما میں ہوتے ہیں - اور برمھ کے جاننے والوں میں وہ سب سے اُتم ہے +

(۵) سچائی - تپ - ستیہ گیان اور برمھ چریہ سے یہ آتما ہمیشہ حاصل ہوتا ہے - جو جسم کے اندر شدھ اور نورانی ہے - جس کو وہ جتی دیکھتے ہیں - جن کے پاپ ناش ہو گئے ہیں +

(۶) سچائی ہی کی فتح ہوتی ہے - جھوٹ نہیں (فتح پاتا) سچائی سے وہ راہ پھیلی ہے - جو دیویان ہے - جس سے رشی لوگ جو کامناؤں سے اوپر ہیں - وہاں پہنچتے ہیں - جہاں وہ سچائی کا گھر ہے +

(۷) وہ بڑا ہے نورانی - جس کی کوئی چِنتنا نہیں کر سکتا - اور جو لطیف سے لطیف جانا جاتا ہے - جو کوئی چیز دور ہے - وہ اس سے بھی دور ہے پھر بھی وہ نزدیک ہے - دیکھنے والوں کے لئے وہ یہاں ہی گپھا میں چھپا ہوا ہے +

(۸) آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی - نہ زبان سے نہ دوسری اندریوں سے نہ تپ سے - نہ شُدھ کرم سے (وہ سمجھ میں کبھی آتا ہے) جب گیان کی نرملتا سے انسان کا دل شدھ ہوتا ہے - تب وہ اس بے ٹکڑے والے (لاتبخرا)

کا دھیان کرتا ہوا اس کو دیکھتا ہے +

(۹) یہ سوکشم آتما وچار سے سمجھا جاتا ہے۔ جس میں پران پانچ طرح سے تقسیم ہو کر داخل ہوئے۔ تمام جانداروں کا من اندریوں سے گرہست رہتا ہے جب یہ شُدھ ہو جاتا ہے۔ آتما کا پرکاش ہوتا ہے +

(۱۰) جس کا من شُدھ ہے۔ وہ پرش جس جس لوک کو من سے سنکلپ کرتا ہے۔ اور جن کامناؤں کو چاہتا ہے۔ اس اس لوک کو پاتا ہے۔ اور ان خواہشوں کو (پورا کرتا ہے) اس لئے جو سکھ چاہتا ہے۔ اس آتما کے جاننے والے کو اس کی پوجا کرنی چاہیئے +

چھٹویں شاکھا

(کٹھ اُپنشد)

پہلی منجری

سوال۔ برہمہ کیا ہے؟

جواب۔ نچکیتا نامی ایک لڑکے نے یم سے اس برہمہ کی نسبت جس طرح سوال کئے تھے۔ اور یم نے جس باقاعدہ اور موثر طریقہ میں اُس کو جواب دیا تھا۔ وہ جواب سننے کے لائق ہے۔ اُس سے برہمہ کی بہت اچھی تشریح ہوتی ہے۔ تو اس کو سُن۔ نچکیتا کو یم نے تین بر دینے کو کہے تھے۔ اُس نے ایک وَر میں اپنے باپ کی مغفرت مانگی۔ دوسرے میں یگیہ کے دستے

میں دریافت کیا۔ تیسرا سوال اُس کا برہمہ کا تھا۔ یم نے لڑکے کو اس سوال سے باز رکھنا چاہا۔ مگر وہ باز نہ رہ سکا۔ تب یم نے سلسلہ کے ساتھ اس کو جواب دیا۔ اور وہ اس طرح ہے:۔

تیسری ولّی

(۳) تو سمجھ آتما سواری کرنے والا ہے۔ جسم رتھ ہے۔ بدّھی کو رتھ ہانکنے والا جان۔ اور پھر من کو لگام کی طرح (سمجھ) +

(۴) وہ کہتے ہیں اندریاں گھوڑے ہیں۔ اور ان کے بھوگ کی چیزیں سڑک ہیں۔ جسم۔ اندریہ اور من کے ساتھ ملا ہوا (آتما) بھوگنے والا ہے۔ گیانی ایسا کہتے ہیں +

(۵) جو گیان والا نہیں ہے (اس نے) لگام کو نہیں لگایا۔ اندریوں کو رتھ کے خراب گھوڑوں کی طرح بس میں نہیں کر رکھا ہے +

(۶) لیکن جو گیان والا ہے۔ من کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ اس کی اندریاں بس میں ہوتی ہیں۔ جیسے اچھے گھوڑے کوچوان کے اختیار میں ہوتے ہیں +

(۷) جو گیان والا نہیں ہے۔ اور جو من والا نہیں ہے۔ ہمیشہ ناپاک۔ وہ جگہ (منزل مقصود) کو نہیں پاتا (بلکہ) سنسار میں لوٹ آتا ہے +

(۸) لیکن جو گیان والا اور من والا ہے۔ ہمیشہ پاک رہتا ہے۔ جگہ (منزل مقصود) کو پا لیتا ہے۔ اور وہاں سے پھر جنم نہیں لیتا +

(۹) لیکن وہ شخص جس کا سارتھی عقلمند ہے (اور) جس کے من کی لگام خوب لگی ہوئی ہے۔ وہ منزل مقصود کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو وشنو کی سب سے اونچی جگہ ہے +

(۱۰) اندریوں سے ان کے بھوگ (کی چیزوں) سے من اونچا ہے۔ من سے

بدّھی اونچی ہے ۔ بدّھی سے مہا آتما اونچا ہے +

(۱۱) مہت سے اونچی پرکرتی ہے ۔ پرکرتی سے اونچا پرش ہے ۔ پُرش سے اونچا کچھ نہیں ہے ۔ وہ حد ہے وہ سب سے اونچی منزل مقصود ہے +

(۱۲) تمام بھوتوں کا چھپا ہوا جوہر ہونے سے یہ آتما باہر پر کاشمان نہیں ہوتا لیکن بہ باریک بین آدمیوں کے سوکشم بدّھی سے دیکھا جاتا ہے +

(۱۳) عقلمند کو چاہئے کہ من اور زبان کو روکے اور اُن کو گیان آتما (بدّھی) میں روکے ۔ اور بدّھی کو آتما میں روکے ۔ اور اس (آتما) کو بھی اس شانت آتما میں روکے +

(۱۴) اُٹھو ۔ جاگو ۔ بڑے گوروؤں کے پاس جاؤ اور سمجھو ۔ استرے کی تیز دھار پر چلنا مشکل ہے ۔ اس طرح عقلمند اس راہ کو دشوار بتاتے ہیں +

(۱۵) جو بغیر شبد ۔ بغیر سپرش ۔ بغیر روپ ۔ کبھی نہ گھٹنے والے ۔ بغیر ذائقہ کے ہے ۔ دائمی ہے ۔ بغیر گندھ کے ہے ۔ انادی اور اننت ہے ۔ اونچی (بدّھی) سے اونچا ۔ اٹل ۔ جس نے اس (برہم کو ایسا) سمجھ لیا ہے ۔ وہ موت کے مُنہ سے چھوٹ جاتا ہے +

دوسری منجری

چوتھی وَلّی

(۱) ۔ (یم کہتا ہے) سویمبھو نے اندریوں کو آگے (باہر) کو چھیدا ۔ اس لئے آدمی باہری چیزوں کو دیکھتا ہے ۔ انتر آتما کو نہیں ۔ گیانی آنکھوں کو بند کر کے (باہری ونفسانی چیزوں سے) اور امرت کی خواہش سے آتما کو دیکھا جو پیچھے ہے +

(۲) نادان باہری چیزوں کی طرف جاتے ہیں ۔ اور وہ موت کے جال میں

پہنتے ہیں - جو سب جگہ پھیلا ہوا ہے - اس لئے عقلمند جو امرت کو جانتے ہیں - ان عارضی چیزوں میں سے کسی کو نہیں مانگتے +

(۳) جس (کی مدد) سے انسان - روپ - رس گندھ - سپرش سے (جانتا ہے) کہ سب کے پیچھے کون ہے - یہ وہی (برہم) ہے - (جس کی نسبت تو نے سوال کیا ہے) +

(۴) جس (کی مدد) سے سوپن اور جاگرت کو دیکھتا ہے - گیانی اس مہان آتما کو جان کر دُکھ سے پار ہو جاتا ہے +

(۵) جو شخص آتما کو پھل کا کھانے والا جان لیتا ہے - جو ہمیشہ نزدیک ہے - گزشتہ - آئندہ اور موجودہ زمانہ کا مالک ہے - تب وہ اس کو چھپانے کی کوشش نہیں کرتا - یہ وہ (آتما) ہے +

(۶) - (جو کوئی جانتا ہے) کہ جو تپ سے ابتدا میں پیدا ہوا ہے - جو جلوں سے پہلے پیدا ہوا - جو (ہردے کی) گپھا میں داخل ہوا ہے - اور جو مہا بھوتوں کے اس میں رہتا ہے - یہ وہ ہے +

(۷) - جو کوئی ادیتی کو (جانتا ہے) جو دیوتا مئی ہے - جو پران سے پیدا ہوئی جو گپھا میں داخل ہو کر اس میں رہتی ہے - اور جو مہا بھوتوں کے ساتھ مختلف شکلوں سے رہتی ہے - یہ وہ ہے +

(۸) اگنی جو دو اربنوں میں چھپا ہوا ہے - سب کا جاننے والا ہے - جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ چھپا رہتا ہے - وہ بھی اچھی طرح چھپا رہتا ہے - اور روزانہ ان آدمیوں سے پوجا جاتا ہے - جو جاگتے ہیں - اور ہوئی والے ہیں یہ وہ ہے +

(۹) جس سے سورج طلوع ہوتا ہے - جس میں غروب ہوتا ہے - تمام دیو اس پر اپروئے ہوئے ہیں - اس سے کوئی علیحدہ نہیں ہے - یہ وہ ہے +

(۱۰) جو یہاں ہے۔ وہی وہاں ہے۔ اور جو وہاں ہے وہی پھر یہاں ہے جو یہاں بھید دیکھتا ہے۔ وہ موت کو پاتا ہے +

(۱۱) من سے ہی اس (برمھ) کو پانا چاہئے۔ اور تب اس میں کوئی بھید نہیں ہے۔ جو شخص ذرا بھی یہاں بھید دیکھتا ہے۔ وہ موت سے موت میں داخل ہوتا ہے +

(۱۲) پُرش انگوٹھے کے ماپ کا جو جسم کے درمیان ٹھہرتا ہے۔ گذشتہ آیندہ (اور موجودہ زمانہ کا) مالک تب وہ اس گیان کو پاکر اس سے منہ نہیں پھیرتا ہے۔ وہ یہ ہے +

(۱۳) انگوٹھے کے ماپ کا پُرش اس نور کی طرح ہے جسمیں دھواں نہیں ہے۔ گزشتہ۔ آیندہ (اور موجودہ زمانہ کا) مالک ہے۔ وہی آج ہے۔ وہی کل ہے۔ وہ یہ ہے +

(۱۴) جیسے (پہاڑ کے) چوٹی پر برسا ہُوا پانی پہاڑوں کے ہر طرف دوڑتا ہے۔ اسی طرح دھرموں کو الگ دیکھتا ہُوا (آدمی) بھرم کے پیچھے دوڑتا ہے +

(۱۵) جیسے صاف زمین پر صاف پانی ڈالا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح اے گوتم! ایک مُنی کا آتما ہوتا ہے (وہ) جو اس کو جانتا ہے +

تیسری منجری

پانچویں وّلی

(۱)۔ (جسم مثل) ایک شہر کے ہے۔ جس میں (آتما کے) گیارہ پھاٹک ہیں اس (آتما) کا جنم نہیں ہوتا۔ اور جو سچا گیان والا ہے۔ جو اس (پر برہم) کو پوجتا ہے (وہ گیانی) رنج نہیں کرتا۔ اور (اگیان وغیرہ سے) چھوٹ کر وہ موکش ہو جاتا

ہے۔وہ یہ ہے +

(۲)۔وہ (برہم) سورج ہے۔ روشن دیولوک [illegible] میں رہنے والا وہ وسو (وایو) ہے۔ انترکش میں رہنے والا۔ وہ ہوتا (اگنی) ہے ویدی میں رہنے والا وہ سوم (اتیتھی) ہے۔ کلسے (پانی کا گھڑا) میں رہنے والا۔ وہ آدمیوں میں رہتا ہے۔ وہ سچائی میں رہتا ہے۔ وہ آکاش میں رہتا ہے۔ وہ پانی میں پرگٹ ہوتا ہے۔ پرتھوی میں پرگٹ ہوتا ہے۔ یگیہ میں پرگٹ ہوتا ہے۔ پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ سچا ہے۔ اور بڑا ہے +

(۳) وہ باوتا ہے۔ جو سط (دل میں) بیٹھا ہوا ہے۔ جو پران کو اوپر اُٹھاتا ہے اور اپان کو پیچھے پھینکتا ہے۔ تمام دیوتا (اندریاں) اس کو پوجتے ہیں +

(۴) جب جسم میں رہنے والا یہ آتما کوچ کر جاتا ہے اور اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ تب کیا باقی رہتا ہے؟ یہ وہ ہے +

(۵) سانس لینے سے۔ سانس کھینچنے سے کوئی آدمی زندہ نہیں رہ سکتا جس سے زندہ رہتے ہیں۔ وہ کوئی اور چیز ہے۔ جس کا یہ دونوں (پران۔ اپان) سہارا لئے ہوئے ہیں +

(۶) اے گوتم! اب میں تجھ کو یہ راز بتاؤنگا۔ برمھ قدیم اور یہ کہ کس طرح (اس کے گیان کے بغیر) (گیانی) مرکر (بار بار) جنم لیتے ہیں +

(۷) کچھ دنوں تو (ماں کے) پیٹ میں جسم پانے کے لئے رہتے ہیں دوسرے درختوں کے تنوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اپنے کرم کے موافق۔ اور اپنے گیان کے موافق +

(۸) جب ہم سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ پرم پرش جاگتا ہے۔ ایک نظارہ کے بعد دوسرا پیدا کرتا ہے۔ وہ روشن ہے۔ برمھ ہے۔ وہی لافانی

کہلاتا ہے - اس میں سارے لوگ سہارا لیئے ہوئے ہیں - اور اس سے الگ کوئی نہیں ہو سکتا - یہ وہ ہے +

(۹) جس طرح ایک اگنی دنیا میں داخل ہو کر ہر ایک روپ کا بن گیا ہے اسی طرح ایک آتما جو سب بھوتوں کے اندر ہے - سب کی صورت کا ہے اور باہر بھی ہے +

(۱۰) جیسے ہوا تمام دنیا میں داخل ہو کر سب کے روپ کا بن گئی ہے. اسی طرح ایک آتما جو سب بھوتوں کے اندر ہے - ہر ایک شکل میں شکل والا ہے اور باہر بھی موجود ہے +

(۱۱) جیسے سورج تمام دنیا کی آنکھ ہو کر بھی آنکھ کے باہری عیبوں سے ناقص نہیں ہوتا - اسی طرح ایک آتما سب بھوتوں کا انتر آتما بن کر بھی سنسار کے دکھ سے ملوّث نہیں ہوتا - (وہ) باہر (بھی) ہے +

(۱۲) سب پر حکومت کرنے والا - سب کا انتر آتما - جو اپنے آپ کو (پرکرتی کے) مختلف شکلوں والا بنا لیتا ہے - ایک ہے - گیانی جو اس کو اپنے اندر رہنے والا جان لیتے ہیں - دائمی آنند کو پا جاتے ہیں - دوسرے (یہ سکھ) نہیں پاتے

(۱۳) آنتوں میں نت چیتن کا چیتن - اکیلا جو بہتیروں کی تمناؤں کو پورا کرتا ہے - اس کو جو گیانی اپنے اندر رہنے والا جانتے ہیں - ان کو ہمیشہ کی شانتی (ملتی) ہے - دوسروں کو نہیں (ملتی) +

(۱۴) - (گیانی) اس پرم آنند کا انبھو کرتے ہیں - جس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا - کہ وہ یہ ہے - تب میں کیسے اس کو جان سکتا ہوں؟ وہ خود بخود پرکاشمان ہے - یا دوسرے سے پرکاش پاتا ہے +

(۱۵) نہ وہاں سورج چمکتا ہے - نہ چندرماں - نہ تارے - نہ بجلی چمکتی

ہے۔ یہ اگنی (بیچار! کہاں (رہتا ہے؟) اسی کے پرکاش کرنے سے سب پرکاش والے ہوتے ہیں۔ اسی کے پرکاش سے سب پرکاش والے ہوتے ہیں +

چوتھی منجری

چھٹویں وّلی

(۱) یہ ایک قدیم پیپل کا درخت ہے۔ جس کی جڑیں اوپر کی طرف ہیں اور شاخیں نیچے کی طرف ہیں۔ وہی روشن کہلاتا ہے۔ وہ برھم کہلاتا ہے وہی امرت کہلاتا ہے۔ سارے لوک اس میں سہارا لئے ہوئے ہیں کوئی اس سے الگ نہیں ہے۔ وہ یہ ہے +

(۲) جو کچھ بھی تمام سنسار (برھم سے) نکلا ہوا پران (برھم) میں کانپتا ہے وہ برھم ہے۔ وہ (برھم) بڑا خوف ہے۔ مثل اونچے اٹھے ہوئے بجر کے۔ جو اس کو جانتے ہیں۔ امرت ہو جاتے ہیں +

(۳) اس کے خوف سے آگ تپتی ہے۔ خوف سے سورج تپتا ہے۔ خوف سے اندر اور وایو اور موت جو پانچواں ہے۔ ڈرتا ہے +

(۴) اگر کوئی اس انسانی جسم کے گرنے سے پہلے اس کو نہیں جان لیتا تب وہ سرشٹی کے ان لوکوں میں پھر جسم دھارن کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے +

(۵) جیسے آئینہ میں (عکس دکھائی دیتا ہے) ویسے ہی اس جسم میں (دکھائی دیتا ہے) اور جیسے حالت خواب میں ویسے ہی پتری لوک میں جیسے جلوں میں ویسے ہی گندھرب لوک میں دکھائی دیتا ہے۔ جیسے دھوپ اور

سایہ میں ویسے ہی برہم لوک میں دکھائی دیتا ہے +

(۶) اندریوں کی مختلف حالتوں کو جو (من سے) یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کے اودے اور است ہونے کو گیانی رنج نہیں کرتے +

(۷) اندریوں سے اونچا من ہے۔ من سے بہتر اور اونچی بدھی ہے اور بدھی سے اونچی مہا آتما۔ جہاں آتما سے اونچی اویکت (پرکرتی) ہے +

(۸) اس پرکرتی سے اونچا اور بہتر پرش ہے۔ جو سب میں ویاپک ہے جس کا کوئی نشان نہیں۔ جس کو جان کر انسان مکت ہو جاتا ہے۔ اور لافانیت کو پاتا ہے +

(۹) اس کی شکل دیکھنے کے لئے نہیں ہے۔ نہ کوئی شخص آنکھ سے اس کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ ہردے سے بدھی سے من سے پرکاشت ہوتا ہے جو اس کو جانتے ہیں۔ وہ امرت ہو جاتے ہیں +

(۱۰) جب پانچوں گیان اندریہ من کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بدھی بھی حرکت نہیں کرتی ہے۔ اس کو سب سے اونچی حالت بتاتے ہیں +

(۱۱) جو اندریوں کی غیر متحرک حالت ہے۔ اسی کو یکسوئی (یوگ) کہتے ہیں اس وقت وہ (یوگی) سستی سے دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یوگ میں ترقی اور تنزلی (کا خوف لگا رہتا) ہے +

(۱۲) وہ (آتما) اگر نہ بانی سے نہ من سے نہ آنکھ سے مل سکتا ہے۔ تو وہ ہے۔ ایسے کہنے والے کے سوا اور کون اس کو دیکھ سکتا ہے +

(۱۳) وہ ہے۔ اس شکل سے اور تتو کے روپ سے اس کو دیکھنا چاہئے جب وہ ہے اس کو انبھو کر لیا ہے۔ تب اس کا تتو روپ صاف ہو جاتا ہے +

(۱۴) جب تمام آرزوئیں جو اس کے من میں رہتی ہیں۔ چھوٹ جاتی ہیں۔ تب مرنے والا (فانی انسان) امرت بن جاتا ہے۔ یہاں (اس حالت میں) وہ برہم کو پالیتا ہے +

(۱۵) جب دل کی تمام گرہیں (گانٹھ) یہاں کھل جاتی ہیں۔ تب مرنے والا (انسان) امرت بن جاتا ہے۔ صرف اتنی ہی تعلیم ہے +

(۱۶) من میں ایک سو ایک ناڑیاں ہیں۔ ان میں سے ایک (سُشمنا) کا منہ اوپر (دماغ) کی طرف نکلا ہے۔ اس سے اوپر چڑھتا ہوا انسان (مرنے کے بعد) امر ہو جاتا ہے۔ دوسرے (ننلو) ناڑیوں سے نکلنے میں اس کی مختلف راہ ہوتی ہیں +

(۱۷) انگوٹھے کے ماپ کا پُرش ہمیشہ انسان کے دل میں رہتا ہے اس کو اپنے جسم سے اطمینان (استقلال) کے ساتھ نکالے۔ جیسے تیلی سے مونج نکالتے ہیں۔ اس کو آدمی جان لے چمکتا ہوا برہم ہے۔ چمکتا ہُوا برہم ہے +

(۱۸) نچکیتا (اس طرح) یم سے بتائی ہوئی (برہم) ودیا اور یوگ کے تمام مدارج کو جان کر برہم کو پراپت ہُوا۔ اور غبار سے و موت سے آزاد ہو گیا اور وہ شخص بھی جو علم روحانی کو اس طرح جانتا ہے۔ برہم کو پاکر (غبار اور موت سے آزاد ہو جاتا ہے +
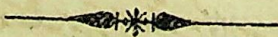
ساتویں شاکھا

چھاندوگیہ اُپنشد

پہلی منجری

سوال۔ برہمہ کیا ہے؟ +

جواب۔ جو سب کا آدھار بنا ہوا سب میں لین رہے۔ جو سب کے علیحدہ ہونے سے بگڑ نہ سکے۔ بلکہ جس کے علیحدہ ہونے سے کچھ بھی نہ رہے وہ برہمہ ہے۔ یہ جو تیرا شریر ہے۔ اس میں ہاتھ پاؤں ناک۔ کان۔ روم گوشت۔ پوست سب آتما میں ایک دوسرے کے ساتھ گتھے ہوئے ہیں۔ اِن کا گتھنا ویسا ہی ہے۔ جیسے پہئے کے ارّے نابھی میں گتھے رہتے ہیں۔ شریر سے آتما کو پرتھک ہونے دو۔ پھر کیا رہتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ پہئے کی نابھی کو ذرا خراب ہو جانے دو۔ پھر سارے ارّے تتّر بتّر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ برہمہ ہے۔ اور سب اس کے آشرے رہتے ہیں۔ ایک دودھ ہے۔ اُس سے دہی۔ مٹھا۔ ربڑی۔ ملائی۔ کھویا سب کچھ بنا ہے۔ ان تمام چیزوں میں سے دودھ پنا کے جوہر کو کھینچ لو۔ پھر دیکھو کیا رہا؟ کچھ بھی نہیں۔ خواہ سونے سے ہزاروں قسم کے زیور۔ برتن۔ آرائش اور نمائش کی چیزیں بنتی ہیں۔ یہ سب سونے کے آدھار پر ہیں۔ اور سونا اُن سب میں محیط ہے۔ ذرا اس سونے کو اُن سب میں سے الگ کر لو۔ پھر دیکھو کون زیور ہے جو موجود رہتا ہے۔ اسی طرح یہ برہمہ ہے۔ برہمہ سے برہمہ میں یہ جگت بنتا ہے

برہم کے آدھار پر ہے۔ اور اُسی کے سہارے رہتا ہے۔ برہم نہ ہو تو نہ جگت ہو۔ نہ جگت کا بیوہار ہو +

جہاں وچار کرتے ہوئے بدّھی ٹک جاتی ہے۔ جس کے آگے بدّھی نہیں چل سکتی۔ وہ برہم ہے +

چھاندوگیہ اُپنشد آٹھواں پرپاٹھک

کھنڈے تا ۱۲

ساتواں کھنڈ۔(۱) وہ[۱] وہاں بتّیس برس برہمچاری بن کر رہے۔ تب پرجاپتی نے ان کو کہا "تم دونوں کس غرض سے یہاں رہتے ہو"؟ ان دونوں نے جواب دیا "آپ کے ان لفظوں کا دنیا میں ڈھنڈورہ پھر رہا ہے کہ آتما جو پاپ سے الگ ہے۔ بڑھاپا اور موت سے الگ ہے۔ رنج بھوک اور پیاس سے الگ ہے۔ سچی آرزوؤں والا ہے۔ اور سچے سنکلپوں والا ہے۔ اس کی تحقیقات کرنی چاہئے۔ اس کی تلاش کرنی چاہئے۔ وہ جو اس آتما کو ڈھونڈھ کر جان لیتا ہے۔ وہ تمام لوکوں اور آرزوؤں کو جیت لیتا ہے۔ پس ہم دونوں اس (آتما) کو چاہتے ہوئے آپ کے پاس آ کر رہتے ہیں +

(۲) پرجاپتی نے کہا۔ جو آنکھ میں پُرش نظر آتا ہے۔ یہ وہ آتما ہے۔ یہ وہ ہے جو میں نے کہا تھا۔ یہ امرت ہے۔ یہ ابھے ہے۔ یہ برھم ہے۔ (انہوں نے پوچھا) بھگون! یہ جو پانی اور شیشہ میں نظر آتا ہے کون ہے؟ اس نے کہا۔ یہ ہی ان میں نظر آتا ہے +

آٹھواں کھنڈ۔(۱) پانی کے پیالہ میں تم دونوں اپنے آتما (آپ) کو دیکھو۔ اور جو کچھ آتما کا نہیں سمجھتے وہ مجھ کو بتاؤ۔ انہوں نے پانی کے پیالہ میں دیکھا۔ تب پرجاپتی نے ان سے پوچھا۔ کیا تم دیکھتے ہو۔ انہوں نے

[۱] وروچن اور اندر

کہا۔ بھگون ہم پورا آتما کو دیکھ رہے ہیں۔ ناخن سے لیکر روم تک اپنے پورے سایہ کو +

(۲) پرجاپتی نے ان کو کہا۔ اچھے زیور اور لباس پہن کر۔ نہا دھو کر پھر پانی کے پیالہ میں دیکھو۔ دونوں نے اچھے زیور اور لباس پہن کر نہا دھو کر دیکھا۔ پرجاپتی نے پوچھا۔ کیا دیکھتے ہو؟ +

(۳) انہوں نے جواب دیا۔ "بھگون! جیسے اچھے زیور و لباس ہم پہنے ہوئے ہیں اور نہائے دھوئے ہیں"۔ پرجاپتی نے کہا۔ "یہ آتما ہے یہ امرت ہے۔ یہ ابھے ہے یہ برمھ ہے۔ تب وہ دونوں خوش ہو کر چلے گئے +

(۴) ان کو دیکھ کر پرجاپتی نے کہا۔ "یہ دونوں آتما کے جاننے اور ڈھونڈے بغیر جاتے ہیں۔ ان دونوں میں سے جو کوئی دیوتا یا راکشس اس اُپنشد کو (کہ شریر آتما ہے) سمجھیں گے۔ وہ برباد جائیں گے +

(۵) اب ویروچن، تو خوش ہو کر اسی طرح راکشسوں کے پاس گیا۔ اور ان کو اُپنشد اُپدیش کی۔ کہ یہ آتما (جسم ہی) پوجا کے قابل ہے۔ اور آتما (دیہہ ہی) سیوا کے قابل ہے۔ اور وہ جو یہاں آتما (دیہہ) کو پوجتا ہے اور آتما (دیہہ) کی سیوا کرتا ہے۔ وہ لوک اور پرلوک دونوں کو پاتا ہے +

(۶) اس لئے اب بھی جو یہاں نہ دان دیتا ہے۔ نہ شردھا رکھتا ہے نہ یگیہ کرتا ہے۔ اس کو لوگ کہتے ہیں۔ یہ راکشس ہے۔ کیونکہ راکشسوں کی اُپنشد۔ (یہ آتما سدھانت) ہے۔ وہ مُردہ جسم کو خوشبو۔ مالا وغیرہ سے لباس اور زیور وغیرہ سے آراستہ کرتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں کہ اسطرح ہم اس لوک کو جاتے ہیں +

نواں کھنڈ۔ (۱) مگر اندر نے دیوتاؤں کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی

سوچا۔ جب شریر زیور و لباس پہنتا ہے اچھا لگتا ہے ۔ (اس کے زیور لباس پہننے سے) سایہ بھی اچھا لگتا ہے۔ یہ بھی شریر کے صاف ہونے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح جسم کے اندھا ہونے سے یہ بھی اندھا ہو جاتا ہے کانا ہونے سے کانا ہو جاتا ہے۔ لولا لنگڑا ہونے سے لولا لنگڑا ہو جاتا ہے پس مجھ کو اس سدھانت میں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی +

(۲)۔ (وہ شاگرد کے طور پر) یگیہ کی لکڑی لیکر پھر پرجاپتی کے پاس گیا۔ پرجاپتی نے اُس سے پوچھا اندر! تم تو شانت ہو کر ورچن کے ساتھ چلے گئے تھے پھر کس غرض سے واپس آئے ہو +

(۳)۔ اس نے کہا" بھگون! جس طرح پر یہ سایہ شریر کے زیور و لباس پہنانے سے زیور و لباس والا ہوتا ہے۔ اس کے صاف ہونے سے وہ صاف دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح اس قسم کے اندھے ہونے پر وہ اندھا۔ کانا ہونے پر کانا۔ لولا۔ لنگڑا ہونے پر لولا۔ لنگڑا اور شریر کے ناش ہونے پر یہ بھی ناش ہو جاتا ہے۔ اس (سدھانت) میں کوئی بھلائی نہیں نظر آتی" +

(۴) اس نے جواب دیا" اندر! بیشک ایسا ہی ہے (سایہ آتما نہیں ہے) مگر میں تجھ کو پھر اسی (اصلی آتما) کا اُپدیش کرونگا۔ مگر چونکہ تمہارے من میں کثافت ہے) بتیس برس اور برہمچاری ہوکر یہاں رہو" اس نے بتیس برس اُس کے پاس رہکر (برہمچریہ پالن کیا) تب پرجاپتی نے کہا:۔

وسواں کھنڈ۔ (۱) یہ جو سوپن میں اپنی مہما کو سمجھتا ہوا وچرتا ہے یہ آتما ہے یہ امرت ہے۔ یہ ابھے ہے۔ یہ برہم ہے"! تب اندر مطمئن ہوکر چلا گیا۔ لیکن دیوتاؤں کے پاس پہنچنے سے پہلے اس کو خوف ہوا (اس نے سوچا) سچ مچ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اگر یہ جسم اندھا ہو جائے تو (سوپن کا

دیکھنے والا) اندھا نہیں ہوتا۔ اگر یہ کانا ہو تو وہ کانا نہیں ہوتا۔ نہ اس کے عیب سے وہ عیب والا ہوتا ہے +

(۲) نہ اس کے مارے جانے سے وہ مرتا ہے۔ نہ اس کے کانا ہونے سے وہ کانا ہوتا ہے۔ تب بھی یہ سمجھتا ہے۔ مارتے ہیں۔ لوگ اس کا پیچھا کرتے ہیں۔ یہ رنج مانتا ہے۔ روتا ہے۔ اس لئے مجھ کو اس سدھانت میں کوئی بھلائی نہیں نظر آتی +

(۳) وہ سمدھا ہاتھ میں لئے ہوئے پھر واپس آیا۔ پرجاپتی نے کہا۔ اندر! تم تو مطمئن ہو کر چلے گئے تھے۔ کس غرض سے یہاں آئے ہو۔ اس نے کہا بھگون! اگر یہ سچ ہے کہ یہ شریر اندھا ہو جائے تو وہ اندھا نہ ہوگا۔ یہ کانا ہو جائے تو وہ کانا نہ ہوگا۔ پھر بھی یہ سمجھتا ہے۔ مارتے ہیں۔ بھگاتے ہیں۔ یہ رنج مانتا ہے۔ روتا ہے بس میں اس میں کوئی بھلائی نہیں دیکھتا۔ پرجاپتی نے کہا۔ اندر! بیشک بات یہی ہے میں اس کی نسبت پھر تجھ کو اپدیش دونگا۔ بتیس برس اور میرے پاس رہ کر برہمچریہ کا سیون کر۔ اس نے بتیس برس ایسا ہی کیا۔ تب پرجاپتی نے اپدیش دیا +

گیارھواں کھنڈ۔ (۱) جب یہ سویا ہوا آرام کرتا ہے۔ پرسن ہے سوپن کو نہیں دیکھتا۔ یہ آتما ہے۔ یہ امرت ہے۔ ابھے ہے۔ برہمہ ہے۔ تب اندر مطمئن ہو کر چلا گیا۔ مگر دیوتاؤں کے پاس پہنچنے سے پہلے اس کو خوف معلوم ہوا۔ (اس نے سوچا) کہ (سوشپتی کال کا آتما) اپنے آپ کو بھی اچھی طرح نہیں جانتا۔ کہ میں یہ ہوں۔ اور نہ ان عنصروں (بھوتوں کو جانتا ہے)۔ (جیسا کہ جاگرت اور سوپن میں جانتا ہے) گویا موت میں لین ہوتا ہے میں اس میں کوئی بھلائی نہیں دیکھتا +

(۱۳) پرجاپتی نے جواب دیا۔ بیشک اندر یہ ایسا ہی ہے۔ میں اس کی نسبت تجھ کو پھر اُپدیش کروں گا۔ اس سے مختلف وہ نہیں ہے۔ پانچ برس اور یہاں قیام کر۔ اس نے پانچ برس اور قیام کیا۔ یہ ایک سو ایک برس ہوئے (۳۲+۳۲+۳۲+۵ = ۱۰۱) پورے ایک سو ایک برس برہمچاری رہنے پر پرجاپتی نے اس کو جواب دیا +

بارھواں کھنڈ۔ (۱) اندر! یہ جسم مرنے والا ہے۔ جس کو موت نے پکڑ رکھا ہے۔ یہ اس لافانی۔ اور بغیر جسم والے آتما کے رہنے کی جگہ ہے۔ جب تک یہ شریر کے ساتھ ایک ہو رہا ہے۔ اس کو دُکھ سُکھ ہوتا ہے جب تک یہ جسم ہے دُکھ سُکھ کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ مگر جب یہ بغیر جسم کا ہوتا ہے۔ تب اس کو دُکھ سُکھ نہیں ہوتا +

(۲) بغیر جسم کے ہیں۔ ہوا۔ بادل۔ بجلی۔ گرج۔ یہ بغیر جسم کے ہیں۔ جیسے یہ اس آکاش سے اُٹھ کر پرم پرکاش کو پاکر اپنے اصلی روپ سے پرگٹ ہوتے ہیں +

(۳) اسی طرح یہ شُدھ ہوا ہوا آتما اس شریر سے اُٹھ کر پرم پرکاش کو پاکر اپنے اصلی روپ سے پرگٹ ہوتا ہے۔ یہ اتم پرش ہے۔ یہ اس جسم کو جس میں پیدا ہوا تھا یاد کرتے ہوئے ستریوں کے ساتھ بھوگ تلاش کرتے ہوئے ہنستے کھیلتے اور آنند لیتے ہوئے وچرتا ہے۔ جیسے گھوڑا رتھ میں جوڑا رہتا ہے اسی طرح اس جسم میں یہ پران جڑا ہُوا ہے +

(۴) جہاں آکاش میں آنکھ جڑی ہوئی ہے۔ وہاں وہ آنکھ کا پرش ہے آنکھ اس کے دیکھنے کے لئے ہے۔ اور جو یہ جانتا ہے کہ میں اس کو سونگھوں وہ آتما ہے۔ ناک بو محسوس کرنے کی اندری ہے۔ اور جو یہ جانتا ہے کہ میں سونگھوں وہ آتما ہے۔ بانی بولنے کی اندری اور جو یہ جانتا ہے کہ میں بولوں

وہ آتما ہے۔ کان سننے کی اندری ہے۔ اور جو یہ جانتا ہے کہ میں سنوں وہ آتما ہے +

(۵) جو یہ جانتا ہے کہ میں خیال کروں وہ آتما ہے۔ من اس کا دیبہ درشٹی ہے۔ وہ اس دیوی۔ آنکھ روپی من سے ان آرزوں کو دیکھتا ہوا آنند بھوگتا ہے +

(۶) جو یہ برہم لوک میں ہے۔ دیوتا اس کی اپاسنا کرتے ہیں۔ اس لئے تمام لوک اور تمام آرزوئیں ان کے بس میں ہیں۔ وہ جو اس آتما کو ڈھونڈھ کر جان لیتا ہے۔ وہ تمام لوکوں اور تمام آرزوؤں کو پاتا ہے۔ یہ پرجاپتی نے کہا ہاں پرجاپتی نے کہا +

تیرھواں کھنڈ۔ (۱) میں کالے (ہردے میں رہنے والا برہم) سے شبل (برہم) کو پراپت ہوتا ہوں۔ شبل سے شیام کو پراپت ہوتا ہوں جس طرح گھوڑا اپنے بالوں کو جھاڑتا ہے۔ اس طرح پاپ کو جھاڑ کر۔ چندر جیسے راہو کے منہ سے چھوٹتا ہے۔ اسی طرح آزاد ہو کر اس شریر کو جھاڑ کر کرتارتھ ہو کر اب میں شدھ ہو کر برہم لوک کو پراپت ہوتا ہوں۔ ہاں پراپت ہوتا ہوں +

چودھواں کھنڈ۔ (۱) آکاش تمام نام اور روپ کا دھارن کرنے والا ہے۔ وہ دونوں (نام اور روپ) جس کے درمیان ہے۔ وہ برہم ہے وہ امرت ہے۔ وہ آتما ہے۔ میں پرجاپتی کے دربار کو۔ محل کو پراپت کرتا ہوں میں براہمنوں میں یش روپ ہوتا ہوں۔ کشتریوں میں یش روپ اور ویشیوں میں یش روپ ہوتا ہوں۔ میں نے اس یش کو پالیا۔ میں یشوں کا یش ہے من اس شویت (سفید) کو جس کو کوئی دانت نہیں۔ پھر بھی کھانے والا ہے ایسے شویت گھر کو نہ پراپت ہوؤں۔ ہاں اس گھر کو پراپت نہ ہوؤں +

دوسری منجری

ساتواں پرپاٹھک

کھنڈ ۱ تا ۲۶

پہلا کھنڈ - (۱) نارد سنت کمار کے پاس آیا - اور کہنے لگا " بھگون! مجھ کو اُپدیش دو" سنت کمار نے کہا " جو کچھ تم جانتے ہو - وہ مجھ کو سنا دو - تب میں اس کے آگے تم کو بتلاؤں گا" +

(۲) نارد نے کہا - بھگون! میں نے رگ وید - یجروید - سام وید - چوتھا اتھرون وید - اتہاس - پوران - دیا کرن - کرم - راشی - دَیو - ندھی - واکو واکیہ - اکاین - دیو ودیا - برھم ودیا - بھوت ودیا - کشتر ودیا - نکشتر ودیا - سرپ دیوجن ودیا - یہ سب میں نے پڑھا ہے +

(۳) بھگون! میں صرف منتروں کو جانتا ہوں - آتما کو نہیں جانتا - میں نے سن رکھا ہے - آپ ایسے مہاتماؤں سے ہیں - جن سے جو دنیا کے ستائے ہوئے ہیں - لوگ دکھ سے پار ہو جاتے ہیں - بھگون! مجھ کو بھی آپ دکھ سے پار کریں سنت کمار نے کہا " تم نے جو کچھ پڑھا ہے - یہ صرف 'نام' ہے " +

(۴) " نام ہی رگ وید - یجروید - سام وید - اتھرون وید - پانچواں اتہاس پوران - ویدوں کا وید - پتریہ - راشی - دیو - ندھی - واکو واکیہ - اکاین دیوودیا - برھم ودیا - بھوت ودیا - کشتر ودیا - نکشتر ودیا - سرپ اور دیوجن کی ودیا - یہ سب نام ہی ہے - نام ہی کی تم اُپاسنا کرو +

(۵) وہ جو نام کی برھم کے طور پر اُپاسنا کرتا ہے - جہاں تک نام کی سمجھ ہے - وہاں تک اس کی خواہش کے موافق ہوتا ہے - جو نام کی برھم کی

طرح اُپاسنا کرتا ہے" (ناردو نے پوچھا) بھگون! کیا نام سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ (سنت کمار نے کہا) ہاں نام سے بڑھ کر ہے (ناردو نے کہا) بھگون! وہ مجھ کو بتائیے +

دوسرا کھنڈ - (۱) بانی نام سے بھی بڑھ کر ہے - یہ بانی ہے - جو ان سب کو پورا پورا بتاتی ہے - رگ وید - یجر وید - سام وید - چوتھا اتھرون وید پانچواں اتہاس پوران - ویدوں کا وید - پتر یہ - راشی - دیو - ندھی - واکو واکیہ - ایکائن - دیو ودیا - برمھ ودیا - بھوت ودیا - کشتر ودیا - نکشتر ودیا - سرپ و دیو جن کی ودیا - دیو لوک - پرتھوی - وایو - آکاش - جل اور تیج دیوتا اور آدمی - حیوان و پرند - گھاس و نباتات - گوشت کھانے والے جانور کیڑے - مکوڑے چیونٹی - دھرم اور ادھرم - سچ اور جھوٹ - بھلا اور بُرا پیار اور نفرت - اگر بانی نہ ہوتی تو نہ دھرم جانا جاتا نہ ادھرم - نہ سچ نہ جھوٹ نہ بُرا نہ بھلا - نہ پیار نہ نفرت - بانی ہی سب کچھ برمھ کو سب کچھ سمجھاتی ہے - بانی کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو بانی کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے - اس کے لئے جہاں تک بانی کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کی خواہش کے موافق کام ہوتا ہے - جو بانی کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے" (ناردو نے پوچھا) بھگون! بانی سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ (سنت کمار نے کہا) ہاں بانی سے بڑھ کر ہے (ناردو بولے) بھگون! وہ مجھ کو بتائیں +

تیسرا کھنڈ - (۱) من بانی سے بڑھ کر ہے - کیونکہ جس طرح بند مٹھی دو آنولے یا دو بیر یا دو بہیڑے کو جان لیتی ہے - اسی طرح من - نام اور بانی ان دونوں کو جانتا ہے - جب کوئی آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ میں منتر کو

...ڑھوں - تب وہ پڑھتا ہے (وہ خیال کرتا ہے کہ میں) کرم کروں - تب کرم کرتا ہے
...جب خیال کرتا ہے) اولاد اور مویشی کی خواہش کروں - تب وہ ان کو چاہتا ہے
...ن بلاشک آتما ہے - من لوک ہے - من برھم ہے - من کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو من کی اُپاسنا کرتا ہے - جہاں تک من کو پہنچ ہے - وہاں
...اس کی خواہش کے موافق کام ہوتا ہے - جو من کی برھم کی طرح اُپاسنا کرتا
...ے (نارد نے کہا) کیا من سے بڑھ کر بھی کچھ ہے؟ ہاں ہے - بھگون! وہ مجھ کو
...بتایئے +

چوتھا کھنڈ - (۱) سنکلپ من سے بڑھ کر ہے - کیونکہ جب انسان سنکلپ
(خیال) کرتا ہے - تب وہ سوچتا ہے - تب بانی کو حرکت دیتا ہے - اور وہ اس
...نام میں حرکت دیتا ہے - نام میں منتر ایک ہوتے ہیں - اور منتروں میں کرم +

(۲) ان سب (کرموں وغیرہ) کا مرکز (سنکلپ یا قوت ارادی) یہ سنکلپ
...روپ ہیں اور سنکلپ میں رہتے ہیں - دیو [illegible] او پرتھوی سنکلپ والے
...ہیں - وایو اور آکاش سنکلپ میں ملے ہوئے ہیں - جل اور تیج سنکلپ میں
...ے ہوئے ہیں - سنکلپ سے بارش (برشا) سنکلپ والی والی ہوتی ہے
...رشا کے سنکلپ سے اناج سنکلپ والا ہوتا ہے - ان کے سنکلپ سے پران
...سنکلپ والے ہوتے ہیں - پرانوں کے سنکلپ منتر سنکلپ والے ہوتے ہیں
...منتروں کے سنکلپ سے کرم سنکلپ والے ہوتے ہیں - کرموں کے سنکلپ سے
...لوک سنکلپ والے ہوتے ہیں - لوک کے سنکلپ سے ہر ایک چیز سنکلپ والی
...ہوتی ہے - یہ سنکلپ (کی طاقت) ہے - تم سنکلپ کی اُپاسنا کرو +

(۳) وہ جو سنکلپ کی برھم کے طور پر اُپاسنا کرتا ہے - وہ خود بخود نشچل
...پرتشٹھا والا اور دُکھ سے آزاد ہو کر ان لوکوں کو پاتا ہے - جو سنکلپ والے ہیں

دھردہین - پرتشٹھا والے ہیں - اور دُکھ سے آزاد ہیں - جہاں تک سنکلپ کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کی خواہش کے موافق کام ہوتا ہے - جو سنکلپ کی برمھ کے طور پر اُپاسنا کرتا ہے (نارد) بھگون! کیا سنکلپ سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ ہاں! سنکلپ سے بڑھ کر ہے - بھگون! وہ مجھ کو سمجھائیے +

پانچواں کھنڈ - (۱) چت سنکلپ سے بڑھ کر ہے - کیونکہ جب کوئی پُرش سوچتا ہے - تب وہ اس کا سنکلپ کرتا ہے - اور تب بانی کو حرکت کرتا ہے - اور وہ اس کو نام میں حرکت دیتا ہے - نام میں منتر ایک ہو جاتے ہیں - اور منتروں میں کرم (ہوتے ہیں) +

(۲) ان سب (سنکلپ سے لیکر کرم تک) کا چت مرکز ہے - یہ چت مردپ ہیں - چت میں رہتے ہیں - اس لئے اگر کوئی آدمی چت (سوچنے) سے خالی ہے - چاہے وہ بہت کچھ جانتا بھی ہو - تب بھی لوگ اس کو وشئی کہتے ہیں لیکن اگر کوئی پُرش سوچ والا ہے - تو چاہے وہ تھوڑا ابھی جانتا ہو تو لوگ اس کی بات کو خوشی سے سننا چاہتے ہیں - کیونکہ جب ان سب کا مرکز ہے یہ سب چت روپ میں چت میں رہتے ہیں - تم اس کی اُپاسنا کرو +

وہ چت کی برمھ کے طور پر اُپاسنا کرتا ہے - وہ خود مضبوط - دھرو پرتشٹھا والا اور دُکھ سے آزاد ہوا اُن لوکوں کو پاتا ہے - جو سوچ سے پورن اٹل پرتشٹھا والا اور دُکھ سے آزاد ہے - جہاں تک چت کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کا کام اس کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے - جو چت کی - برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے" (نارد نے کہا) "بھگون! چت سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہے؟" (سنت کمار) "ہاں! چت سے بڑھ کر ہے" (نارد) بھگون! مجھ کو وہ بتائیے +

چھٹواں کھنڈ - (۱) دھیان چت سے بڑھ کر ہے - یہ پرتھوی دھیان میں رہتی ہے - اور اسی طرح انترکش - دیو - جل - پہاڑ دھیان میں رہتے ہیں - دیوتا اور انسان دھیان میں لگے ہوئے ہیں - اس لئے وہ لوگ جو یہاں آدمیوں میں سے بڑائی کو پاتے ہیں - تو وہ بلاشک دھیان کا کچھ حصہ لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں - جو چھوٹے درجہ کے آدمی ہیں - وہ لڑائی جھگڑے چغلخوری اور غیبت کرنے والے ہوتے ہیں - مگر جو اونچے درجہ کے انسان ہیں - وہ دھیان کے پھل کا کچھ حصہ لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تم اس دھیان کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو دھیان کی برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہے - جہاں تک دھیان کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کا کام اس کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے - جو دھیان کی برہم کی طرح اُپاسنا کرتے ہیں " (نارد) بھگون! کیا دھیان سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ ہاں دھیان سے بڑھ کر ہے - بھگون! وہ مجھ کو بتائیں +

ساتواں کھنڈ - (۱) وگیان دھیان سے بڑھ کر ہے - وگیان کے ذریعہ آدمی رگ وید - یجروید - سام وید - چوتھے اتھرون وید - پانچویں اتہاس پوران ویدوں کے وید - پتریہ - راشی - دیو - ندھی - واکو واکیہ ایکاین - دیو ودیا - برہم ودیا - بھوت ودیا - کشتر ودیا - نکشتر ودیا - سانپ اور دیوجن کی ودیا - دیو اور پرتھوی - وایو اور آکاش - جل اور تیج - دیوتا اور آدمی - چرند اور پرند - گھاس اور درخت - تمام ماس کھانے والے جانور - کیڑے مکوڑے چیونٹی - دھرم ادھرم سچ جھوٹ - بھلائی برائی - پیار اور نفرت - اناج اور رس - لوک پرلوک ان کو انسان وگیان کے ذریعہ ہی جانتا ہے - تم وگیان کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو وگیان کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے - وہ وگیان والا ہوتا ہے اور گیان والے لوگوں کو پاتا ہے - جہاں تک گیان کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کا کام اس کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے - جو وگیان کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے " بھگون! کیا وگیان سے بھی کوئی چیز بڑھ کر ہے؟ ہاں وگیان سے بڑھ کر ہے - بھگون! مجھ کو وہ بتائیے +

آٹھواں کھنڈ - (۱) بل وگیان سے بڑھ کر ہے - ایک بلوان پُرش سَو وگیان والے پُرشوں کو کنپا دیتا ہے - جب کوئی پُرش بل والا ہوتا ہے تو وہ محنتی ہوتا ہے اور جب محنتی ہوتا ہے تو وہ گوروں کی خدمت کے قابل ہوتا ہے - جب وہ خدمت کرتا ہے - تو ان کا مقرب ہوتا ہے - اور جب مقرب ہوتا ہے - تو وہ دیکھنے والا سننے والا - غور کرنے والا - جاننے والا - کام کرنے والا اور سمجھنے والا بن جاتا ہے بل سے پرتھوی کھڑی ہے - بل سے انترکش - دیو - پربت - دیوتا - منشیہ حیوان پرند - تنکے - نباتات - گوشت - جانور - کیڑے - مکوڑے - چیونٹی (سب بل سے کھڑے ہیں) لوک (دنیا) بل سے کھڑی ہے - پس تم بل کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو بل کی برمھ کے طور پر اُپاسنا کرتا ہے - جہاں تک بل کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کا کام خواہش کے مطابق ہوتا ہے - ہاں جو بل کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے (نارد) بھگون! کیا بل سے بڑھ کر کوئی چیز ہے ہاں بل سے بڑھ کر ہے " تب بھگون! مجھ کو وہ بتائیے +

نواں کھنڈ - (۱) ان بل سے بڑھ کر ہے (کیونکہ اناج بل کا کارن ہے) اگر کوئی شخص دس دن تک کچھ نہ کھائے (تو زور میں کمی ہو جائے گی) اگر زندہ بھی رہا (اگر اناج کھاتا ہے تو وہ) دیکھنے - سننے - ماننے - جاننے کام کرنے اور سمجھنے والا بن جاتا ہے - اس لئے تم اناج کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو نلج کی اس طرح اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ ان سے لوک کو پاتا ہے جہاں تک ناج کی پہنچ ہے۔ وہاں تک اس کی خواہش کے موافق کام ہوتا ہے۔ ہاں جو اناج کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے۔" بھگون! نلج سے بھی بڑھ کر کچھ ہے؟ ہاں انلج سے بڑھ کر ہے۔" بھگون! وہ مجھ کو سمجھائیے +

دسواں کھنڈ۔ (۱) پانی نلج سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے جب اچھی طرح بارش نہیں ہوتی تب پران دکھی ہوتے ہیں۔ کہ اب ناج تھوڑا ہوگا۔ لیکن اگر اچھی بارش ہو تو پران کو سکھ ملتا ہے۔ کہ ناج خوب ہوگا۔ پانی ہی نے یہ مختلف شکل اختیار کر رکھا ہے۔ پرتھوی۔ انترکش۔ دلیو۔ پربت۔ دیو انسان۔ پرند۔ چرند۔ تنکا۔ گھاس۔ نباتات۔ گوشت خور جانور۔ کیڑے مکوڑے چیونٹی۔ پانی ہی نے یہ مختلف شکلیں اختیار کر رکھی ہیں۔ اس لئے تم نلج کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو جل کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ تمام تمناؤں کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس کو آسودگی ہوتی ہے۔ جہاں تک جل کی پہنچ ہے۔ وہاں تک اس کی خواہش کے موافق کام ہوتا ہے۔ ہاں جو جل کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے۔" بھگون! جل سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہے؟ ہاں جل سے بڑھ کر ہے۔" بھگون! وہ مجھ کو بتائیے +

گیارھواں کھنڈ۔ (۱) آگ جل سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ آگ ہوا کے ساتھ مل کر آکاش کو تپاتی ہے۔ تب لوگ کہتے ہیں گرم ہو رہا ہے۔ تپ رہا ہے۔ برسیگا۔ آگ (اپنے آپ کو) دکھلا کر تب جل کو بناتی ہے۔ تب نیچے اوپر اور چاروں طرف چمکتی ہوئی بجلیوں کے ساتھ بادل سے گرج پیدا ہوتے ہیں۔ تب لوگ کہتے ہیں۔ چمکتا ہے گرجتا ہے۔ برسے گا۔ سو یہ آگ (بجلی

کی شکل ہیں) اپنے آپ کو دکھا کر جل برساتی ہے - اس لئے تم آگ کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو آگ کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے - وہ خود بخود تیجسوی ہو کر ان لوگوں کو پاتا ہے - جو تیج والے ہیں - پرکاش سے بھرے ہیں - اور اندھیرے سے آزاد ہیں - جہاں تک اگنی کی پہنچ ہے - ان کا کام حسب خواہش ہوتا ہے جو آگ کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتے ہیں - کیا بھگون! آگ سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ ہاں آگ سے بڑھ ہے - بھگون! وہ مجھ کو بتایئے +

بارھواں کھنڈ - (۱) آکاش آگ سے بڑھ کر ہے - کیونکہ سورج اور چاند بجلی اور ستارے سب آکاش میں قایم ہیں - آکاش کی وجہ سے انسان بولتا ہے آکاش کے ذریعہ آدمی سنتا ہے - آکاش کے ذریعہ آواز بازگشت ہوتی ہے آکاش میں آنند بھوگتا ہے (جب کسی سے ملاپ ہوتی ہے) آکاش میں آنند نہیں بھوگتا (جب کسی سے جدائی ہوتی ہے) - آکاش میں (انکر وغیرہ) پیدا ہوتے ہیں - اور آکاش کی طرف (انکر وغیرہ) پیدا ہوتے ہیں (نہ کہ نیچے کی طرف) اس لئے تم آکاش کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو آکاش کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے - وہ آکاش والے لوگوں کو پاتا ہے - جہاں کوئی دباؤ - درد نہیں ہے اور جو کھلے اور وسیع ہیں - جہاں تک آکاش کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کے کام خواہش کے مطابق ہوتے ہیں - جو آکاش کی برمھ کی طرح اُپاسنا کرتا ہے +

کیوں بھگون! آکاش سے بڑھ کر کوئی چیز ہے"؛ ہاں آکاش سے بڑھ کر ہے" بھگون! وہ مجھ کو بتائیں"

تیرھواں کھنڈ - (۱) قوت یادداشت آکاش سے بھی بڑھ کر ہے

کیونکہ اگر کسی جگہ بہت سے آدمی بیٹھ جائیں - اور ایک دوسرے کی بات کی یاد نہ رکھیں - تو وہ کچھ نہ سُن سکتے ہیں - نہ مان سکتے ہیں - نہ جان سکتے ہیں جب وہ یاد رکھتے ہیں - تب ہی مان سکتے ہیں - اور جان سکتے ہیں (آدمی) قوت یادداشت ہی کی مدد سے لڑکوں کو جانتا ہے - مویشیوں کو بھی جانتا ہے پس تم قوت یادداشت کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو یادداشت کی برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہے - جہاں تک یادداشت کی پہنچ ہے - اس کا کام حسب خواہش ہوتا ہے - جو برہم کی طرح یادداشت کی اُپاسنا کرتا ہے - بھگون! کیا یادداشت سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے - ہاں یادداشت سے بھی بڑھ کر ہے - بھگون! وہ مجھ کو سمجھائیے +

چودھواں کھنڈ - (۱) اُمید یادداشت سے بھی بڑھ کر ہے - اُمید سے پرورش پاکر یادداشت منتروں کو پڑھتی ہے - کرم (یگیہ وغیرہ) کرتی ہے اولاد اور دھن کی خواہش کرتی ہے - لوک اور پرلوک کو چاہتی ہے - اس لئے تم اُمید کی اُپاسنا کرو +

(۲) وہ جو اُمید کی برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہے - اُمید کے ذریعہ اس کی تمام آرزوئیں پوری ہوتی ہیں - اس کی پرارتھنائیں خالی نہیں جاتی ہیں - جہاں تک اُمید کی پہنچ ہے - وہاں تک اس کا کام حسب خواہش ہوتا ہے - جو اُمید کی برہم کی طرح اُپاسنا کرتا ہے " بھگون کیا اُمید سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے - ہاں اُمید سے بڑھ کر ہے - بھگون! وہ مجھ کو آپ بتائیے +

پندرھواں کھنڈ - (۱) پران اُمید سے بھی بڑھ کر ہے - جیسے (رتھ کے) نابھی میں آرے پروئے رہتے ہیں " اس طرح یہ سب پروئے

رہتے ہیں - پران پران سے ملتا ہے - پران پران کو دیتا ہے - پران پران کے لئے دیتا ہے - پران پتا ہے - پران ماتا ہے - پران بھائی ہے - پران بہن ہے - پران گورو ہے - پران براہمن ہے +

(۲) کیونکہ اگر کوئی شخص باپ - ماں بہن - بھائی یا گورو کو نامناسب بات کہہ دیوے تو لوگ کہتے ہیں - تجھ کو لعنت ہو - تونے باپ کی ہتیا کی - ماں کی ہتیا کی - بھائی کی ہتیا کی - بہن کی ہتیا کی - گرو کی ہتیا کی - براہمن کی ہے +

(۳) مگر جب ان کے پران نکل گئے ہیں - تب چاہے کوئی ان کو اکٹھا کرکے - ہتھیار سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بھی جلا دیوے - تب اس کو کوئی کچھ نہیں کہے گا - کہ تونے باپ کی - ماں کی بھائی کی بہن کی گورو کی یا براہمن کی ہے +

(۴) - (اس لئے) یہ سب (ماں باپ وغیرہ) پران ہی ہیں - جو اس طرح دیکھتا ہے - مانتا ہے سمجھتا ہے - وہ اتی وادی ہوتا ہے - اگر اس سے سوال کیا جائے کہ کیا تو اتی وادی ہے تو وہ بیشک کہے میں اتی وادی ہوں - اس سے وہ انکار نہ کرے +

سولھواں کھنڈ - (۱) اس کے آگے نارد نے کچھ نہیں پوچھا وہ مطمئن ہو گیا - تب سنت کمار نے اس کو ادھکاری جان کر کہا، مگر در اصل اتی وادی وہ ہے - جو ستیہ برہم کو سب سے بڑھ کر کہتا ہے (نارد نے کہا) اے بھگون! میں آپ کی مہربانی سے اتی وادی بنوں (سنت کمار نے جواب دیا) تب تجھ کو ستیہ کے جاننے کی خواہش ہونی چاہئے " (نارد) نے بھگون! میں ستیہ کو جاننا چاہتا ہوں +

ستر ھواں کھنڈ - (۱) جب کوئی شخص ستیہ کو سمجھتا ہے - تب وہ ستیہ کو کہتا ہے - جو ستیہ کو سمجھتا نہیں ہے - وہ ستیہ کو نہیں بتلاتا صرف وہی جو ستیہ کو جانتا ہے - ستیہ کو بتاتا ہے - پس ہم کو وگیان کی تحقیقات کرنی چاہیئے - بھگون! میں وگیان کو جاننا چاہتا ہوں +

اٹھارھواں کھنڈ - (۱) جب کوئی شخص منن کرتا ہے - تب سمجھتا ہے جو منن نہیں کرتا وہ نہیں سمجھتا - صرف جو منن کرتا ہے - وہی سمجھتا ہے - پس ہم کو منن کرنے کی تلاش ہونی چاہیئے +

بھگون! میں منن کو جاننا چاہتا ہوں +

انیسواں کھنڈ - (۱) جب کسی پُرش میں شردھا ہوتی ہے - تب وہ اس کا منن کرتا ہے - جس میں شردھا نہیں ہے - وہ منن نہیں کرتا - صرف وہی شخص جو شردھا رکھتا ہے - منن کرتا ہے - پس ہم کو شردھا کی تحقیقات کرنی چاہیئے - بھگون میں شردھا کو جاننا چاہتا ہوں +

بیسواں کھنڈ (۱) جب کوئی شخص نشٹھا والا (گورو پریمی) ہوتا ہے تب وہ شردھا والا بنتا ہے - وہ جو نشٹھا والا نہیں ہے - شردھا والا نہیں ہوتا - صرف وہی شردھا والا ہوتا ہے - جو نشٹھا والا ہے - پس ہم کو نشٹھا کی تحقیقات کرنی چاہیئے +

بھگون! میں نشٹھا کو جاننا چاہتا ہوں +

اکیسواں کھنڈ - (۱) جب کوئی شخص اپنے کرتب کو پورا کرتا ہے تب وہ نشٹھا والا ہوتا ہے - وہ جو اپنے کرتب کو پورا نہیں کرتا - نشٹھا والا نہیں بنتا - صرف وہ جو اپنے کرتب کو پورا کرتا ہے - نشٹھا والا بنتا ہے - پس ہم کو کرتب کی تحقیقات کرنی چاہیئے +

بھگون! میں کرتب کو جاننا چاہتا ہوں +

باعیسواں کھنڈ (۱) جو شخص اپنے آپ میں سُکھ پاتا ہے۔ وہ کرتب کو پورا کرتا ہے۔ جو اپنے میں سکھ نہیں محسوس کرتا۔ وہ کرتب نہیں کرتا۔ صرف وہی جو (کرتب سے اپنے آپ میں) سُکھ پاتا ہے۔ وہی کرتب کو پورا کرتا ہے۔ پس ہم کو سکھ کی تحقیقات کرنی چاہیئے +

تئیسواں کھنڈ۔ (۱) جو بھو (بیحد۔ بڑا) ہے۔ وہ سُکھ ہے۔ الپ (حدوالے) میں سکھ نہیں ہے۔ صرف بھوما ہی سکھ ہے۔ پس ہم کو بھوما کی تحقیقات کرنی چاہیئے +

بھگون! میں بھوما کو جاننا چاہتا ہوں +

چوبیسواں کھنڈ۔ (۱) جہاں پُرش نہ کسی اور کو دیکھتا ہے۔ نہ اور کو سنتا ہے۔ نہ اور کو جانتا ہے۔ وہ بھوما ہے۔ اور جہاں پرش اور کو دیکھتا ہے۔ اور کو سنتا ہے۔ اور کو جانتا ہے۔ بھوما امرت ہے۔ الپ مرتبہ (مرنے والا) ہے +

(۲) بھگون بھوما کس میں قایم ہے +

(۳) اپنی مہمامیں (قائم ہے) سنسار میں لوگ گائے گھوڑے۔ ہاتھی لشکر ان سب کی مہما (کا گیت) گاتے ہیں۔ میں ایسا نہیں کہتا۔ کیونکہ (ایسا کہنے میں) دوسرا (مالک) دوسرے (اپنی ملکیت) میں آشرا لیتا ہے (مگر بھوما سوا اپنے اور کسی میں قائم نہیں ہے) بلکہ میں کہتا ہوں کہ

پچیسواں کھنڈ (۱) وہی (بھوکا) نیچے ہے۔ اوپر ہے پیچھے ہے سامنے ہے۔ دائیں ہے اور بائیں ہے۔ وہی سب کچھ ہے۔ اب اس (بھوما کا) اہنکار کے ستھان میں (من کی صورت میں اظہار) ہوتا ہے

میں ہی نیچا ہوں۔ میں اوپر ہوں۔ میں پیچھے ہوں۔ میں سامنے ہوں میں دائیں ہوں میں بائیں ہوں۔ میں ہی سب کچھ ہوں +

(۲) نچلا (اس بھوما کا) آتما ویش ہے۔ آتما کے طور پر اُپدیش ہے۔ آتما ہی نیچے ہے۔ آتما ہی اوپر ہے۔ آتما ہی پیچھے ہے۔ آتما ہی سامنے ہے۔ آتما ہی داہنے ہے۔ آتما ہی بائیں ہے۔ آتما ہی سب کچھ ہے۔ جو اس طرح دیکھتا ہوا منن کرتا ہوا۔ اور جانتا ہوا آتما میں پریم رکھتا ہے۔ آتما میں کھیلتا ہے۔ آتما کے ساتھ جوڑا ہوتا ہے۔ آتما میں آنند بھوگتا ہے۔ وہ سوراٹ (مالک) بن جاتا ہے۔ اس کا سب لوکوں میں اختیار ہوتا ہے (یعنی سب میں داخل ہو کر ان کا مالک بن جاتا ہے) مگر وہ جو اس سے مختلف طور پر جانتے ہیں۔ وہ ناش ہونے والے لوکوں میں رہتے ہیں۔ اور وہاں ان پر دوسرے راج کرتے ہیں۔ ان کو کسی لوک میں اختیار (آزادی) نہیں ملتا +

چھبیسواں کھنڈ۔ (۱) جو اس طرح دیکھتا ہے۔ مانتا ہے سمجھتا ہے۔ اس کے لئے آتما سے پران پیدا ہوا ہے۔ آتما سے آشا۔ آتما سے یادداشت (سمرتی) آتما سے آکاش۔ آتما سے تیج۔ آتما سے جل۔ آتما سے زندگی۔ آتما سے موت۔ آتما سے اناج۔ آتما سے بل۔ آتما سے وگیان آتما سے دھیان۔ آتما سے چت۔ آتما سے سنکلپ۔ آتما سے من آتما سے بانی۔ آتما سے نام۔ آتما سے منتر۔ آتما سے کرم (یگیہ وغیرہ) سب پیدا ہوتے۔ ہاں یہ سب آتما ہی سے پیدا ہوتے ہیں +

(۲) اس کی تائید) پر یہ شلوک ہے '' وہ جو اس طرح دیکھتا ہے وہ نہ موت کو۔ نہ مرض کو۔ نہ دکھ کو دیکھتا ہے۔ وہ جو اس طرح دیکھتا ہے

وہ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے - اور ہر ایک سے اور ہر ایک کو حاصل کرتا ہے وہ ایک طور پر (سرشٹی سے پہلے) تین طرح سے ہوتا ہے (تیج - جل - انّ) وہ پانچ طرح سے ہوتا ہے وہ سات طرح سے ہوتا ہے - وہ نو طرح سے ہوتا ہے - اور پھر وہ گیارہ طرح کا بتایا گیا ہے - اور سو اور دس ایک بیس ہزار ہے - جب انسان کی غذا لطیف ہو جاتی ہے - تو اس کے انتہ کرن (اندرونی خواس) بھی لطیف ہو جاتے ہیں - اور جب انتہ کرن شدھ ہو جاتے ہیں - تو یادداشت اٹل ہو جاتی ہے - اور جب بھوما (آتما) کی سمرتی اٹل ہو جاتی ہے - تب ساری گرہیں کھل جاتی ہیں +

پس اس طرح بھگوان سنت کمار نے نارد کو اگیان کے پار کا کنارہ دکھا دیا - اس وقت اس کے (دل کا) میل اتر گیا - جس کو لوگ سکند کہتے ہیں +

تیسری منجری

چھٹواں پرپاٹھک

کھنڈ ۱ تا ۱۶

پہلا کھنڈ - (۱) شویت کیتو ارونی کا پوتا تھا - اس کے باپ اُدّالک ارونی کے بیٹے نے کہا "شویت کیتو! آؤ برہمچاری بن کر رہو - کیونکہ بیٹا! ہمارے گھرانے میں کوئی ایسا نہیں ہوتا - جو ویدوں کے پڑھنے کے بغیر براہمنوں کا بھائی بند سمجھا جائے" +

(۲) وہ بارہ برس کی عمر میں (گورو کے) پاس گیا اور چوبیس برس کی عمر میں سارے ویدوں کو پڑھ کر واپس آیا - اونچی طبیعت اپنے آپ کو عالم

جانتا ہوا مغرور +

(۳) اس کو باپ نے کہا " سویت کیتو! بیٹا! تم جو اتنے مزاج والے اپنے آپ کو پورا سمجھنے والے اور مغرور ہو۔ کیا تم نے کبھی اس اُپدیش کو بھی پوچھا ہے جس سے نہ سنا ہوا سنا ہوا ہو جاتا ہے۔ نہ سمجھا ہوا سمجھا ہوا ہو جاتا ہے۔ اور نہ جانا ہوا جانا ہوا ہو جاتا ہے +

(۴) اس نے پوچھا بھگون! وہ اُپدیش کس قسم کا ہے؟ (باپ نے جواب دیا) بیٹے! جیسے مٹی کا ایک ڈھلا (کے جاننے) سے مٹی کی ہر ایک جانی ہوئی ہو جائے کیونکہ وکار صرف نام کے لئے ہے۔ جو بانی کا سہارا ہے لیکن وہ مٹی ہی ہے۔ یہی سچ ہے +

(۵) اور جیسے ایک ناخن گیر (کے دیکھنے) سے لوہے کی ہر ایک چیز جانی جاتی ہے۔ وکار صرف نام کے لئے ہے۔ وہ صرف بانی کا سہارا ہے۔ مگر وہ لوہا ہی ہے۔ یہی سچ ہے۔ اس طرح اے لڑکے! وہ اُپدیش ہے +

(۶)۔ (بیٹے نے کہا) بھگوان! (غالباً) میرے گورو اس کو نہ جانتے ہونگے کیونکہ اگر جانتے ہوتے تو مجھ کو کیوں نہ بتاتے۔ اس لئے آپ ہی مجھ کو بتائیے" اس نے کہا " ایسا ہی ہو "+

دوسرا کھنڈ۔ (۱) اے بیٹے! پہلے صرف ست ہی تھا۔ ایک بغیر دوسرے اس کی بابت بعض بعض کی یہ رائے ہے۔ کہ صرف وہ پہلے است تھا۔ ایک بغیر دوسرے کے اس کے ماننے سے (پھر است سے) ست کی پیدائش ماننی ہوگی +

(۲) مگر اس نے کہا بیٹے! یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ است سے ست کی پیدائش کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لئے بیٹے! پہلے ست ہی تھا۔ ایک بغیر دوسرے کے +

(۳) اس نے سوچا میں بہت ہو جاؤں۔ میں پرجاوالا ہوں۔ اس نے آگ کو بنایا۔ اس آگ نے سوچا۔ میں بہت ہوؤں پرجاوالا ہوں۔ اس نے جل بنایا۔ اس لئے جہاں کسی پُرش کو گرمی آتی ہے۔ وہاں جل ہی پیدا ہوتا ہے +

(۴) اس جل نے سوچا۔ میں بہت ہوؤں۔ پرجاوالا ہوؤں۔ اس نے ناج (پرتھوی) کو پیدا کیا۔ اس لئے جہاں کہیں پانی برستا ہے۔ وہاں بہت ناج پیدا ہوتا ہے +

تیسرا کھنڈ۔ (۱) ان تمام جانداروں کے تین ہی بیج ہیں۔ انڈے سے پیدا ہونے والے (پرند وغیرہ) جیو پیٹ سے پیدا ہونے والے اور اور درخت +

(۲) اس دیوتا (تیج۔جل۔پرتھوی کے پیدا کرنے والے) نے سوچا "اچھا اب میں ان تینوں دیوتاؤں (تیج۔جل۔پرتھوی) میں جیو آتما کے ساتھ داخل ہو کر نام اور رُوپ کو الگ الگ کروں +

(۳) اور ان سے ہر ایک کو تین تین گُن بناؤں۔ تب وہ دیوتا (ست) ان تینوں دیوتاؤں میں جیو آتما کے ساتھ داخل ہوا۔ اور نام و روپ کو الگ الگ کیا +

(۴) ان میں سے ہر ایک کے تین تین گُن بنایا اور جس طرح ان دیوتاؤں میں تین تین گُن ہیں۔ وہ مجھ سے سمجھ لے +

چوتھا کھنڈ۔ (۱)۔ (جلتی ہوئی) آگ کا لال رنگ ہے۔ وہ تیج کا رنگ ہے۔ جو سفید ہے وہ جل کا رنگ ہے۔ اور جو کالا رنگ ہے۔ وہ پرتھوی کا رنگ ہے۔ اب اگنی کا اگنی پن چلا گیا۔ وکار نام کے لئے الگ ہے جو بانی

کا سہارا ہے۔ جو کچھ ست ہے وہ تین روپ ہے +

(۲) جو سورج کا لال رنگ ہے۔ وہ تیج کا رنگ ہے۔ جو سفید ہے وہ جل کا رنگ ہے۔ جو کالا ہے وہ پرتھوی کا (رنگ) ہے۔ اب سورج کا سورج پن چلا گیا۔ وکار نام کے لئے الگ ہے۔ جو بانی کا سہارا ہے۔ جو کچھ ست ہے وہ تین روپ ہے +

(۳) چندرماں میں جو لال رنگ ہے وہ اگنی کا ہے۔ جو سفید ہے وہ جل کا ہے۔ اور جو کالا ہے وہ پرتھوی کا ہے۔ اب چندر کا چندرپن چلا گیا۔ وکار نام کے لئے ہے۔ جو بانی کا سہارا ہے۔ جو ست ہے۔ وہ تین روپ والا ہے +

(۴) جو بجلی کا لال رنگ ہے۔ وہ تیج کا رنگ ہے۔ جو سفید ہے وہ جل کا ہے۔ جو کالا ہے۔ وہ پرتھوی کا ہے۔ اب بجلی کا بجلی پن چلا گیا۔ وکار صرف نام کے لئے ہے۔ جو بانی کا سہارا ہے۔ جو ست ہے۔ وہ تین روپ والا ہے +

(۵) قدیم زمانہ کے بڑے گرہست اور بڑے دیوتا جنہوں نے اس بات کو جان لیا ہے۔ انہوں نے کہا" اب ہم کو کوئی ایسی چیز نہیں بتلاوے گا۔ جو ہماری نہ سنی ہوئی نہ سمجھی ہوئی اور نہ جانی ہوئی ہے۔ کیونکہ ان سے انہوں نے سب کچھ جان لیا تھا +

(۶) جو کچھ لال رنگ تھا اس کو انہوں نے تیج کا روپ جانا۔ جو سفید تھا اس کو انہوں نے جل کا روپ جانا۔ جو کالا تھا۔ اس کو انہوں نے پرتھوی کا روپ جانا +

(۷) اور جو نظر نہ آسکا اس کو انہوں نے سمجھا کہ ان تینوں کا میل ہے

اب اے لڑکے! برمھ ہم سے سیکھ لے۔ یہ تینوں دیوتا جب پورش کو پاتے ہیں۔ کس طرح ان میں سے ہر ایک میں تین گن والا ہوتا ہے +

پانچواں کھنڈ (۱) جب پرتھوی (ناج) کھائی جاتی ہے۔ تو وہ تین قسم کی بن جاتی ہے۔ اس کا سب سے کثیف (ستھول) حصہ مل بنتا ہے گوشت درمیانی ہے۔ اور جو سب سے لطیف ہے وہ من ہے +

(۲) جب جل پیا جاتا ہے وہ تین طرح کا بن جاتا ہے۔ اس کا کثیف حصہ پیشاب بنتا ہے۔ درمیانی خون ہے۔ اور جو لطیف ہے وہ پران ہے +

(۳) جب تیج (تیل۔ گھی وغیرہ) کھایا جاتا ہے۔ تو وہ تین قسم کا بنتا ہے۔ اس کا کثیف حصہ ہڈی بن جاتا ہے۔ چربی درمیانی ہے جو لطیف ہے وہ بانی بنتی ہے +

(۴) کیونکہ اے بیٹے! من آن مے (ان کا بنایا ہوا ہے) جل مے (جل کا بنا ہوا) ہے۔ بانی تیج مے ہے (اگنی کی بنی ہوئی) ہے۔" بیٹے نے کہا ابھی مجھ کو پھر بتائیں"۔ باپ نے کہا "ایسا ہی ہو" +

چھٹواں کھنڈ (۱) بیٹے! جب وہی متھا جاتا ہے۔ تو اس کا سب سے لطیف حصہ اوپر اٹھتا ہے۔ وہ مکھن بنتا ہے +

(۲) اسی طرح بیٹے! ناج جب کھایا جاتا ہے تو اس کا سب سے لطیف حصہ اوپر اٹھتا ہے۔ وہ من بنتا ہے +

(۳) اور بیٹے! جب جل پیا جاتا ہے۔ تو اس کا سب سے لطیف حصہ اوپر اٹھتا ہے۔ وہ پران بنتا ہے +

(۴) اور جب تیج کھایا جاتا ہے۔ تو اس کا سب سے لطیف حصہ اوپر اٹھتا ہے۔ وہ بانی بنتا ہے +

(۵) کیونکہ بیٹے! من انّ مے ہے۔ پران جل مے ہے۔ بانی تیجو مے ہے۔"+

(۶) بیٹے نے کہا "بھگون! مجھ کو پھر سمجھائیے"۔ اس نے کہا "ایسا ہی ہو"+

ساتواں کھنڈ (۱) اے بیٹے! پورش سولہہ کلا والا ہے۔ تم پندرہ دن کچھ نہ کھاؤ۔ جل جتنی خواہش ہو پیتے رہو۔ پران جو جل مے ہے۔ وہ تمہارا نہ نکل جائے گا۔ جب تک تم پانی پیتے رہوگے"+

(۲) اس نے پندرہ دن تک نہیں کھایا۔ تب وہ باپ کے پاس آیا۔ (اور کہا) بھگون! کیا سناؤں؟ باپ نے کہا "بیٹے! رگ۔ یجو اور سام منتر سناؤ"۔ اس نے کہا۔ "بھگون! مجھ کو یاد نہیں آتے"+

(۳) باپ نے اس کو جواب دیا "اے بیٹے! جس طرح جلتی ہوئی آگ کا ایک انگارا جو جگنوں کی طرح (چھوٹا) ہو اور بچ رہے۔ تو اس انگارے سے آدمی بہت نہیں جلا سکتا۔ اسی طرح اے بیٹے! تیری سولہہ کلاؤں میں سے ایک کلا باقی بچ رہی ہے۔ اور اس سے اس ایک کلا سے تو اب ویدوں کو یاد نہیں کر سکتا۔ اچھا جاؤ۔ اور کھاؤ+

(۴) تب تو مجھ سے اس کو سمجھے گا۔ سویت کیتو نے جا کر کھانا کھا لیا۔ اور پھر باپ کے پاس آیا۔ اب جو کچھ باپ نے اس سے پوچھا وہ سب کچھ جان گیا۔ تب اس کو باپ نے کہا+

(۵) اے بیٹے! جس طرح اگنی کا ایک انگارا جو جگنوں کی طرح (چھوٹا) بچ رہا ہے۔ اگر اس کو گھاس سے سلگا کر پھر چمکایا جائے تو وہ بہت کچھ جلا سکتا ہے۔ اس طرح اے بیٹے! تیرے سولہہ کلاؤں میں سے ایک باقی بچ رہی تھی اس کو غذا کھا کر تو نے سلگا دیا۔ پھر وہ چمک اٹھتی ہے اور اس سے تم اب

ویدوں کو یاد کرتے ہو۔ اے بیٹے! من اَن مے ہے۔ پران جل مے ہے۔ اور پاتی تیجو مے ہے۔ تب اس نے باپ کی بات کو سمجھ لیا۔ ہاں اس نے سمجھ لیا۔

آٹھواں کھنڈ۔ (۱) اودالک اَرونی نے اپنے بیٹے سویت کیتو سے کہا "بیٹا! مجھ سے تم خواب کی اصلیت کو سمجھ لو۔ جب یہ پرش سو جاتا ہے۔ تب وہ ست (برمھ) کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ میں لین ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو یہ سوپتی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ (سو) میں (اپیت) لین ہوتا ہے +

(۲) جیسے بہلئے کے تاگے سے مضبوط بندھا ہوا پرند ادھر اُدھر اُڑکر اور کہیں آشرانہ پاکر وہاں ہی آجاتا ہے۔ جہاں وہ بندھا ہوا تھا۔ بالکل اسی کی طرح یہ من ہر چہار طرف گھوم پھر کر کہیں آشرانہ پاکر پران کا ہی سہارا لیتا ہے کیونکہ یہ من اے بیٹے! پران سے بندھا ہوا ہے +

(۳) اب اے بیٹے! تم مجھ سے بھوک اور پیاس کی اصلیت کو سیکھو۔ جب کسی پُرش کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ وہ بھوکا ہے (تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جل اس کی کھائی ہوئی غذا کو لے جا رہا ہے۔ پس جیسے گو نائے اشو نائے اور پُرش نائے ہے۔ اسی طرح جل (جو ناج کو نیچے لئے جاتا ہے اور بھوک لگاتا ہے) کو اشنایا کہتے ہیں۔ اسی طرح (ناج کے نیچے جانے سے) یہ جو انکھر نکلا ہے (شریر پیدا ہوا ہے) یقین کرو کہ بغیر سبب کے نہیں ہوگا۔ کیونکہ کاریہ بغیر ست کارن کے نہیں ہوتا +

(۴) اس کا سبب سوائے ناج کے اور کہاں ہو سکتا ہے؟ اسی طرح بیٹے! ناج بھی ایک انکھر ہے۔ اس کے بھی سبب کو ڈھونڈھ اور وہ تیج (آگ) ہے اسی طرح بیٹے! تیج بھی انکھر ہے۔ اس کے بھی سبب کو ڈھونڈھ اور وہ اے بیٹے!

برہم ہے! پس بیٹے! ان ساری پرجاؤں کا اصل ست ہے۔ اب بھی اس موجودہ حالت میں وہ ست ہی کے آسرے ہیں۔ اور آخر میں ست میں لے ہوتے ہیں +

یہ سب لے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کا لے جانے والا جل ہے۔ یعنی ناج کھانے کے بعد ہضم ہو کر تمام جسم میں لے ہو جاتا ہے۔ پھیل جاتا ہے تب بھوک لگتی ہے۔ اشتہاء بھوک کو کہتے ہیں +

اور جب کہا جاتا ہے کہ پرش پیاسا ہے (تو اس کا مطلب یہ ہے کہ) آگ اس کو لے جا رہی ہے۔ جو کچھ اس نے پیا ہے (یعنی وہ پران وغیرہ کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے) پس جس طرح یہ گونائے۔ اشونائے۔ پورش نائے ہے اسی طرح آگ کو اوسنا کہتے ہیں۔ اس طرح (پانی کے خشک ہونے سے) اے بیٹے! یہ جو انکر (جسم) پیدا ہوتا ہے۔ یقین رکھ یہ بغیر سبب کے نہیں ہے +

(۶) اے بیٹے جس طرح یہ تین دیوتا (اگن۔ جل اور تیج) پورش کو مل کر ہر ایک گنوں والا ہو جاتا ہے۔ وہ پہلے (چوتھے۔ چھٹویں اور ساتویں کھنڈ میں) کہہ دیا ہے۔ جب کوئی آدمی یہاں سے چلا جاتا ہے۔ تو اس کی بانی من میں لے ہوتی ہے۔ پران تیج میں۔ تیج پرا دیوتا (ست) میں جو سب سے لطیف سوکشم ہے +

(۷) یہ سب کچھ اسی آتما سے آتما والا ہے۔ وہ ست ہے۔ وہ آتما ہے اے سویت کیتو! وہ تو ہے (بیٹے نے کہا) بھگون! مجھ کو پھر بتائیے۔ باپ نے جواب دیا "ایسا ہی ہو" +

نواں کھنڈ۔ (۱) اے بیٹے! جس طرح شہد کی مکھیاں شہد بناتی ہیں۔ مختلف مقامات کے (درختوں کے رسوں) کو پھر یہ تمیز نہیں رہتی کہ ہم مختلف

درخت گے ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد جب پرانی ست میں ملتے ہیں۔ ان کو تمیز نہیں رہتی +

(۳) وہ پھر اسی شکل میں پیدا ہوتے ہیں۔ جس شکل میں پہلے رہتے تھے چاہے وہ چیتا ہو۔ شیر ہو۔ بھیڑیا ہو۔ ریچھ ہو۔ کیڑا ہو۔ مکوڑا ہو۔ پشو ہو یا مچھر ہو +

(۴) یہ ست کا سب اصل ہے۔ یہ سب کچھ اسی سے ہے۔ وہ ست ہے وہ آتما ہے۔ بیٹے! سویت کیتو! وہ تو ہے (بیٹے نے کہا) بھگون مجھ کو پھر بتائیے اس نے کہا۔ بیٹے ایسا ہی ہو +

دسواں کھنڈ (۱) یہ ندیاں پورب سے پچھم کی طرف بہتی ہیں۔ اور تب سمندر میں جاکر (بھاپ ہو کر اوپر اٹھتی ہیں۔ پھر برس کر دکن کی طرف بہہ کر) سمندر کی شکل کی ہو جاتی ہیں۔ ان کو یاد نہیں رہتا۔ وہ کیا تھیں +

(۲) اسی طرح یہ پرانی ست سے نکلے ہوئے نہیں جانتے کہ کہاں سے نکلے ہیں۔ وہ اسی شکل کے ہو جاتے ہیں۔ جو پہلے تھے۔ چاہے وہ چیتا ہو۔ شیر ہو۔ بھیڑیا ہو۔ ریچھ ہو۔ کیڑا ہو۔ مکوڑا ہو۔ پسو ہو یا مچھر ہو +

(۳) یہ لطیف جو سب کا اصل ہے۔ یہ سب کچھ اسی سے آتما والا ہے وہ آتما ہے۔ اے سویت کیتو! وہ تو ہے +

(۴)۔ (بیٹے نے کہا) بھگون! مجھ کو پھر سمجھا دیں۔ اس نے جواب دیا۔ ایسے ہی ہو +

گیارھواں کھنڈ۔ (۱) بیٹے! اگر کوئی اس بڑے درخت کی جڑھ کو ضرب لگائے تو وہ بہیگا۔ اسی طرح درمیان میں مارے تب بہیگا۔ اگر کوئی چوٹی پر ضرب دے تب بھی بہیگا۔ یہ درخت زندہ آتما سے بھرا ہوا پوری

طرح سے زمین کا رس پیتا ہوا ہرا بھرا ہو کر کھڑا ہے +

(۲) لیکن جب اس کی ایک شاخ سے زندگی نکل جاتی ہے۔ وہ خشک ہو جاتا ہے۔ جب دوسری شاخ سے زندگی نکل جاتی ہے۔ وہ بھی خشک ہو جاتی ہے۔ تیسری سے نکل جاتی ہے۔ وہ بھی خشک ہو جاتی ہے تمام درخت سے نکل جاتی ہے۔ وہ سارا درخت سوکھ جاتا ہے۔ اسی طرح بیٹے! تم جانو +

(۳) جب جسم سے جان نکل جاتی ہے۔ وہ مر جاتا ہے۔ مگر جان نہیں مرتی۔ وہ جو لطیف سب کا اصل ہے۔ اسی سے سب آتما والے ہیں۔ یہ ست ہے۔ اے شویت کیتو! وہ تو ہے +

(۴)۔ (بیٹے نے کہا) بھگون! مجھ کو پھر سمجھائیں۔ باپ نے جواب دیا۔ بیٹے! ایسا ہی ہو +

بارھواں کھنڈ (۱) اس نے کہا "اس بڑ کے درخت کا ایک پھل لاؤ۔ شاگرد نے جواب دیا" یہ موجود ہے" +

(اس نے کہا) اس کو توڑ ڈال۔ خداوند اس کو توڑ ڈالا۔ اس میں تم کو کیا دکھائی دیتا ہے! بھگون! چھوٹے چھوٹے دانے "بیٹے! ان میں سے ایک کو توڑ دے" "بھگون میں نے توڑ دیا" "اس میں کیا دیکھتے ہو؟" کچھ نہیں بھگون +

(۲) باپ نے اس سے کہا "جہاں تم کو کچھ نظر نہیں آتا۔ وہاں بہت بڑا شاندار برگد موجود ہے" +

(۳) وشواس کرو۔ شویت کیتو! وہ لطیف شے جو سب کا اصل ہے سب کچھ اسی سے آتما والا ہوتا ہے۔ وہ ست ہے۔ وہ آتما ہے۔ اے شویت

کیتو وہ تو ہے +

(۲)- (بیٹے نے کہا) "بھگون! مجھ کو پھر بتائیے"- باپ نے جواب دیا
"ایسا ہی ہو" +

تیرھواں کھنڈ (۱) اس نمک کو پانی میں ڈال کر صبح میرے پاس آؤ
اس نے ویسا ہی کیا- باپ نے اس سے کہا "بیٹے! رات کو جو نمک تم نے
پانی میں ڈالا تھا- اس کو لے آؤ" بیٹے نے اس کو ڈھونڈا- لیکن نہیں پایا کیونکہ
وہ اس میں پگھل گیا تھا +

(۲) باپ نے کہا- اس کے اوپر (کے حصے) سے ذرا چکھو کیا ہے؟
(اس نے کہا) نمکین ہے- "نیچے (کے حصہ) سے ذرا چکھو کیا ہے؟" نمکین ہے"
اس کے بیچ (کے حصہ) سے ذرا چکھو کیا ہے؟ نمکین ہے" (باپ نے کہا)
اچھا (اب اس کو پھینک کر) میرے پاس آؤ- اس نے ویسا ہی کیا (اور کہا)
نمک جو میں نے ڈال دیا تھا سب جگہ موجود ہے (گو میں دیکھ نہیں سکتا مگر
زبان سے چکھ سکتا ہوں) باپ نے اس سے کہا "بیٹے ایسی حالت ست
کی ہے- گو تم نہیں دیکھتے- مگر وہ (جسم میں) محیط ہے +

(۳) یقین رکھو وہ جو لطیف سب کی اصل ہے- سب اسی سے آتما
والا ہوتا ہے- وہ ست ہے- وہ آتما ہے- اے شویت کیتو وہ تو ہے (بیٹے
نے کہا) بھگون! مجھے پھر بتائیں- باپ نے جواب دیا- ایسا ہی ہو +

چودھواں کھنڈ- (۱) بیٹے! اس دنیا میں جب آدمی کی آنکھ میں پٹی
باندھ کر گندھار سے لے جا کر ایک سونسان جگہ میں چھوڑ آئیں- اس کے شور
کی صدا سے پورب- اتر- پچھم سب گونج اٹھتے ہیں "میری آنکھ میں پٹی باندھ
کر یہاں چھوڑ گئے- میری آنکھ میں پٹی باندھ کر یہاں چھوڑ گئے +

(۲) اس پر (کوئی رحم دل آدمی) اس کی پٹی کھول دیتا ہے - اور کہتا ہے - یہ گندھار کی راہ ہے تو اس راہ سے چلا جاتا - تب وہ دانا شخص ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو گزرتے ہوئے راستہ پوچھتا جاتا ہے - اور آخرکار گندھار میں پہنچ جاتا ہے - اسی طرح جس شخص کو لایق گورو مل جاتا ہے وہ مارگ پوچھ لیتا ہے - اور (دنیاوی تعلقات سے) آزاد ہو کر وہ (ست و موکش کو) حاصل کر لیتا ہے +

(۳) وہ لطیف جو سب کی اصل ہے - ست ہے - اس سے سب آتما والے ہوتے ہیں - وہ ست ہے - وہ آتما ہے - شویت کیتو! وہ تو ہے + (بیٹے نے کہا) بھگون! مجھ کو پھر سمجھائیں - باپ نے کہا بیٹے ایسا ہی ہو +

پندرھواں کھنڈ - (۱) بیٹے! جب کوئی بیمار ہوتا ہے - تو اس کے خویش و اتارب اس کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں (اور کہتے ہیں) "کیا تم مجھ کو جانتے ہو" جب تک اس کی بانی من میں لے نہیں ہو جاتی من پران میں - پران تیج میں اور تیج پرادیوتا (ست) میں لے نہیں ہوتا - تب تک وہ جانتا ہے +

(۲) مگر جب اس کی بانی من میں لے ہو جاتی ہے - من پران میں اور پران پرادیوتا میں - تب وہ ان کو نہیں جانتا +

(۳) وہ لطیف جو سب کا ست ہے - یہ سب کچھ اسی سے آتما والا ہے وہ ستیہ ہے - وہ آتما ہے - اے سویت کیتو! وہ تو ہے (بیٹے نے کہا) بھگون! مجھ کو پھر سمجھائیں - باپ نے کہا +

سولھواں کھنڈ - (۱) بیٹے! جب (چوری کا مجرم) ہاتھ بندھا ہوا آتا

ہے۔ اور کہا جاتا ہے "تو نے چرایا ہے" وہ انکار کرتا ہے۔ تب حاکم حکم دیتا ہے) اس لئے کلہاڑا گرم کرو۔ اگر وہ چور ہے۔ اور جھوٹ سے بچنا چاہتا ہے تو وہ جھوٹا جھوٹ ہے۔ اپنے آپ کو ڈھانپتا ہوا گرم لوہے کو پکڑ لیتا ہے تو جل جاتا ہے۔ اور سزا پاتا ہے (مارا جاتا ہے) +

(۲) اور اگر وہ چوری کرنے والا نہیں ہے۔ تب وہ اپنے آپ کو بچا رکھنا چاہتا ہے۔ تو سچ بولنے والا سچائی سے اپنے آپ کو ڈھانپتا ہوا گرم لوہے کو پکڑتا ہے۔ وہ نہیں جل جاتا۔ اور وہ چھوٹ جاتا ہے +

(۳) جیسے وہ سچا آدمی نہیں جلتا۔ اسی طرح یہ سب اسی سے آتما والا ہے وہ ست ہے۔ وہ آتما ہے۔ اسے شویت کیتو! وہ تو ہے۔ تب اس نے اس کی بات کو جان لیا۔ ہاں اس کی بات کو جان لیا +

آٹھویں شاکھا

پرشن اُپنشد

پہلی منجری

سوال۔ برہمہ کیا ہے؟

جواب۔ ہمارے شریر کا ادھشٹاتا آتما ہے۔ جو ایڑی سے لیکر چوٹی تک ویاپک رہ کر اس کو قاعدہ میں چلاتا ہے۔ وایو منڈل کا ادھشٹاتا وایو ہے۔ جو وایو کے پرمانوؤں کو قاعدہ میں رکھ کر اُن سب میں اوت پروت

ہوتا ہوا اُس میں ویاپک ہے - اگنی منڈل کا ادھشٹاتا ہے - اگنی ہے جو اگنی کے پرمانوؤں کو قاعدہ میں رکھ کر اُن سب میں اوت پروت ہوتا ہوا اس میں ویاپک ہے جل منڈل کا ادھشٹاتا ورُن ہے - جو جل کے پرمانوؤں کو قاعدہ میں رکھ کر اُن سب میں اوت پروت ہُوا - اس میں ویاپک ہے - پرتھوی منڈل کا ادھشٹاتا پرتھوی ہے - جو اس کے پرمانوؤں کو قاعدہ میں رکھ کر اُن سب میں اوت پروت ہوتا ہوا اُس میں ویاپک ہے - آکاش منڈل کا ادھشٹاتا آکاش ہے جو آکاش کے پرمانوؤں کو قاعدہ میں رکھ کر ان سب میں اوت پروت ہوتا ہوا اس میں ویاپک ہے - اسی طرح اس اکاش منڈل - اس وایو منڈل اس اگنی منڈل اس جل منڈل اور اس پرتھوی منڈل سے جو برہمانڈ بنا ہے - اُس کا ادھشٹاتا برہم ہے - جو سب کو قاعدہ میں رکھتا ہوا سب میں اوت پروت ہوتا ہوا سب میں ویاپک ہے کہنے کے لئے تم ان سب کو الگ الگ کہہ لو - مگر جو ان سب کی جان ہے جو ان سب کا تتّو ہے - جس سے یہ سب بنے ہیں اور جس سے یہ سب قائم ہے وہ برہم ہے یہ سب کچھ برہم ہی برہم ہے - برہم سے نیارا کچھ نہیں - اس کو سمجھ لو - اور برہم کے سوا تم کو اور کچھ نظر نہ آویگا - کیونکہ نظر - ناظر - اور منظور کی تری پٹی ہی برہم ہے برہم سے جدا کچھ نہیں ہوسکتا - نہ اس سے کچھ نیارا ہے وہی ایک وہی انیک ہے - وہی ادھشٹاتا وہی منڈل ہے - وہی قاعدہ میں رکھنے والا - سب میں اوت پروت ہونیوالا - سب میں ویاپک برہم ہی ہے +

پرسن اُپنشد - پہلا پرسن

۷ تا ۱۶

(۷) سو یہ ویسوانر - اگنی سارے روپوں والا - پران (کے طور پر) اودے ہوتا ہے یہ رچا سے بتایا گیا ہے +

(۸)۔ (اسکو دیکھو) جو سارے روپوں والا ہے۔سنہرا ہے۔سب کو جاننے والا ہے پرم گتی ہے۔ لاثانی نور ہے۔ سب کا پتانے والا ہے۔ ہزاروں کرنوں والا سینکڑوں طریقوں سے برتتا ہوا۔ یہ سورج ساری پرجاؤں کا پران ہو کر اودے ہوتا ہے +

(۹) برس پرجاپتی ہے۔ اسکی دو راہیں ہیں۔ دکھن اور اُتّر جو پُرش یگیہ اور دوسرے نیک کام کا ابھیاس کرتے ہیں۔ یہ جان کر کہ بس یہی سب کچھ ہے وہ صرف چندرمان کے لوک جاتے ہیں وہ ہی پھر لوٹ آتے ہیں۔ اس لئے یہ رشی جو اولاد کی خواہش رکھنے والے ہیں۔ دکشن مارگ کو پراپت ہوتے ہیں یہ ہے رئی جو پتروں کا مارگ ہے +

(۱۰) اور وہ جو تپ۔ برہمچریا۔ شردھا۔ اور ودیا کے ساتھ آتما کو ڈھونڈھتے ہیں وہ سورج کو پراپت ہوتے ہیں۔ یہ پرانوں کا گھر ہے۔ یہ امرت ہے۔ یہ اَبھے ہے یہ پرم گتی ہے۔ اس سے پھر واپس آتے ہیں۔ کیونکہ یہ نردھ ہے۔ اسکی تائید میں یہ شلوک ہے

(۱۱) کوئی اس کو باپ کہتے ہیں۔ جو پانچ پاؤں والا۔ بارہ شکلوں والا ہے۔ اور جو سورگ سے بھی اونچے ستھان میں زیادہ پانی والا ہے۔ دوسرے اس کو گیانی کہتے ہیں۔ جس کے سات پہیوں میں چھ ارّے ہیں۔ جس (رتھ) کو سات گھوڑے کھینچتے ہیں (اور جس پر سارا جگت قائم ہے +

(۱۲) مہینہ پرجاپتی ہے۔ کرشن پکش اس کا رئی ہے اور شکل پکش پران ہے اسلئے کچھ رشی شکل پکش میں یگیہ کرتے ہیں اور دوسرے کرشن پکش میں +

(۱۳) دن اور رات پرجاپتی ہیں۔ دن اس کا پران ہے۔ رات رئی ہے۔ وہ جو دن کو ستری سے مجامعت کرتے ہیں۔ اپنے پران کو بہا دیتے ہیں۔ اور جو رات کو ستری سے مجامعت کرتے ہیں وہ برہمچاری ہی ہیں +

(۱۴) اَن پرجاپتی ہے۔ اس سے بیریہ بنتا ہے اس سے یہ پرجائیں پیدا ہوتی ہیں +

(۱۵) اسلئے وہ پرش جو پرجاپتی کے اس ورت کو پالن کرتے ہیں وہ جوڑے کو پیدا کرتے

ہیں۔ اور انہیں کیلئے یہ برمھ لوک ہے۔ جن کے تپ اور برمھ چریہ ہے اور جن میں سچائی قائم رہتی ہے +

(۱۶) اُن کے حصہ میں وہ برمھ لوک آویگا۔ جو گرد و غبار سے پاک ہے جن میں ٹیڑھاپن جھوٹ یا بھرم نہیں ہے +

دوسرا پرسن

۶ تا ۱۱

(۶) جس طرح رتھ کی ناف میں آرے قائم ہیں۔ اسی طرح ہر ایک چیز پران میں قائم ہے رچائیں۔ یجر۔ سام۔ یگیہ۔ کشتر اور برمھ +

(۷) تو پرجاپتی ہو کر گربھ میں چلتا ہے۔ تو ہی پھر پیدا ہوتا ہے تیرے لئے اے پران! یہ پرجائیں نذریں لاتی ہیں۔ تو جو اندریوں کے ساتھ رہنے والا ہے +

(۸) تو دیوتاؤں کے لئے سب سے اچھا (ہبی) لیجانے والا ہے۔ تو پتروں کے لئے پہلی سودھا ہے۔ تو اتھرو انگیرسن رشیوں کا سچا مقصد ہے +

(۹) اے پران تو اپنے تیج سے اندر ہے۔ تو رُدر ہے۔ رکشا کرنیوالا ہے۔ تو انترکش میں گھومتا ہے۔ تو سورج ہے۔ سب روشنیوں کا مالک ہے +

(۱۰) جب تو برستا ہے تو اے پران۔ تیری سب پرجائیں آنند روپ ہو کر قائم ہوتی ہیں کہ اب ہمارے لیئے اناج پیدا ہوگا۔ جتنی ہم کو خواہش ہے +

(۱۱) تو ورانیہ ہے۔ اے پران! اکیلا رشی کھانے والا۔ تمام جگت کا اچھا مالک اور ہم تجھ کو کھانے کے قابل سامان دینے والے ہیں۔ اے مات رشیو! تو ہمارا باپ ہے +

تیسرا پرسن

۳ تا ۶

(۳) آتما سے یہ پران پیدا ہوتا ہے۔ جیسے پُرش میں چھایا ہوتی ہے۔ اسی طرح اس میں یہ پھیلا ہوا ہے۔ اور من کے کاروبار سے یہ اس شریر میں آیا ہے +

(۴) جس طرح کوئی راجہ اپنے افسروں کو حکم دیتا ہے۔ کہ ان یا ان گاؤں پر تم حکومت کرو۔ اسی طرح یہ پران دوسرے پرانوں کو علیحدہ علیحدہ کاموں پر لگاتا ہے +

(۵) مقعد اور آلہ تناسل میں اپان کو۔ پران خود کان اور آنکھ میں رہتا ہوا منہ اور ناک سے چلتا ہے۔ اور بیچ میں اپان ہے۔ وہ دئے ہوئے غذا کو ہر جگہ لے جاتا ہے اس (پران) سے سات شعلے پیدا ہوتے ہیں +

(۶) آتما ہردے میں ہے۔ یہاں ایک سو ایک ناڑیاں ہیں اور انکی سو سو (چھوٹی ناڑیاں) ہیں۔ پھر اُن میں سے ہر ایک ناڑیوں کی بہتر بہتر ہزار شاخیں ہیں۔ ان میں ویان گھومتا ہے +

(۷) اب اودان اوپر جانیوالا پران (اوپر جانے والے) کو ایک (سکھمنا) ناڑی سے پُنیہ سے پُنیہ لوک کو لیجاتا ہے۔ پاپ سے پاپ لوک کو اور دونوں سے منشیہ لوک کو لیجاتا ہے

(۸) سورج بلاشک باہری پران (ہوکر) اودے ہوتا ہے کیونکہ یہ اسکو مدد دیتا ہے جو آنکھ میں پران ہے۔ جو دیوتا پرتھوی میں ہے (اگنی) یہ منشیہ کے اپان کو مدد دیتا ہے مدھیہ میں جو آکاش ہے۔ وہ سمان ہے۔ وایو ویان ہے +

(۹) تیج اودان ہے۔ اسلئے جس کے شریر کا تیج ٹھنڈا ہوگیا ہے وہ پنر جنم کو پاتا ہے۔ اپنی تمام اندریوں کے ساتھ جو اسوقت من میں لین ہوگئے ہیں +

چوتھا پرسن

۲ تا ۹

(۲) اسکو اُس نے جوابدیا۔ اے گارگیہ جیسے سورج کی کرنیں اسکے ڈوبنے کے وقت اسی ایک ہو جاتی ہیں اور جب وہ نکلتا ہے تب پھر پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ سب (اندریاں) اپنے سے اونچے دیو میں جو من ہے اس سے ایک ہو رہتی ہیں اس وجہ سے اُس وقت یہ پُرش نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے۔ نہ سونگھتا ہے نہ رس لیتا ہے۔ نہ چھوتا ہے۔ نہ بولتا ہے

نہ پکڑتا ہے۔ نہ آنند بھوگتا ہے۔ نہ (مل) تیاگتا ہے۔ نہ چلتا ہے۔ وہ سوتا ہے یہ سب لوگ کہتے ہیں
(۳) پرانوں کی اگنیاں ہی اس شہر میں جاگتی ہیں۔ اپان وایو اسمیں گارہ پتیہ (گرہست کی) اگنی ہے۔ ویان انوہاریہ پچن ہے اور جس وجہ سے گارہ پتیہ سے باہر لائی جاتی ہے۔ باہر لائے جانے کے سبب سے پران آہونیہ اگنی ہے +
(۴) سانس کا باہر نکالنا اور اندر کھینچنا دو آہوتی ہیں۔ جو ایوان دونوں کو برابر تقسیم کرتی ہے۔ وہ سمان وایو ہے من ججمان ہے۔ یگیہ کا پھل اودان ہے۔ یہ یگیہ کرنے والے کو روز بروز برمھ کو پہنچاتا ہے +
(۵) تب یہ دیو خواب میں مہما کو انبھو کرتا ہے۔ جو دیکھے ہوئے کو پھر دیکھتا ہے سنی ہوئی بات کو پھر سنتا ہے۔ وہ بار بار بھوگتا ہے جس کو (اس جنم میں) نہ دیکھا ہوا (دوسرے جنم میں) سنا ہوا اور نہ سنا ہوا۔ انبھو کیا ہوا اور نہ انبھو کیا ہوا۔ موجودہ اور گذشتہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور سب کچھ (دلیر۔ ڈرپوک۔ دولتمند اور غریب بنکر) دیکھتا ہے +
(۶) اے پیارے! جس طرح پرند درخت پر (اپنے گھونسلے میں) آشرا لیتا ہے۔ اسی طرح یہ سب کچھ پرماتما میں آشرا لیتا ہے +
(۷) پرتھوی اور پرتھوی کی ماترا۔ جل اور جل کی ماترا۔ اگنی اور اگنی کی ماترا۔ وایو اور وایو کی ماترا۔ آکاش اور آکاش کی ماترا۔ آنکھ اور جو کچھ دیکھا جاتا ہے۔ کان اور جو کچھ سنا جاتا ہے ناک اور جو کچھ سونگھا جاتا ہے۔ زبان اور جو کچھ چکھا جاتا ہے۔ چمڑا اور جو کچھ چھوا جاتا ہے بانی (قوت کلام) اور جو کچھ بولا جاتا ہے۔ ہاتھ اور جو کچھ پکڑا جاتا ہے۔ آلہ تناسل اور جو کچھ بھوگا جاتا ہے مقعد اور جو کچھ خارج کیا جاتا ہے۔ پاؤں اور جس پر چلا جاتا ہے۔ بدھی اور جو کچھ جانا جاتا ہے۔ اہنکار اور جس کا ابھمان کیا جاتا ہے۔ چت اور جو کچھ یاد کیا جاتا ہے تیج اور جو کچھ پرکاش کیا جاتا ہے۔ پران اور جو کچھ اس سے سہارا پاتا ہے +
(۸) کیونکہ یہ جو دیکھنے والا چھونے والا سننے والا۔ سونگھنے والا۔ رس لینے والا۔ ماننے والا جاننے

والا ۔ کہنے والا ۔ وگیان آتما پُرش ہے وہ (اسوقت) اُس اکشر پرماتما میں آشرا لیتے ہیں +

(۹) جو اس اکشر کو جانتا ہے جو بغیر سایہ بغیر جسم ۔ بغیر رنگ کے ہے اور شوبھر ہے وہ بلاشک اس پرم اکشر کو پالیتا ہے ۔ ہاں ۔ اے پیارے! وہ سب کا جاننے والا ہوتا ہے سب کچھ ہوتا ہے یہاں شلوک ہے

(۱۰) اے پیارے! جو کوئی اکشر (آتما) کو جانتا ہے جس (آتما) پر جس کا خاص گیان ہے اور معہ تمام دیوتاؤں کے سارے پران اور سارے بھوت آشرا لیتے ہیں وہ سروگیہ ہوکر سب کو چاک کرجاتا ہے

پانچواں پرسن ہوتا ہے

(۶) تین ماتراؤں (ا+او+م) अ + उ + म کا الگ الگ پریوگ کیا جائے اور ایک دوسرے سے ملاکر پریوگ کیا جائے تو وہ موت والی ہوتی ہیں لیکن جو باہری ۔ درمیانی اندرونی کریاؤں میں ٹھیک ٹھیک پریوگ کی گئی ہیں تو جاننے والا نہیں کانپتا +

(۷) رچاؤں سے وہ اس لوک کو جاتا ہے اور یجر سے انترکش کو ۔ سام منتروں سے اس (برہم لوک) کو جس کو شاعر (رشی) جانتے ہیں ۔ ایک اونکار کے سہارے سے ہی گیانی اس کو پراپت ہوتا ہے اور اس کو جو شانت اجر ۔ امرت اور ابھے ہے +

چھٹواں پرسن ہوتا ہے

(۲) اسکو اس نے جواب دیا " اے پیارے! یہاں ہی جسم کے اندر وہ پرش ہے جسمیں یہ سولہ کلائیں پیدا ہوتی ہیں +

(۳) اس نے سوچا کہ وہ کیا ہے جس کے نکلنے پر میں نکل جاؤنگا اور جسکے ٹھہرنے پر میں ٹھہرونگا +

(۴) اس نے پران کو پیدا کیا ۔ پران سے شردھا ۔ آکاش ۔ وایو ۔ اگنی ۔ جل ۔ پرتھوی ۔ اندریہ من ۔ اناج ۔ اناج سے بیج ۔ تپ منتر کرم اور لوکوں میں نام بھی +

(۵) جیسے ندیاں بہتی ہوئی سمندر کو چلی جارہی ہیں ۔ جب وہ سمندر کو پہنچ جاتی ہیں تو غائب ہوجاتی ہیں انکے نام اور روپ دونوں کا ابھاو ہوتا ہے وہ سمندر ہیں صرف یہی کہلاتی ہیں اسی طرح اس ساکشی کے سولہ کلائیں جو پُرش کی طرف جارہی ہیں جب وہ پُرش کو پہنچ جاتی ہیں تو غائب ہوجاتی ہیں اور ان کے نام اور روپ بھی غائب ہوجاتے ہیں ۔ پُرش یا ہے صرف یہ کہلاتا ہے اور پھر وہ بغیر کلاؤں کے

ضرور استعمال کریں۔ چمکیلے اور صاف